

آفتابِ ہدایت بجواب راہِ ہدایت

مصنف:

جانشین اشرف العلماء

رحمۃ اللہ علیہ

پاسیان مسلک امام احمد رضا خان قادری

محقق العصر انوار اسلام

حضرت علامہ مولانا

مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحبِ نظرِ عالی

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام

یونیورسٹی برودہ سرگودھا

آفتاب ہدایت بجواب راہ ہدایت

مصنف:

جانشین اشرف العلماء
پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری

محقق العصر یادگار اسلاف

حضرت علامہ مولانا

مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب مدظلہ العالی

جامعہ غوثیہ مہرپہ منیر الاسلام

یونیورسٹی روڈ سرگودھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب

آفتاب ہدایت بخواب راہ ہدایت

مصنف

جانشین اشرف العلماء پاسبان مسلک امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ
یادگار سلاف محقق احقر حضرت علامہ مولانا مفتی غلام نصیر الدین سیالوی صاحب

شخامت

415 صفحات

ناشر

جامعہ غوثیہ مہر یہ منیر الاسلام یونیورسٹی روڈ سرگودھا 0483-724695

تاریخ اشاعت

شوال المکرم ۱۴۳۱ھ ستمبر 2010

ملنے کے پتے

• جامعہ غوثیہ مہر یہ منیر الاسلام یونیورسٹی روڈ سرگودھا

• اکرام کیسٹ ہاؤس دوکان نمبر 10 زلیدار روڈ وٹا تار پار لاہور موبائل 03004609860

• جامعہ ریسورس احسن القرآن دینہ 0544-633881

• مکتبہ قادریہ وٹا تار پار مارکیٹ لاہور

• مکتبہ جمال کرم وٹا تار پار مارکیٹ لاہور

• گراموالبک شاپ وٹا تار پار مارکیٹ لاہور

الحمد لله وكفى والسلام على عباده الذين اصطفى والصلوة
والسلام على سيد الانبياء واحمد المجتبي الذي كان نبيا
واادم بين الطين والماء.

اما بعد!

حمد و صلوة کے بعد گزارش یہ ہے کہ اہلسنت اور دیوبندیوں کے درمیان کافی
مسائل مختلف فیہ ہیں جن میں ایک مسئلہ نبی کریم علیہ السلام کے مختار ہونے کا بھی
ہے۔ وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کسی شے کے مالک و مختار نہیں ہیں جب
کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے دنیا
و آخرت کی تمام چیزوں کے مالک و مختار ہیں اور پوری کائنات میں متصرف ہیں۔

لیکن ہمارا یہ عقیدہ نفی ہے جو آدمی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی کا
مرکب نہ ہو اور نہ گستاخی کرنے والوں کی گستاخی کو برحق جانتا ہو بلکہ گستاخی کرنے
والا کوئی بھی ہو اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو لیکن اس عقیدہ (مختار کل) میں
اہلسنت سے اختلاف کرتا ہو ہم اس کو کافر یا کفریہ قرار نہیں دیتے لیکن دجال لعین یا
شیطان کو تو مختار مانتا ہو اور نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اس کے عقیدے کی
راہن یہ ہو کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا ایسے شخص کے
بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں کیونکہ اگر اس کا انکار کرنا توحید کی حمایت
کی وجہ سے ہوتا تو شیطان لعین یا دجال کیلئے اختیارات کا قائل نہ ہوتا تو اس کا ان
مذہب امتیاز کے بارے میں مختار ہونے کا عقیدہ رکھنا اور فخر موجودات علت غائیہ
ممکن نہ رہتا لہذا لعین شقیعہ امین فخر الاولین والاخرین عالم ماکان و مایکون حضرت
محمد مصطفیٰ احمد قلی ﷺ سے مطابقت ہر قسم کے اختیارات کی نفی کر دینا اس بات کی دلیل

ہے کہ اس کے دل میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہیں اور جس کے دل میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہیں وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ ارشاد نبوی ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده والناس اجمعین۔

ترجمہ:

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی محبت میرے ساتھ اولاد والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

دیوبندی حضرات کے دلوں میں نبی کریم علیہ السلام کی محبت نہ ہونے کی دلیل انکی کفریہ عبارتیں ہیں جو صراحتاً نبی کریم علیہ السلام کی توہین پر مشتمل ہیں ہم ان عبارات کی ایک اجمالی فہرست قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (تعلیق علیہ العقائد ص ۲۵)

نوٹ:

یہ کتاب بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب کی ہے۔

انہی کی دوسری عبارت باجملہ کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ معصیت ہے اور انبیاء کریم معصیت سے معصوم ہیں غالی غلطی سے نہیں۔

۲۔ مولوی حسین علی داس پھر وی بلغتہ اخیر ان میں لکھتا ہے کہ انسان خود مختار ہے اچھے کام کرے یا نہ کرے اور اللہ کو پہلے علم بھی نہیں ہوتا بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد

معلوم ہوتا ہے اور آیات قرآنی جیسا کہ ولید علین اللہ الذین امنوا وغیرہ اسی مذہب پر منطبق ہیں۔

۳۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ میں لکھتا ہے۔ الیصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کونسا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو روکر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ہاون (۵۲) پر لکھتا ہے اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کا توفیق رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم ﷺ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر ہے چہ جائے کہ زیادہ۔

۴۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ میں کہتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنی بہائیت کا علم نہیں ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۵۔ نبی کریم علیہ السلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

۶۔ اعلیٰ علی تھا تو نبی لکھتا ہے کہ نبی علیہ السلام جیسا علم بچوں پاگلوں اور لوگوں کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص ۸)

۷۔ اہل دیوبند لکھتا ہے کہ زنا کے وسوسہ سے بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور نبی کریم کے خیال سے گدھے اور قتل کے خیال میں ذوق جانا بہت اچھا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کی طرف توجہ کا مہذول ہونا گدھے اور قتل کے خیال میں غرق ہونے سے بدرجہا برا ہے۔ (صراط مستقیم ص ۸۶)

۸۔ شہداء گندوی فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتا ہے! رحمۃ اللعالمین ہونا نبی پاک ﷺ کی ولایت خاصہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۹۔ نبی کریم علیہ السلام کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننا یہ بے وقوف لوگوں کا خیال ہے اہل عقل کے نزدیک آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔

(تحدیر الناس ص ۳)

۱۰۔ اگر بالفرض نبی علیہ السلام کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ اقدس کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۱۱۔ نبی کریم علیہ السلام کو اردو زبان کا علم بدرجہ دیوبند سے سیکھنے کی وجہ سے آیا۔

۱۲۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت نسیب کے ساتھ حدت کے اندر نکاح فرمایا۔

(بلغتہ اخیر ان)

۱۳۔ مولوی حسین علی اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ پل صراط سے گزر رہے ہیں تو میں نے آپ کو گرنے سے بچایا۔

۱۴۔ دیوبندیوں کا کلمہ اس طرح ہے لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ۔

(رسالہ امداد)

۱۵۔ انبیاء علیہم السلام ہمارے بھائی ہیں اور ان کا ادب بڑے بھائی جتنا کرنا چاہیے۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۳)

۱۶۔ مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں

۱۷۔ اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں یہ لکھتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان اور کسی سے نہ ڈر۔

۱۸۔ اسی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ نمبر ۱۰ پر لکھتا ہے کہ ہمارا جب خالق اللہ ہے اور

اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ ہم اپنے کام پر اسی کو پکاریں۔ اور کسی انسان کو کیا کام، جیسے کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے

رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے ہمارا کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

۱۹۔ مولوی اسماعیل دہلوی انبیاء کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتا ہے اس کے دربار میں ان کا تو یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے تو سب رعب میں آکر بدحواس ہو جاتے ہیں۔

۲۰۔ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔

۲۱۔ تقویۃ الایمان کے صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھتا ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔

۲۲۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

۲۳۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ پر لکھتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو، اور جو بشری سے تعریف ہو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار ہی کرو۔

۲۴۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۵ پر لکھتا ہے اللہ جیسے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا جو کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔

۲۵۔ اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ پر لکھتا ہے یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے ہمارے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

۲۶۔ مولوی اسماعیل دہلوی اسی کتاب میں رقمطراز ہے کہ سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ گنوار کے منہ سے اتنی بات نکلے گی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔

۲۷۔ مولوی حسین علی و اس پھر وی اپنی تفسیر بلغتہ اخیر ان کے صفحہ ۴۳ میں یہ لکھتا ہے کہ اللہ کے معنی کلما بعد من دون اللہ فہو الطاغوت، اسی معنی کے لحاظ سے فرشتوں اور

جنوں اور رسولوں کو طاعت بولنا جائز ہوگا۔

۲۸۔ تقسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر اتنی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

۲۹۔ اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے غائب کے معاملے میں صبر اللہ تعالیٰ کے نبی اور ولی یکساں ہے خبر اور نادان ہیں۔

۳۰۔ اسمعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے جیسے ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار تو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا حراز ہے۔

۳۱۔ مولوی حسین علی اپنی کتاب بدعت الخیر ان میں لکھتا ہے ابوخلوالباب حید باب سے مراد مسجد کا دروازہ ہے جو کہ نزدیک تھی اور باقی تفسیروں کا کذاب ہے اس عبارت میں مولوی حسین علی نے تمام مفسرین کو کذاب قرار دے دیا۔

۳۲۔ رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتا ہے کہ محرم میں ذکر شہادت حسین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا بشارت پانا یا پند و کھیل اور شربت میں دینا سب نادرست اور تکبر و افض کی وجہ سے حرام ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳ حصہ سوم)
۳۳۔ ہندو جو بیوپاری پانی کی لگاتے ہیں اور اس پر سود والا روپیہ خرچ کرتے ہیں اس کا پینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳ جلد نمبر سوم)

۳۴۔ اسی کتاب کے حصہ دوم ص ۱۲۳ پر گنگوہی صاحب لکھتے ہیں کہ ہندو تہوار ہولی یا دیوانی میں اپنے استاد یا احکم یا نوکر کو کھینچیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان سب چیزوں کو کھانا جائز ہے۔

۳۵۔ اسی فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص ۱۳۰ پر تحریر ہے جس جگہ زانغ معروف کو اکابر حرام

جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کے کھانے والے کو ثواب ہوگا۔

۳۶۔ مولوی محمود الحسن شیخ الہند اپنے مرثیہ گنگوہی میں لکھتا ہے۔

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اعلیٰ میں شاید

نہا عالم سے کوئی پانی اسلام کا ٹٹنی

گو یا اس شعر میں محمود الحسن نے اپنے پیرو کو نبی کریم علیہ السلام یا اللہ تعالیٰ کے مثل قرار دے دیا۔

۳۷۔ یہی محمود الحسن صاحب اسی مرثیہ میں لکھتے ہیں۔

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف پانی

۳۸۔ محمود الحسن صاحب اسی مرثیہ میں رقمطراز ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرے نہ دیا

اسی مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

۳۹۔ اسی مرثیہ میں ایک اور مقام پر گل افشانی فرماتے ہیں۔

پھر میں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے لوق و شوق عرفانی

پندرہ ہال عبارت کی رو سے دیوبندی حضرات کو گستاخ کہا جاتا ہے کیونکہ

ان عبارت میں صراحۃً انبیاء علیہم السلام اور مائتہ اور اولیاء کرام کی توہین پائی گئی۔ لیکن دیوبندی حضرات بجائے ان عبارات کا صحیح اور ٹھوس جواب دینے کے اننا

احسان و جماعت کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں اور خواہ اناس کی توجہ اپنی ان سیاہ وں اور رو سیاہیوں اور بدعتیوں سے ہٹائے کیلئے اسے روز اہل سنت کو لدا سے

یا رسول اللہ، نور و بشر، حاضر و ناظر اور علم غیب وغیرہ کے اختلافی مسائل پر پہنچ کر رہتے ہیں اور اہل سنت کے علماء کو ان مسائل پر دعوت مباحثہ و مناظرہ دیتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اہل سنت کا اصل نزاع ان کے ساتھ، ان کی کفریہ عبارات کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ امام اہلسنت غزالی زماں رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب الحق المبین میں ارقام فرمایا ہے ہم برکت کیلئے حضرت کی وہ تحریر قارئین کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اہلسنت اور دیوبندیوں کے درمیان بنیادی اختلاف کا باعث وہ عبارات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اسکے حبیب کریم علیہ السلام کی صریح اور صاف الفاظ میں توہین کی گئی ہے لہذا جب تک دیوبندی علماء اپنی ان عبارات سے تائب نہیں ہوں گے اور ان عبارات کے قائل کا جو شرعی حکم ہے وہ نافذ نہیں کریں گے تو اہل سنت ان سے کبھی راضی نہیں ہوں گے۔ (الحق المبین)

تو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی اس منقولہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کا دیوبندیوں سے بنیادی اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ہے لیکن چونکہ یہ حضرات عوام الناس کے اندر نبی کریم علیہ السلام کے اقتیارات اور علم غیب اور آپ ﷺ کی نورانیت کا مسئلہ چھیڑتے رہتے ہیں اس لئے مجبوراً اہل سنت حضرات کو ایسے مسائل کے اندر بھی قلم اٹھانا پڑتا ہے اسی سلسلہ میں سرفراز خان صفدر نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے راہ ہدایت۔ اور انہوں نے اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عام انسانوں میں صرف یہی فرق ہے کہ نبی علیہ السلام وصف رسالت سے موصوف ہیں۔ اور باقی انسان رسالت و نبوت سے موصوف نہیں ہیں۔

اور سرفراز صاحب نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معجزات

اور کرامات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ہم انشا اللہ اس کتاب میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اور اقوال علماء بلکہ خود دیوبندی اکابر کے اقوال سے ثابت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صادر کرنے میں باختیار ہوتے ہیں اور معجزات ان کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ہم کئی ابواب قائم کریں گے اور برہانی اور جدلی دلائل سے ہم اپنے دعووں کو پایہ ثبوت تک پہنچائیں گے اور سرفراز کے بے سرو پا شبہات کا ازالہ بھی کریں گے اور ان کی اکابر علماء کرام کے اقوال میں خیانت کو بھی طشت ازہام کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نبی کریم علیہ السلام کی نظر کرم سے اس امر کو مہربن کیا جائے گا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہیں۔

باب اول

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متصرف ہونے کا بیان از روئے قرآن، ارشاد باری تعالیٰ ہے

واذ قال ربك للملكة النبی جاعل فی الارض خلیفہ

ترجمہ:

اور یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے رب نے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب بنائے والا ہوں۔

خاتم الہی، شین امام المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت قدسیہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر فتح اعجاز میں ارشاد فرماتے ہیں۔ طریق دادن خلافت آن خلیفہ کہ روح اور انموذہ صفات خود عطا فرمودہ از علم و حکمت کہ عبارت از دریافت کلیات و قواعد و اذیہ و اختیاریہ۔

ترجمہ: اس خلیفہ کو خلافت دینے کا طریقہ یہ ہوا کہ اس کی روح کو اپنی صفات کا نمونہ عطا فرما دیا جائے گا اور اس کو ایسا ارادہ و اختیار عطا فرمایا جائے گا جس کی وجہ سے تمام کائنات کے امور کی تدبیر کے قابل ہو سکے گا۔ اور ان کو ایسا علم و حکمت بھی عطا کیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ دنیا کے تمام قواعد و کلیات کو جان لے گا۔

ان کے متصل ہی شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کے اندر ایک ایسی روح پھونک دی جائے گی کہ اس روح کی وجہ سے آسمان میں رہنے والوں پر اور ستاروں کے موکلات پر حکمرانی کرے گا اور ان کو اپنے کام میں مصروف و مشغول کرے گا۔ (تفسیر عزیزی جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۵۵)

تو شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین و آسمان میں متصرف تھے اور چونکہ ہر نبی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے جس طرح وہ اولیٰ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ ہر نبی جو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا وہ ممکن میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے تو جو کمالات حضرت آدم علیہ السلام کیلئے عطا ہوئے گئے وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے ثابت ہو جائیں گے نیز قائل بالفصل نوی نہیں۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے تصرفات کے منکر ہیں وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے اس صفت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور جو لوگ قائل ہیں وہ تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے قائل ہیں۔

جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کیلئے زمین میں متصرف ہونا ثابت ہو جائے گا تو تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے ثابت ہو جائے گا۔ اور اس آیت کریمہ سے ان کو اس کا رد بھی ہو جائے گا۔ جن کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام پہمار سے بھی افضل ہیں (معاف اللہ) نیز ان کا یہ عقیدہ بھی ہے انبیاء علیہم السلام ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں اور تاکارہ لوگ ہیں۔ اور انبیاء کرام بتوں کی طرح بے بس اور بے اثر ہیں کیونکہ جن ہستیوں کو اللہ تعالیٰ اپنا نائب اور قائم مقام بنائے ان کے بارے میں اس آیت کی بات رکھنا یہ سراسر قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض

ترجمہ:

اے داؤد! میں نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا۔

اسی طرح آدم علیہ السلام کی خلافت ان کے متصرف فی کائنات ہونے کو

مستلزم تھی۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کے بارے میں یہی الفاظ وارد ہیں لہذا ان کیلئے بھی یہی کمال بطور عبارت النص ثابت ہو جائے گا۔ نیز مولوی سرفراز صفدر اپنی کتاب اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ہمارے روحانی باپ ہونے کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر ہے۔ کیا حضرت شاہ صاحب کی منقولہ ہال عبارت کا مطالعہ فرمانے کے بعد ہم حضرت سے امید رکھیں کہ آپ حضرت شاہ صاحب کے فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے اور اپنے اس عقیدہ سے توبہ کر لیں گے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔

اسی طرح دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن بھی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ کیونکہ اس کمال علمی کے بغیر خلافت اور دنیا پر حکومت ممکن نہیں۔ اگر سرفراز صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کی بات کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے شیخ الہند کی بات تو مان لیں کیونکہ وہ ان کے بالواسطہ استاد بھی ہیں نیز حضرت سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنے اکابر کی ان عبارات کو تسلیم فرمایا کریں جن سے شان رسالت ظاہر ہوتی ہے صرف کفری عبارات کو تسلیم کر کے اور ان پر ایمان لا کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بنایا کریں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے متصرف فی الکائنات ہونے پر دوسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذَلِكَ مَكَانَ يُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَبْهَوَاءُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ.

ترجمہ:

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو زمین میں جگہ پکڑا تھا اس میں جہاں

ہوتا تھا۔ (پ ۱۳ سورۃ یوسف)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یوسف علیہ السلام جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گویا ریان بن الہدیہ برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی فرما رہے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۴۱۹)

اس طرح کی عبارات کتب تفاسیر کے اندر بھی موجود ہیں مثلاً تفسیر خازن "عالم التزیل، جمل، قرطبی، روح المعانی، صاوی، تفسیر، تریذی، تفسیر مدارک، تفسیر زاد البیان، البحر المحیط، تفسیر عنایت القاضی، شیخ زاد مع المیضاوی، تفسیر زاد المسیر، تفسیر کبیر، تفسیر ابوسعود، تفسیر مظہری۔"

نوٹ:

ان تفاسیر میں اور تفسیر عثمانی میں صرف الفاظ کا فرق ہے مضمون ایک ہی ہے۔ سرفراز صاحب اگر پرانے مفسرین کی بات نہیں مانتے یا قرآن مجید کی آیت کو ہی نہیں مانتے (کیونکہ دیوبندی دھرم میں قرآن مجید کی آیت کا وہ مرتبہ نہیں ہے جس سے اکابر کے اقوال کا مرتبہ ہے) کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی بات تو مان لیں لہذا ان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کیلئے اگر وہی ارشاد باری تعالیٰ ثابت ہو جائے تو تم اس کو تسلیم کرو گے یا نہیں۔ صورت اولیٰ یہ کہ اگر یوسف علیہ السلام کا ایک ایسے کمال سے متصف ہونا لازم آیا جس کمال سے بقول صاحب کی تاریخ علیہ السلام خالی ہیں۔ اور بصورت ثانیہ اگر یوسف علیہ السلام کیلئے وہی تسلیم نہ کریں تو قرآن کی اس آیت کا انکار لازم آتا ہے۔ اب سرفراز صاحب اس کیلئے تسلیم کریں گے تو ان کو سرکار علیہ السلام کیلئے بھی تسلیم کرنی پڑے گی کیونکہ ان

کے شیخ الاسلام حسین احمد مدنی شہباز ثاقب میں اپنا اور اپنے اکابر کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کو تمام کمالات چاہے وہ علمی ہوں یا عملی ہوں یا اور کوئی کمال ہو اس کے ساتھ آپ کو اولاد موصوف مانتے ہیں، یعنی جو بھی کمال ہو اور جو بھی نعمت ہو وہ پہلے نبی کریم علیہ السلام کو ملتی ہے۔ پھر آپ کے واسطے سے کسی اور کو ملتی ہے پھر بھی ان کو سرکار علیہ السلام کیلئے اختیارات ماننے لازم آجائیں گے۔ اور ان کو نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننا پڑے گا۔

اور اگر یوسف علیہ السلام کیلئے تسلیم کریں اور نبی پاک علیہ السلام کیلئے نہ کریں تو پھر کیا یوسف علیہ السلام خدا کے شریک ہو سکتے ہیں نبی پاک علیہ السلام نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اختیار عطا فرما دے تو اس کی حکومت میں کوئی کمی لازم نہیں آتی اگر نبی کریم علیہ السلام کو عطا فرما دے جو سید المرسلین ہیں تو پھر اس کی حکومت اور اقتدار میں کمی کیسے آسکتی ہے۔

مولوی سرفراز صاحب یہ بتائیں۔ کیا نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننے سے شرک لازم آتا ہے۔ باقی انبیاء کرام کو مختار ماننے سے شرک لازم نہیں آتا؟ اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجود اپنے آپ کو سرکار کا امتی کہلانے کے نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات کا انکار کیوں کیا جاتا ہے (اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ کسی۔ نجد یوٹھ پڑھانے کا بھی احسان گیا)۔ ارے وہ تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر۔ ارے تجھ کو کھائے تپ مقرر تیرے دل میں کس سے بخار ہے۔

دلیل نمبر ۳:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ.

ترجمہ:

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کامل وقادار بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے ان کو دنیا اور آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنایا۔ چنانچہ فرمایا۔

إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

ترجمہ:

بے شک زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے اور آخرت کا اچھا انجام متقین کیلئے ہے۔ (سورۃ اعراف، سورۃ ۱۵)

دلیل نمبر ۴:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَعَدَاللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ (سورۃ نور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک کام کیے کہ ضرور ہر ضرور ان کو زمین میں اقتدار عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو اقتدار عطا فرمایا تھا۔

دلیل نمبر ۵:

ارشاد ربانی ہے۔

لقد اتينا آل ابراهيم الكتب والحكمة والنبههم ملكاً عظيماً
(سورة النساء پارہ ۵)

ترجمہ:

سو ہم نے تودی ہے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور علم اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت۔

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے۔

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز اور اس کے بزرگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کسی شے کے مالک نہیں ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام صاف طور پر لکھ رہے ہیں کہ ہم نے حضرت ابراہیم کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عطا کی ہے اگر مولوی سرفراز کو عربی تفاسیر کا مطالعہ کرنے کی فرصت نہیں تھی تو کم از کم اپنے شیخ الہند کا ترجمہ اور اپنے شیخ الاسلام کی تفسیر کو ہی ملاحظہ کر لیتے تاکہ ان کو نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات کی نفی کیلئے راہ ہدایت جیسی بے مغز اور رکیک استدلال پر مبنی کتاب لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

دلیل نمبر ۶:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل اللهم ملكت الملكت توءى الملكت من تشاء

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے۔

(ترجمہ محمود الحسن) (سورة آل عمران پارہ ۳)

مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ہاتھ میں دی تھیں اور اقیانوس صغریٰ کے زمانے میں وہ خزانے مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔

نوٹ:

سرفراز صفدر صاحب پر اگر آیات قرآنیہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو کم از کم اپنے شیخ الاسلام کی اس بات کو تسلیم کر لیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں روم و فارس کے خزانوں کی چابیاں تھیں۔

دلیل نمبر ۷:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اما مملکتا لد فی الارض واتیناه من کل شیء مہیاً (سورة کیف پارہ ۶)

ترجمہ:

ہم نے اس کو بجایا تھا ملک میں اور دیا تھا اس کو ہم نے ہر چیز کا سامان (ترجمہ محمود الحسن)

اللہ تعالیٰ ایک مسلمان بادشاہ کو زمین میں اقتدار عطا فرما سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ کو زمین کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔

دلیل نمبر ۸:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا الْمَيِّتُ فَنُفِثَ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا
(سورہ الحج پارہ ۷)

ترجمہ:

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں پھر مارے گئے یا مر گئے
اللہ ان کو دے گا روزی اچھا۔ (محمود الحسن)

مہاجر کا ایک معنی تو یہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے ملک میں چلا جائے
اور ایک معنی حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے المہاجر من ہجر ما نھی اللہ عنہ
(بخاری شریف)

ترجمہ:

مہاجر وہ ہے جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ رب العزت نے منع
فرمایا اس لحاظ سے اولیاء کرام حضرت داتا صاحب حضرت خواجہ معین الدین چشتی
اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یہ سب مہاجر ہیں اسی طرح دیگر اولیاء کرام بھی مہاجر کے مفہوم
میں داخل ہیں۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ: ضَرْبُ اللَّهِ مَثَلًا

عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمِنْ رِزْقِنَا مَنْ رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يَنْفِقُ
مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا۔ (سورہ النحل پارہ ۱۳)

ترجمہ:

اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندے کی کہ پر ایا مال ہے نہیں قدرت رکھتا

نہ چیز پر اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے اچھی روزی سو وہ خرچ
کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے رو برو۔

ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی
طرف سے نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور وہ نعمتیں آگے تقسیم کرتے ہیں تو جب اولیاء کرام کو
اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ نعمتیں تقسیم کرتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ
السلام کی کیا شان ہوگی کیا غلام تو نعمتیں تقسیم کرتے ہیں اور ان کے آقا ﷺ معاذ اللہ
بڑے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۳ ویں دلیل:
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَنْتُمْ لَا تَأْتِيهِمُ الْآيَاتُ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ مُنْ فَضْلِهِ۔ (سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ترجمہ:

اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے
رسل اپنے فضل سے۔ (ترجمہ محمود الحسن)

نبی پاک ﷺ کے مختار ہونے پر ۱۴ ویں دلیل:
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

ترجمہ:

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تو نے

احسان کیا۔

نوٹ:

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتیں عطا فرمانے والے ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۵ ویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب
فسخرنا له الريح تجري بأمره ورعاء حیث اصاب والشیطن کل بناء
وغواص واخرین مقررین فی الاصفاد هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر
حساب (سورہ ص پارہ ۲۳)

ترجمہ:

دعا مانگی سلیمان علیہ السلام نے کہ اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور بخش
مجھ کو وہ بادشاہی کہ مناسب نہ ہو کسی کے میرے پیچھے بے شک تو ہے سب کچھ بخشے
والا پھر ہم نے تابع کر دیا ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے جہاں وہ پہنچنا چاہتا اور تابع
کر دیئے شیطان سارے عمارتیں بنانے والے اور غوطے لگانے والے اور بہت سے
اور جو باہم جکڑے ہوتے ہیں بیڑیوں میں یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ
چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے
ہیں۔ یعنی کسی کو بخشش دیا نہ دو تم مختار ہو اور اس قدر بے حساب دیا اور حساب کتاب
کا مواخذہ بھی نہیں رکھا اور مہربانی کی اتنی دنیا اور مختار کر دیا۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۷۸۲)

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی
لکھتے ہیں۔ یہ ہمارا عطیہ ہے خواہ کسی کو دیا نہ دو تم سے کوئی دار و گیر نہیں یعنی جتنا
سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں کچھ حارث نہیں بنایا جیسا دوسرے ملوک فزائین
ملک کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا۔

(بیان القرآن جلد ۲ ص ۸۸۹)

نوٹ:

مولوی سرفراز صفر اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھتے ہیں کہ نبی
کریم علیہ السلام نے ایک آدمی کو ارشاد فرمایا کہ تھانوی صاحب کی کتابیں
پڑھتے رہنا اور ان پر عمل کرنا اور کسی کے منع کرنے سے رک نہ جانا اگر
تھانوی مولوی سرفراز کے کہ یہ خواب سچا ہے تو پھر سرفراز تھانوی صاحب کی
اس عبارت کو کیوں نہیں مانتے اسی طرح سرفراز صاحب اسی کتاب میں لکھتے
ہیں کہ تھانوی صاحب کے ایمانی نسخے ہم استعمال کرتے ہیں اور ان سے
ایمانی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں تو تھانوی صاحب کا یہ ایمانی نسخہ
کون لکھا ہے قبول نہیں ہے اور اس ایمانی نسخے کے ذریعے انبیاء علیہم السلام
سے تصرفات کے انکار والی روحانی بیماری کا علاج کیوں نہیں کیا جاتا کہیں
ان ایمانی نسخوں سے مراد وہ نسخے تو نہیں جو بہشتی زیور کے آخر میں بیان
کئے گئے ہیں۔

دہ استدلال:

اس آیت میں اگرچہ سلیمان علیہ السلام کے تصرف کا ثبوت ہے لیکن جو لوگ۔

تصرفات کے منکر ہیں وہ سلیمان علیہ السلام کے تصرفات کے بھی منکر ہیں اور نبی کریم علیہ السلام کے تصرفات کے بھی منکر ہیں یعنی قائل بالفصل کوئی نہیں جو منکر ہیں وہ نبی علیہ السلام کے بھی قائل نہیں اور سلیمان علیہ السلام کے تصرفات کے بھی قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی اور نبی علیہ السلام کیلئے بھی قائل ہیں جب سلیمان علیہ السلام کا متصرف ہونا آیت سے قطعی ثابت ہو گیا تو نبی علیہ السلام کیلئے بھی ثابت ہو جائے گا۔

اگر سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو عطا نہیں فرماتا تو ان پر یہ مثال چلی آئے کہ *فرومن المطر وقام تحت المیزاب*۔ تو ایک ہستی کیلئے ماننے کا انکار کیا اور بے شمار اولیاء کرام کیلئے ماننا لازم آگیا تو ہم سرفراز صاحب سے یہی گزارش کریں گے کہ جس راستے پر دو چل رہے ہیں وہ ہدایت کا راستہ نہیں ہے بہتر یہی ہے کہ تو بہ کر کے سنی ہو جائیں۔

ترجمہ: کہ نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی
کینں راہ کہ تومی روی بہ ترکستان است

دلیل نمبر ۹:

اللہ تعالیٰ نے بدھ کی بات کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
انی وجدت امرة تملکھم و اوتیت من کل شی (سورہ النمل پارہ ۱۹)

ترجمہ:

میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر ایک چیز ملی ہے۔

(ترجمہ محمود الحسن)

وجہ استدلال:

جو خدا بلیقیس جیسی کافرہ کو اتنا ملک اور ساز و سامان عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے محبوب علیہ السلام کو بھی دنیا و آخرت کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔ نیز یہ بات بھی قائل ہو رہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک سبا کی بادشاہی بلیقیس کو عطا فرمائی تھی تو کیا اللہ تعالیٰ کا قبضہ اس ملک پر ختم ہو گیا تھا؟

اگر اللہ تعالیٰ بلیقیس کو ملک عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ کا اس ملک پر اقتدار ختم نہیں ہوتا تو اگر اپنے حبیب علیہ السلام کو عطا فرما دے تو پھر بھی اس کا قبضہ ختم نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۱۰:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الہم نرانی الذی حاج ابراہیم فی ربہ ان اتہ اللہ المملکت (سورہ بقرہ پارہ ۳)

ترجمہ:

ایا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے بابت اس کہہ دے کہ وہی اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت۔

وجہ استدلال:

جب اللہ تعالیٰ نمرود جیسے کافر کو ملک عطا فرما سکتا ہے تو اپنے محبوب کریم علیہ السلام کو اس کا کتنا کرم ہوگا۔

دوستان! راکچا کئی محروم

تو کہ بادشاہان نظر داری

دلیل نمبر ۱۱:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ
(سورہ توبہ پارہ ۱۰)

ترجمہ:

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللہ دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔
(ترجمہ محمود الحسن)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اس پر آدمی راضی اور قانع ہو اور جو ظاہری اور باطنی دولت خدا اور اس کے رسول کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور اور مطمئن ہو۔

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم علیہ السلام کا وہی مقام اور مرتبہ ہوتا جو مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت میں پیش کر رہے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نبی کریم علیہ السلام کی یہ شان بیان نہ فرماتا اور نہ سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب اس آیت کی یہ تشریح کرتے۔

دلیل نمبر ۱۲:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَاذِي فِرْعَوْنَ هِيَ قَوْمُهُ قَالَ يَقُومُ الْيَسَّى لِي مَلِكٌ مِصْرَ

(سورہ زخرف پارہ ۲۵)

ترجمہ:

اور پکارا فرعون اپنی قوم میں اور کہا اے میری قوم کیا نہیں ہے میرے ہاتھ میں حکومت مصر کی

وجہ استدلال:

جو خدا فرعون جیسے کافر کو ملک اور سلطنت عطا فرما سکتا وہ اپنے نبی ﷺ کو دلوں جہاں کی بادشاہی عطا فرما سکتا ہے۔ نیز اس آیت سے نبی پاک ﷺ کا متصرف دلوں اور اولویت کے ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جب سلیمان علیہ السلام مفضل ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ تو نبی کریم علیہ السلام تو ان سے افضل ہیں تو ان کے لیے بدرجہ اولیٰ یہ کمالات ثابت ہو جائیں گے۔ نیز امام رازی رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ اُولَئِكَ الَّذِي هَدَى اللَّهُ فَبِهِدْهُمْ اَقْبَدَهُ كَيْ تَفْسِرَ كَرْتِے فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں جو خوبیاں اور کمالات تھے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام عطا فرما دیئے ہیں۔

حسن یوسف دم بھسی پد بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نام ناتوئی ہالی دیو بند لکھتے ہیں۔

انبیاء کے سارے کمال اک تجھ میں ہیں

تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

اور سرفراز صاحب کے استاد محترم شیخ الاسلام شہاب ثاقب میں لکھتے ہیں کہ

نبی کریم علیہ السلام ہر کمال کے ساتھ اولاد اور حقیقتہً متصف ہیں اور باقی جس کو کمال اور خوبی ملتی ہے اور جو نعمت ملتی ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کے طفیل ملتی ہے تو اگر دیوبندی وہابی سلیمان علیہ السلام کیلئے تو اختیار مانیں اور نبی کریم علیہ السلام کیلئے انکار کریں تو بقول ان کے شیخ الاسلام کے لازم آیا کہ جو طفیلی ہوں وہ تو مختصر فی الکائنات ہوں لیکن جن کے طفیل انکو یہ مقام حاصل ہو رہا وہ اس کمال سے محروم ہوں ایسی صورت میں ان پر یہ شعر منطبق ہو جائے گا۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجد یوکلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یا وہ اس شعر کے مصداق بن جائیں گے۔

ارے وہ تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر

ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نیز اس امر کی وضاحت کیلئے کہ نبی کریم علیہ السلام کو بھی جنوں اور شیطانوں

پر تصرف حاصل تھا ہم ایک حدیث پاک پیش کر رہے ہیں۔

مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے شیطان لعین آیا اور نبی کریم علیہ السلام کی نماز میں خلل انداز ہونے کی کوشش کی اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک انگارہ اٹھایا ہوا تھا تاکہ نبی کریم علیہ السلام کے چہرہ اقدس پر معاذ اللہ پھینکے تو نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد شریف کے ستون کے ساتھ باندھ دوں تاکہ مدینے کے بچے اس کے ساتھ کھیلیں پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی اور میں نے اس کو چھوڑ دیا اور ایک روایت جو صحیح ابن حبان کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو

سنان سے پکڑا انکی زبان باہر آگئی اور اس کی زبان کی تری میں نے اپنے ہاتھوں پر مسوں کی حضرت شیخ محقق شاد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو تمام جنوں اور انسانوں پر تصرف حاصل تھا اور نبی کریم علیہ السلام نے اس لئے اس کو چھوڑ دیا تاکہ سلیمان علیہ السلام کی دعا کا ظاہری طور پر خلاف لازم نہ آئے ورنہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت اور اختیار سلیمان علیہ السلام سے زیادہ تھا۔ (اشعۃ الملعات جلد اول)

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت میں اور اتمام البرہان میں حدیث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوة کا حوالہ پیش کیا ہے کہ روایات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا اس عبارت کا صحیح مطلب ہم اگلے اوراق میں بیان کریں گے۔ فی الحال گزارش یہ ہے کہ اگر سرفراز صاحب کے نزدیک حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سند کی قوت رکھتی ہے تو یہ بھی حضرت کی عبارت ہی ہے یہ کیوں قابل قبول نہیں ہے کہ روایات سے اپنے فاسد مطلب کی تکمیل ہوتی ہو اس کو بڑے طمطراق سے پیش کیا جائے اور اسی عبارت کے قائل کی بیسیوں دوسری عبارات کو نظر انداز کر دینا کوئی بات الہی ہے تو سرفراز صاحب کے اس رویہ کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے

عندنا اذا لمسة ضلیلی

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ۱۵ ویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا اعطینک الکون

ترجمہ:

بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر۔ (ترجمہ محمود الحسن)

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو ہر امت میں جن کو نبی کریم علیہ السلام نے دعا دی تھی۔

اللہم علمہ التاویل و فقهہ فی الدین (بخاری شریف)

ترجمہ:

اے اللہ ان کو قرآن کی تفسیر کا ماہر بنا اور دین کی سمجھ عطا فرما۔

وہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں الکوثر هو الخیر الکثیر کلمہ یہی معنی اختلاف کے عقائد کے امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح امام زاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور علامہ غیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ علاؤ الدین خازن اور علامہ نسفی اور علامہ قرطبی اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان فرمایا اور اب اس مقام پر سرفراز صاحب کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کا حوالہ پیش کر رہے ہیں وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے البحر الحیط میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیوی دولتیں اور حسی ومعنوی نعمتیں داخل ہیں اسی مضمون کی عبارت تفسیر جمل اور صاوی کے اندر بھی موجود ہے نیز حضرت عبداللہ ابن عباس کی تفسیر جو ہم نے پہلے بخاری شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ

انہوں نے ارشاد فرمایا هو الخیر الکثیر کلمہ اور امام حاکم مستدرک میں فرماتے ہیں کہ صحابی کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے علامہ ذہبی نے بھی مستدرک کے حاشیہ میں یہی بات ارشاد فرمائی۔

دیو بندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس خیر کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے صحاح میں بھی دونوں تفسیریں اور ایک تفسیر کا دوسری تفسیر میں داخل ہونا آیا ہے۔ (بیان القرآن ص ۱۱۵۶)

باب دوم

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

دلیل نمبر ۱:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا ایک آدمی آیا اس نے ایک قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کی قرأت کی تصویب فرمائی پھر دوسرا آدمی آیا اس نے دوسری قرأت کے ساتھ پڑھا اس کی بھی آپ ﷺ نے تائید فرمائی اس طرح ایک اور آدمی آیا اس نے تیسری قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا نبی پاک علیہ السلام نے اس کی بھی تصویب فرمائی حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو اسلام سے پہلے بھی پیدا نہیں ہوئی تھی نبی پاک ﷺ نے جب میرے دل کی حالت کو دیکھا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میرے دل سے سب تکذیب زائل ہو گئی اور دوبارہ نور ایمان حاصل ہو گیا۔ (مسلم شریف)

وجہ استدلال:

اس حدیث میں اس امر کی واضح دلالت ہے کہ نبی پاک علیہ السلام دل میں تصرف کر کے لوگوں کو گمراہی سے بچا سکتے ہیں اسی لئے امام رازی فرماتے ہیں۔
ان الله اعطاهم القدرة ما لاجله يتصرفون في بواطن الخلق (تفسیر کبیر)

جمہور

بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو ایسی قدرت عطا فرمائی ہے جس کی وہ خود مخلوق کے دل میں تصرف کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے قضاء حاجت فرمائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان درختوں کو بلا لاؤ دو درخت حاضر آئے تو سرکار علیہ السلام نے ان کی اوت میں بیٹھ کر قضاء حاجت فرمائی اس کے بعد انہی جگہ پر چلے گئے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کی حکومت نباتات پر بھی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر تیسری دلیل:

حکیم خیر کے موقع پر نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کل میں جھنڈا اس کے علاوہ جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کے آپ صبح ہوئی تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں اس کی گئی کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے نبی کریم علیہ السلام نے آپ کو بلایا اور انہوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

(بخاری شریف)

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کی تھوک مبارک بھی مشکل کشا ہے۔ جن کی تھوک مبارک مشکل کشا اور حاجت روا ہوا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

نوٹ:

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں اسی لئے تو لعاب دہن آپ نے ان کی آنکھوں میں ڈالا نیز یہ امر خارق للعادة ہے کیونکہ عادتاً ہر بندے کی تھوک سے تو آنکھیں ٹھیک نہیں ہو جاتیں کیا سرفراز صاحب اگر کسی کی آنکھوں میں تھوک دیں تو اسکی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی؟ ہمیں امید ہے کہ پہلے سے بھی خراب ہو جائیں گی جس طرح مسیلمہ کذاب کا واقعہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چوتھی دلیل:

ایک صحابی عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں وہ بڑی اعلیٰ قسم کی خوشبو استعمال کرتی تھیں لیکن جو خوشبو حضرت عتبہ کے بدن سے آتی تھی وہ سب پر فوقیت رکھتی تھی انہوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے تیرے بدن سے آنے والی خوشبو ہم سب کی خوشبو پر فائق ہے تو انہوں نے بتلایا کہ ایک بار میرے سارے بدن پر پھنسیاں نکل آئیں تو میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قمیض اتار دو میں قمیض اتار کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھ گیا تو سرکار علیہ السلام نے

اپنے ہاتھ پر لعاب دہن مل کر میرے جسم پر ملا اس سے میری تکلیف بھی دور ہو گئی اور اسی وجہ سے خوشبو بھی پیدا ہو گئی۔

امام طبرانی نے اس حدیث کو بمعجم اوسط میں نقل فرمایا ہے۔ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں فرمایا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ صیغی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مولوی سرفراز خان صاحب صفدر فضل دیوبند ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر علامہ صیغی کو اپنے وقت صحیح اور سقیم کی پرکھ نہیں تھی تو اور کس کو تھی۔ (احسن الکام)

نبی کریم کے مختار کل ہونے پر پانچویں دلیل:

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنگ احد میں تیر گتے سے آنکھ نکل گئی تو آنکھ کا ذیلہ لے کر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام نے آپ کی آنکھ کو جوڑ دیا تو اس آنکھ کا نور دوسری آنکھ سے بڑھ گیا اور جب کبھی دوسری آنکھ میں درد ہوتا تھا تو اس آنکھ میں نہیں ہوتا تھا۔

یہ حدیث امام بیہقی نے دلائل النبوة میں اور امام ابوفیثم نے دلائل النبوة میں علامہ ابن جوزی نے الاصابہ میں نقل فرمائی ہے اس حدیث کی سند پر کسی قسم کی کوئی جرح منقول نہیں ہے لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے لوگوں کی مشکلات حل ہوتی ہیں اور جن کی بینائی ختم ہو چکی ہو ان کی بینائی بحال ہو جاتی ہے۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے ہی صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ نبی پاک علیہ السلام کا معجزہ تھا کیونکہ محدثین نے اس کو نبی پاک علیہ السلام کی نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا اور معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے۔

ایک اہم نوٹ:

ہمارے بعض خطباء حضرات جب اس حدیث پاک کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں دیکھو جو آنکھ اللہ تعالیٰ نے بنائی تھی وہ اتنی حسین نہیں تھی اور جو آنکھ نبی کریم علیہ السلام نے عطا فرمائی ہے وہ زیادہ حسین ہے۔ حالانکہ نبی کریم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقابل کرنا یہ غلط ہے کیونکہ دونوں آنکھوں میں نور اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے لہذا اس طرح کہنا چاہیے کہ جو آنکھ ماں باپ کے واسطے سے ملی تھی اس کا نور کم تھا اور جو سرکار علیہ السلام کے طفیل ملی اس کا نور زیادہ ہے۔

نیز اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ نبی کریم علیہ السلام باوجود اپنی عظمت و شان کے اللہ تعالیٰ کے تو عہد ہی ہیں جیسا کہ امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

تیرے تو وصف عیب تنائی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہا کہ کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

تو جس طرح ہمارے خطباء یہ حدیث پیش کرتے ہیں اس پہ وہم پیدا

ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہے لہذا ایسے موہم الفاظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

نوٹ:

وہابی حضرات کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اس حدیث کو ان کے امام حافظ ابن کثیر نے الہدایہ والنہایہ کے اندر بھی نقل کیا ہے اور اس کے کسی راوی پر کوئی جرح نہیں کی۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چھٹی دلیل:

ایک یہودی ابو رافع جو نبی پاک علیہ السلام کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا تو ایک صحابی حضرت عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کے اس کو قتل کر دیا جب اس کو قتل کر کے بیڑھیوں سے اتر رہے تو گرنے کی وجہ سے ان کو شدید چوٹ آگئی اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی تو وہ اپنی پنڈلی کو پگڑی کے ساتھ باندھ کر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سرکار علیہ السلام نے ان کی پنڈلی پر اپنا دست اقدس پھیر دیا وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دست اقدس پھیرنے کے بعد مجھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ گویا مجھے کبھی درد ہوا ہی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف)

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام فوق الاسباب امور میں تصرف فرما سکتے ہیں اور آپ ﷺ کے چاہنے سے لوگوں کی مشکلات آسان ہوئی ہیں اور اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی پاک ﷺ

اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اور اگر ان کا عقیدہ یہ ہوتا کہ نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے صادر کرنے میں اس طرح ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو ہرگز نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ کسی طبیب سے اپنا علاج کرواتے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ساتویں دلیل:

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ضرب کا نشان حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یہ کیسی ضرب ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ضرب مجھے خیبر کے دن پہنچی لوگوں نے کہا کہ اب سلمہ فوت ہو جائے گا پس میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے تین مرتبہ پھونک ماری اب اس کے بعد سے لے کر آج تک مجھے درد نہیں ہوا۔ (بخاری شریف - مشکوٰۃ شریف - مسند امام احمد)

وجہ استدلال: اس حدیث پاک میں ہر اس شخص کے لئے جس کی بصیرت اور بصارت کو اللہ تعالیٰ نے موقوف نہیں کر دیا اور ہر اس انسان کیلئے جو بغض رسالت میں اندھا نہیں ہو گیا اس امر کا دافر ثبوت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں لہذا کوئی عقل دانش سے اندھا اور بد طینت انسان ہی کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو معنی رکھل ماننے والا مشرک ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے مختار کل ہونے پر آٹھویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب دجال آئے گا تو زمین پر

اس کی حکومت ہوگی یعنی زمین کے تمام خزان اس کے قبضے میں ہوں گے اور جب چاہے گا کہ تو اس کے چاہنے پر آسمان بارش برسا دے گا اور زمین اس کے چاہنے سے سبزہ اگائے گی گویا اس کی حکومت زمین پر بھی ہوگی اور آسمان پر بھی ہوگی وہ ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد زندہ بھی کر دے گا۔

وجہ استدلال:

جب اللہ تعالیٰ دجال جیسے ملعون کو اتنے اختیارات دے سکتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام جو سید الخبیین ہیں ان کے اختیارات کا کیا عالم ہوگا حیرت کی بات ہے کہ دجال کیلئے تو یہ لوگ اختیارات مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے چاہنے سے یہ سارے امور وقوع پذیر ہوں گے لیکن نبی پاک علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو دجال سے اتنی عقیدت کیوں ہے؟

نوٹ:

مولوی سرفراز صدور اس حدیث پاک کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کے اختیارات کو دجال کے اختیارات پر قیاس کرنا نبی کریم علیہ السلام کی توہین ہے حالانکہ مولوی سرفراز کا دماغ خراب ہے کیونکہ ایک تو وہ وہابی ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ ارذل العمر کو پہنچ چکے ہیں ان کو اہل سنت کے استدلال کی سمجھ ہی نہیں آتی اہلسنت کا استدلال یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اتنے اختیارات دے سکتا ہے تو اپنے خلفاء اور تابعین کو اتنے اختیارات کیوں نہیں دے سکتا کیونکہ اگر کسی غیر اللہ کو مختار کل ماننا شرک ہے تو پھر دجال بھی تو غیر اللہ ہی ہے اگر اس کے اندر اتنے کمالات ماننا شرک نہیں تو نبی کریم علیہ السلام کے اختیارات ماننا کیسے شرک

ہوسکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شرک کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مخصوصہ کو اس کے غیر کیلئے ثابت کیا جائے تو مولوی سرفراز صاحب بتائیں کہ آسمان سے بارش کا نازل کرنا زمین سے نہاتات کا اگانا مردوں کو زندہ کرنا زندہ کو مار دینا یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں یا نہیں اور دجال غیر اللہ ہے یا نہیں اب سرفراز صاحب دوہری مصیبت میں پھنس گئے اگر دجال کو غیر اللہ مانتے ہیں تو پھر بھی شرک بنتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس کے اندر مان رہے ہیں اور اگر دجال کو خدا مانتے ہیں تو اس لحاظ سے پھر شرک ہو گئے۔

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را

بلایے صحبت لیلی و فرقت لیلی

من نہ گویم این سخن و آن سخن

مصلحت ہیں دکار آساں کن

اگر سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ دجال کے اختیارات تو عطائی ہیں اور شرک اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب اختیارات ذاتی مانے جائیں پھر اہل سنت کو مشرک کیوں قرار دیتے ہیں ہم بھی تو عطائی ہی مانتے ہیں اگر دجال کیلئے تو اختیارات عطائی ماننا شرک نہیں تو نبی کریم علیہ السلام کیلئے اختیارات ماننا شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ سرفراز صاحب اپنی کتاب ”اول کا سرور“ میں رقمطراز ہیں کہ بریلوی کے نزدیک ہر قبر والا خدا ہے اور بریلوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ عطائی اختیارات کے مالک ہیں۔ حضرت کا اس بارے میں تبصرہ یہ ہے کہ یہ بات انتہائی لچر اور پوچ ہے کیونکہ آج تک کسی مشرک نے اپنے معبود کو ذاتی اختیار کا مالک نہیں سمجھا بلکہ یہ فرقہ مغوضہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک علیہ السلام کو تمام اختیارات سونپ رکھے ہیں اب

حضرت یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر انبیاء اور اولیاء کیلئے عطائی اختیارات ماننے والا فرقہ مغوضہ کی طرح مشرک ہے تو پھر دجال کیلئے ماننے والا بھی مشرک ہونا چاہیے جب دجال آپ کے دھرم میں خدا کا شریک ہو سکتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نہیں ہو سکتے آخر تمہارے دل میں نبی پاک علیہ السلام کے بارے میں اتنی کدورت کیوں ہے؟

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے۔

(ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے)

مولوی سرفراز صاحب اس حدیث پاک کا جواب دیتے ہوئے یہ گل افشانی بھی فرماتے ہیں۔ کہ دجال جب ایک بار ایک بندے کو مارے گا تو پھر اس کو زندہ کرے گا اور پھر مارنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو عاجز کر دے گا۔

تو مولوی سرفراز صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دجال مختار ہوتا تو پھر عاجز کیوں ہوتا۔ اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس کو عاجز کر دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے اس کے پاس اختیار تھا کیونکہ عاجز کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی قدرت موثر نہ ہو سکے اگر قدرت دی ہی نہ گئی ہو تو پھر اس کے موثر اور غیر موثر ہونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اگر اس کو زندہ کو مارنے کی اور مرے ہوئے کو زندہ کرنے کی قدرت دی ہی نہیں گئی تھی تو پھر اس کو اس کام سے عاجز کرنے کا کیا مطلب ہے نیز سرفراز صاحب بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دیکھنے کی چلنے کی پکڑنے کی قدرت دی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ اس قدرت کو عطا کرنے کے بعد اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ہمیں چلنے پھرنے اور دیکھنے پکڑنے سے روک دے کیا یہ آپ کریمہ سرفراز صاحب نے نہیں پڑھی۔

وما تشاؤون الا ان يشاء الله رب العلمين

نیز سرفراز صاحب نے بخاری شریف کے اندر حضرت سارہ والے واقعہ کے

اندر ظالم بادشاہ کے ہاتھ بار بار شل ہو جاتا ملاحظہ نہیں کیا اور جنگ بدر کے اندر مسلمانوں کا کافروں کو دو ہزار نظر آنا اور کافروں کا مسلمانوں کو تین سو تیرہ سے بھی کم نظر آنا قرآن مجید میں نہیں دیکھا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: یروہم مثلہم رای العین

ترجمہ: کافر مسلمانوں کو اپنے آپ سے دو گنا دیکھتے تھے اور مسلمان کافروں کو اپنے آپ سے کم دیکھتے تھے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: یقللہم فی اعینکم

عطائی اختیار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو عطائی اختیار موثر نہیں ہوتا کئی بار ہم ایک چیز کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ کام ہمارے بس کے اندر بھی ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہیں ہوتی تو وہ کام وقوع پذیر نہیں ہو پاتا۔ عطائی اختیار کسی چیز کو وقوع پذیر کرنے کا سبب تو ہے لیکن علت تامہ نہیں ہے جس طرح آگ جلانے کا سبب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو نہیں جلا سکتی۔

جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ کے فرمان یا نار کوئی بردا کے تحت آگ ٹھنڈی ہو گئی۔

مولوی سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ

فافہم وتدبر ولا تکن من الغفلین

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر نویں دلیل:

شفاء شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنگ بدر میں لڑ رہے تھے تو ان کا ایک ہاتھ مبارک کٹ گیا لیکن ایک معمولی سا حصہ

کٹنے سے بچ گیا اور لٹکتا رہا جو کہ لڑائی میں رکاوٹ بنا ہوا تھا تو انہوں نے اس کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر جسم سے علیحدہ کر دیا تاکہ کفار کے ساتھ قتال کرنے میں وہ رکاوٹ باقی نہ رہے پھر سرکار علیہ السلام نے اپنے لعاب اقدس سے اس کو جوڑ دیا حضرت علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا لعاب اقدس بھی مشکل کشا اور حاجت روا ہے جس ہستی پاک ﷺ کا لعاب وہن مشکل کشا اور حاجت روا ہو خود ان کی ذات اقدس کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے وہابی حضرات کہتے ہیں کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کا قصد اور ارادہ نہیں ہوتا تو ان سے استفسار یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب اقدس لگا کر ان کے ہاتھ کو درست کر دیا تھا تو کیا نبی کریم علیہ السلام چاہتے نہیں تھے کہ اس کا ہاتھ درست ہو جائے کوئی عقل کا اندھا اور بے بصیرت آدمی ہی کہہ سکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا ارادہ نہیں تھا اور بغیر ارادہ کے ہی آپ نے ان کے کٹے ہوئے ہاتھ کو جوڑ دیا جب وہ وہابی حضرات دجال کو اس کے استدراج میں با اختیار سمجھتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو معجزہ کے صادر کرنے میں با اختیار کیوں نہیں سمجھتے شاید اسی لئے امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بہر

ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر دسویں دلیل:

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا ایک جبہ مبارک تھا جو کہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جب ان کا وصال ہو گیا تو اسے میں نے حاصل کر لیا ہم اس جبہ مبارک کو دھو کر پانی مریضوں کو پلاتے ہیں اور شفاء حاصل کرتے ہیں۔ (مسلم شریف جلد اول)

وجہ استدلال:

جب نبی پاک علیہ السلام کے جسد اقدس سے مس ہونے والے جبہ مبارک کا یہ مقام ہے کہ اس کا غسل مریضوں کے لئے شفاء بخش ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کا کیا مقام ہوگا جن کے جسد اقدس سے مس ہونے کی وجہ سے وہ اتنی برکات کا حامل ہے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی شان کا کیا اندازہ لگا یا جاسکتا ہے اور آپ کے مشکل کشا اور حاجت روا ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے متصرف ہونے پر گیارہویں دلیل:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضور علیہ السلام کے چند موئے مبارک تھے (جن کو انہوں نے چاندی کی ڈبیوں میں رکھا ہوا تھا) جب کسی کو نظر بد لگ جاتی یا کوئی اور مصیبت پہنچتی تو وہ پانی کا تغار حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجتا آپ سرکار علیہ السلام کے موئے مبارک کو پانی میں ڈبو دیتیں تو اس کے بعد وہ پیر آدمی اس پانی کو پیتے اور شفاء یاب ہو جاتے یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔

(بخاری شریف)

وجہ استدلال:

جب نبی کریم ﷺ کے سر اقدس سے جدا ہونے والے موئے مبارک یہ شان اعجازی رکھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے مریض شفاء یاب ہو جاتے ہیں تو نبی کریم علیہ السلام کی کیا شان ہوگی۔

نوٹ:

وہابی ان تمام احادیث مبارکہ کے جواب میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو معجزات ہیں لہذا ان سے استدلال جائز نہیں۔

تو اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات بھی تو معجزہ ہیں لہذا یہ بھی پیش نہیں کرنی چاہئیں۔ نیز جو چیز شرک ہے وہ بطور معجزہ ہو تو پھر بھی شرک ہے کیا کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ خدائی کا دعویٰ شرک ہے لیکن بطور معجزہ خدائی کا دعویٰ شرک نہیں؟

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر بارہویں دلیل:

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اننى اعطيت بمقتابى حوائن الارض

ترجمہ:

مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں

یہ حدیث مبارک ہمارے دعویٰ پر قطعی الدلائل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مختار

کل ہیں

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کی تیرھویں دلیل:

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک ہے کہ نبی علیہ السلام ارشاد فرماتے

ہیں۔

بينما انا نائم اوتيت بمفاتيح خزائن الارض فوضعت في يدي

ترجمہ:

میں سویا ہوا تھا کہ تمام زمین کی چابیاں میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔

حضرت علامہ خفاجی اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام تمام دنیا کے خزانوں کے مالک ہیں اور حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زمین و آسمان اور تمام ملک و ملکوت میں حاکم ہیں۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صفدر نے اپنی کتاب راہ ہدایت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کے قصد کو دخل نہیں ہوتا۔

مولوی سرفراز صاحب صفدر نے حضرت شیخ صاحب کا یہ حوالہ بڑے طمطلراق سے پیش کیا ہے کیا حضرت شیخ کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں گے جو ہم نے پیش کی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر چودھویں دلیل:

نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

اوتيت بمقاليد الدنيا على فرس ابلق

ترجمہ:

تمام دنیا کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس ایک ہلکے گھوڑے پر لا کر لائی

گئیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک کے اندر بھی ہر اس شخص کیلئے جس کی بصارت پر ابلیس نے بغض رسالت کی پٹی نہ باندھ دی ہو اور جس کی بصیرت مآؤف نہ ہو چکی ہو اس امر کا وافر ثبوت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر پندرھویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

واعلموا انما الارض لله ورسوله

ترجمہ:

جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

بخاری شریف کے اندر حدیث پاک جو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے پانی کی کمی ہو گئی تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو جس کے پاس بھی کوئی پانی بچا ہو تو

لے آؤ۔ چنانچہ لوگ ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا نبی کریم علیہ السلام نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور فرمایا آؤ کہ وضو کا پانی اور خدا کی برکت حاصل کرو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمے کی طرح پھوٹ رہا ہے۔

اسی لئے امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ثونے ہیں پیا سے جھوم کر
ندیاں بنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا یہ کہنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ یہ عقیدہ باطلہ ہے اور یہ صحیح حدیث کی تکذیب ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر سولویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے وضو کیلئے پانی طلب فرمایا جب نہ ملا تو مجھ سے فرمایا کہ لشکر میں سے پانی کو تلاش کرو میں نے تلاش کرنے کے بعد عرض کیا کہ قافلہ بھر میں ایک قطرہ بھی پانی نہیں ملا۔ ایک انصاری نبی کریم علیہ السلام کے لئے اپنی مشک میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس جا کر دیکھو ہو سکتا ہے اس کی مشک میں پانی ہو جب دیکھا گیا تو اس میں معمولی پانی تھا نبی کریم ﷺ نے پانی کو ہاتھ مبارک پر لیا اور اس پر کچھ پڑھا پھر اس کو اپنے ہاتھ پر ملنے لگے اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اس کسی کے پاس لب ہو جو پورے قافلے کو کافی ہو جائے وہ اس لب کو لے آئے چنانچہ ایک بڑا لب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ مشکیزہ لو اور پانی کو میرے ہاتھ پر ڈالو میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی ہاتھوں پر سے برتن میں ڈالا تو میں نے دیکھا کہ پیہے آپ کی انگلیوں سے پانی نکلا پھر پورے لب میں پھیل گیا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک صحیح مسلم شریف میں بھی موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جب چاہیں اپنی انگلیوں مبارک سے پانی کے چشمے جاری کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر سترھویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لشکر میں پانی نہیں تھا تو سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس معمولی پانی ہے تو ہم نے عرض کیا کہ کچھ تو ہے تو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا جس میں معمولی پانی تھا آپ نے اپنی مبارک انگلیاں برتن کے اوپر پھیلائیں تو آپ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے جو انتہائی بدتمیزی

کے ساتھ کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں اور اہل سنت کے اس عقیدہ کی پرزور تائید ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اگرچہ یہ حدیث پاک مولوی سرفراز نے بھی کئی بار پڑھائی ہوگی لیکن بات وہی ہے۔

فانها لاتعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور
نیز ارشاد ربانی ہے

فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضاً

نبی محترم ﷺ کے مختار کل ہونے پر اٹھارویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سرکار علیہ السلام کے ساتھ سفر میں تھا کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ ﷺ کے سامنے ایک برتن میں معمولی سا پانی پیش کیا گیا آپ نے اس میں اپنی متبرک انگلیاں پھیلا دیں اس کے بعد فرمایا کہ آؤ وضو کے پانی کی طرف اور اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی برکت کی طرف۔

میں نے دیکھا کہ پانی پھوٹ پھوٹ کر آپ کی انگلیوں سے نکلنے لگا حتیٰ کہ تمام صحابہ نے وضو بھی کر لیا اور پی بھی لیا اور اس وقت صحابہ کرام کی تعداد چودہ سو تھی۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک مسلم شریف کے اندر موجود ہے اور یہ حدیث پاک مسند امام احمد کے اندر بھی موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام متصرف فی الکائنات ہیں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختار کل ہونے پر انیسویں دلیل:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی ایک اور حدیث پاک مروی ہے کہ صلح حدیبیہ میں ان کو پانی نہ مل سکا اور ان کو سخت پیاس لگی نبی کریم ﷺ کے سامنے چمڑے کا تھیلہ تھا آپ نے اس سے پانی لے کر وضو فرمایا لوگ پانی دیکھ کر بے تاب کی صورت میں اس طرف لپکے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ وضو کیلئے پانی ہے اور نہ ہی پینے کیلئے بس یہی ہے جو آپ کے پاس ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے تھیلے میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا اور پانی خوب بیا اور لوگوں کو بھی پلایا اور وضو بھی کیا اور لوگوں نے بھی اس سے وضو کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ تم اس وقت کتنے تھے تو آپ نے فرمایا ہم پندرہ سو تھے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی تھا۔ یہ حدیث پاک بخاری شریف مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مافوق الاسباب امور میں متصرف ہیں اور آپ اپنی شان اعجازی سے قلیل پانی کو بھی

لاکھ آدمیوں کیلئے سیرابی کا باعث بنا سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر بیسویں دلیل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مقام زورار میں تھے نماز کا وقت ہو گیا لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا تو نبی پاک علیہ السلام نے پیالہ منگوا لیا جس میں بالکل معمولی سا پانی تھا آپ نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں سے نکلنے لگا اس وقت صحابہ کرام کی تعداد تین سو تھی اور پانی سب کیلئے کافی ہو گیا تو یہ حدیث پاک بھی ہمارے اس دعویٰ پر واضح برہان ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں یا یہ کہنا کہ رسول کے چاہنے سے معاذ اللہ کچھ نہیں ہوتا اس حدیث پاک کی رو سے سراسر باطل اور مردود ہے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک مسلم شریف اور مسند امام اعظم میں موجود ہے۔

نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختار کل ہونے پر اکیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک رات پانی ختم ہو گیا صبح کے وقت نبی پاک ﷺ نے پانی کا برتن منگوا لیا۔ جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس سے مختصر وضو فرمایا اور اس سے جو پانی بچا تھا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا آگے چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا۔

جب دن خوب چڑھ گیا اور سورج کی گرمی سے ہر چیز جلنے لگی تو لوگوں نے

آپ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو پیاس سے مر گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا اور تم پر کوئی ہلاکت نہیں یہ فرما کر آپ ﷺ نے وضو کے پانی کا برتن منگوا لیا اور برتن دیکھ کر اس پر لوگ امنڈ پڑے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے اخلاق ٹھیک کرو تم میں سے کوئی بھی پیاسا نہیں رہے گا تم سارے سیراب ہو جاؤ گے سرکار علیہ السلام نے پانی اٹھایا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سارے لوگ سیراب ہو گئے نبی کریم علیہ السلام اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو پیاسا رہا ہو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ خود نوش فرما لیجئے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پہلے تو پی لے کیونکہ پلانے والا سب سے آخر میں پانی پیتا ہے۔

نوٹ:

حدیث پاک کے یہ الفاظ جان و ہایت پر کو کب شہابی ہیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں کو پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔

حالانکہ نبی پاک ﷺ تو پانی اٹھیل رہے تھے اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پلا رہے تھے لیکن چونکہ اصل ساقی نبی کریم ﷺ ہی تھے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کے معجزہ کی وجہ سے اور خدا داد اختیار کی وجہ سے پانی میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ پورے لشکر کو کفایت کر گیا اس لیے نبی کریم علیہ السلام نے اپنے آپ کو ساقی (پلانے والا) فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ہر اس شخص کیلئے جو شرم و حیا کا کوئی ذرہ بھی رکھتا ہو

اور غیرت ایمانی کا کوئی شبہ بھی رکھتا ہو یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی ﷺ مختار کل ہیں۔ اور اس حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ میں غور کرنے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ معجزات کے صادر کرنے میں ہا اختیار ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس برتن کو سنبھال کر رکھو عنقریب اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا نیز سرکار علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی کہ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے کوئی بھی پیاسا نہیں رہے گا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنی ذات اقدس پر اتنا اعتماد تھا کہ میں اس قلیل پانی کو پورے لشکر کیلئے پیاس بجھانے کا سبب بنا سکتا ہوں اگر نبی کریم علیہ السلام کا یہی نظریہ ہوتا کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو سرکار علیہ السلام کے مذکورہ بالا ارشادات درست نہ ہوتے۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر بائیسویں دلیل:

بخاری و مسلم کی متفق حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ خندق کے موقع پر نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا ہے سرکار علیہ السلام خود تشریف لائیں اور چند آدمی اور ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔

يا هاهل الخندق حي هلا بكم قد صنع لكم جابر سورا

ترجمہ:

اے خندق والو! سارے آ جاؤ تمہارے لئے جابر نے کھانا تیار کیا ہے پھر نبی کریم ﷺ خود تشریف لے گئے اور ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ روٹیاں پکانے والی کو بلاؤ پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے لعاب دہن کو آٹے میں ڈالا تو نبی کریم علیہ السلام نے وہ کھانا جو چند آدمیوں کے لئے تیار کیا گیا تھا اس

سے ہزار آدمیوں کو سیر فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

انا عجبت کمنجز کما هو وان ہرمتنا لتفظ کما ہی

آٹے کے اندر بھی کوئی کمی نہ آئی اور سالن کے اندر بھی کوئی کمی نہ آئی۔

نوٹ:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب کسی دعوت دی جائے تو مہمان میزبان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو ساتھ نہیں لے جاسکتا لیکن یہاں نبی کریم علیہ السلام کو جب عرض بھی کر دیا گیا کہ صرف آپ جلوہ افروز ہوں اور آپ کے ساتھ صرف چند آدمی ہوں اس کے باوجود نبی علیہ السلام نے عام اعلان کر دیا کہ اے خندق والو! تم تمام آ جاؤ جابر نے تمہارے لئے کھانا تیار کروایا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی پاک علیہ السلام کو اپنے آپ پہ اعتماد تھا کہ میں آٹھ دس آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمی کو کھلا سکتا ہوں تو وہابی حضرات کو چاہیے کہ اس حدیث پاک کا بار بار مطالعہ کریں اور غور کریں کہ اگر ہم کسی کھانے میں تھوک دیں تو کیا اس کے اندر اسی طرح برکت پیدا ہو جائے گی؟ یا اس کا یہ اثر ظاہر ہوگا کہ جو پہلے کھانے کیلئے تیار بیٹھے ہیں وہ بھی کھانے سے انکار کر دیں گے۔ اور تھوکنے والے کی دماغی کیفیت کے بارے میں سوچ بچار میں مصروف ہو جائیں گے بلکہ تھوکنے والی کی اس حرکت کی وجہ سے اس کے ساتھ کوئی ناروا سلوک بھی کیا جاسکتا ہے لہذا وہابی حضرات کو چاہیے کہ نبی پاک ﷺ کو اپنے آپ پر قیاس نہ کیا کریں اور اس عقیدہ باطلہ پر اصرار نہ کیا کریں کہ نبی کریم علیہ السلام ہماری طرح مجبور اور بے اختیار ہیں بلکہ وہابی حضرات کو چاہیے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں اور نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر

ایمان لے آئیں تاکہ کل قیامت کے دن ان کو بچھٹانا نہ پڑے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

نبی کریم ﷺ کے متصرف امور کلیہ ہونے پر تیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی پر قرضہ تھا اور وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد میں نے اپنے والد کے قرض خواہوں کو کہا کہ پورا باغ لے لو اور قرضہ معاف کر دو لیکن انہوں نے میری اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا میں نے نبی کریم ﷺ سے سفارش کروائی لیکن انہوں نے سرکار علیہ السلام کی سفارش قبول کرنے سے انکار کر دیا اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے مجھے حکم دیا کہ تم کھجوروں کو جمع کرو اور کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دو اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام ایک ڈھیر پر خود جلوہ افروز ہوئے اور اسی سے سارا قرضہ ادا فرما دیا اور اس ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ مختار کل ہیں اور مخلوق خدا کی حاجت روائی پر قادر ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام کے اذن سے جب چاہیں جو بھی چاہیں تصرف فرمائیں۔

انہیں احادیث کو دیکھتے ہوئے شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے

اہل الملکات میں فرمایا کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کر
اخواہد باذن پروردگار خود بہ دہد۔

کہ تمام خزانے نبی کریم علیہ السلام کے قبضے میں ہیں آپ جس کو چاہیں جو چاہیں اللہ کے اذن سے عطا فرمادیں۔

اس کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک شعر لکھا ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری

بدر گاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن

ترجمہ:

اگر تو دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے تمنا کر۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چوبیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں کھانا بھیجا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کیا تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے عرض کیا جی ہاں پوچھا کیا کھانا دے کر بھیجا ہے عرض کی جی ہاں تو آپ نے فرمایا کھانا لے چلو ہم ابھی آتے ہیں نبی کریم علیہ السلام تمام صحابہ کو لے کر حضرت ابو طلحہ کے گھر کی طرف چلے حضرت ابو طلحہ نے ام سلیم سے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام تشریف لارہے ہیں اور صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ ہم سب کو کھلائیں تو اس پر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ و رسولہ علم سرکار علیہ السلام کے ساتھ ستر یا اسی آدمی تھے سب نے کھانا سیر ہو کر کھایا اور کھانے کے اندر کوئی کمی واقع نہ

ہوئی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ کے اذن سے مختار کل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چھبیسویں دلیل:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زینب بنت جحش [کے ساتھ شادی فرمائی تو شب زفاف کے بعد حضرت ام سلیم] نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کچھ حلوہ دے کر نبی کریم علیہ السلام کی طرف بھیجا تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کہ بلا لاؤ اصحاب صفہ کی تعداد تین سو تھی وہ سارے حاضر ہو گئے اور حلوہ تناول فرمانے لگے حتیٰ کہ سارے اس سے سیر ہو گئے حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتہ کہ جس وقت رکھا گیا اس وقت زیادہ تھا یا جس وقت اٹھایا گیا اس وقت زیادہ تھا۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک بھی اس امر پر روشن دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان اعجازی سے طعام کی قلت کو کثرت میں تبدیل کر دیا جاتا۔

نبی کریم ﷺ کے مختار کل ہونے پر چھبیسویں دلیل:

صحیح بخاری شریف، مسلم اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک جگہ تشریف فرما تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس آیت کریمہ کا مطلب پوچھا۔

وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اس آیت کا مطلب بتا دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ان سے بھی اس آیت کریمہ کا مطلب دریافت فرمایا تو انہوں نے بھی اس آیت کریمہ کا مطلب بتا دیا پھر نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے نبی کریم علیہ السلام سے بھی اس آیت کا مطلب دریافت کیا تو نبی کریم علیہ السلام ان کے سوال پر مسکرائے اور ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور فرمایا جاؤ اور دودھ کا پیالہ اٹھا لاؤ جب وہ اٹھا لائے تو فرمایا جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ کاش نبی کریم دودھ کا یہ پیالہ مجھے ہی عطا فرما دیتے تاکہ میری بھوک اس کے ذریعے سے ختم ہو جاتی لیکن نبی کریم ﷺ کے حکم کی وجہ سے ستر صحابہ کرام کو بلا لائے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ان سب کو وہ دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے پھر حضرت ابو ہریرہ کو ارشاد فرمایا کہ تم پیو انہوں نے نوش فرمایا پھر نبی کریم علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ اور پیو چنانچہ انہوں نے مزید دودھ نوش فرمایا سرکار علیہ السلام نے پھر ارشاد فرمایا کہ اور پیو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو میرے پیٹ میں مزید گنجائش ہی نہیں ہے تو نبی کریم ﷺ نے ان کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات مہر نیم روز کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے اذن سے متصرف امور کا یہ ہیں۔

نوٹ:

اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ استاد کیلئے شاگرد کا اور شیخ کیلئے مرید

کا جھوٹا پل لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث پاک کی ترجمانی بریلی کے تاجدار نے یوں فرمائی۔

کیوں جناب بوہر یہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

صاحب لواک ﷺ کے متصرف امور دنیا و عقبی ہونے کیلئے ستائیسویں دلیل:

صحیح بخاری شریف کے ائمہ حدیث مقدسہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک مرتبہ صلوٰۃ کسوف پڑھائی تو نبی کریم علیہ السلام نماز میں آگے بڑھے پھر پیچھے بٹے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے دیکھا آپ آگے بڑھے اور پھر پیچھے بٹے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے ایک خوشے کو پکڑا اگر میں اس کو لے لیتا تو تم قیامت تک اس کو کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث مطہرہ سے واضح ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جنت کے اندر بھی تصرف فرما سکتے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ جنت کے مالک ہیں۔ کیونکہ اگر نبی کریم علیہ السلام جنت کے مالک نہ ہوں تو آپ کیلئے یہ تصرف کرنا جائز ہی نہیں ہوگا اس حدیث مبارکہ سے نبی کریم علیہ السلام کے دست قدرت کا کمال بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ یہاں (زمین سے) ہاتھ بڑھائیں سات آسمانوں سے پرے جنت میں ہاتھ پہنچ جائے جبکہ زمین سے پہلے

آسمان کی مسافت پانچ سو سال ہے اور اتنی ہی اس کی موٹائی ہے اور اسی طرح سات آسمانوں کی پانچ سو سالہ مسافت اور پانچ سو سالہ موٹائی یہ کل سات ہزار سال کی مسافت ہے تو نبی کریم ﷺ اگر چاہیں تو زمین پر کھڑے ہو کر سات ہزار سال کی مسافت تک دور جنت میں تصرف فرما سکتے ہیں۔

نوٹ:

جامع ترمذی شریف میں یہ حدیث پاک موجود ہے کہ ہر آسمان کی مسافت دوسرے آسمان تک پانچ سو سال ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی پانچ سو سال پر مشتمل ہے۔

اسی لئے تو امام اہلسنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلی نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

صاحب لواک ﷺ کے مختار کل ہونے پر اٹھائیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ جنگ جہوک کے موقع پر جب صحابہ کرام کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی تو انہوں نے فاتحہ کی وجہ سے اپنے اپنے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت نبی کائنات ﷺ سے حاصل کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنے ان لشکریوں کے پاس جو کچھ بھی کھانے کا سامان ہے آپ اس میں برکت کی دعا فرمائیں اور اونٹ ذبح کرنے کا حکم جو آپ

نے ارشاد فرمایا ہے وہ منسوخ فرمادیں نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس جو چیز ہے وہ حاضر خدمت کر دے تو جن جن صحابہ کرام کے پاس جو بھی چیز تھی انہوں نے وہ دربار مصطفیٰ ﷺ میں پیش کر دی حتیٰ کہ معمولی مقدار کچھ چیزیں جمع ہو گئیں اس کے بعد تاجدار کائنات ﷺ نے دعا فرمائی اور ان قلیل اشیاء میں ایسی برکت ہوئی کہ تمام لشکریوں کیلئے وہ چیزیں کافی ہو گئیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام معجزہ کے صادر کرنے میں با اختیار بھی ہیں اور اس حدیث پاک سے اس عقیدہ باطلہ کا بھی رد ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ ہوتا کہ میری چاہت سے کچھ نہیں ہو سکتا تو آپ حضرت عمر کو نوک دیتے کہ تمہیں دعا کیلئے گزارش نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میرے چاہنے سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں لیکن بجائے اس کے کہ نبی پاک ﷺ ان کو ٹوکتے آپ نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور بارگاہ خلاق عالم میں دست دعا دراز کیے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشے ہوئے ان تھوڑی چیزوں میں لاکھ صحابہ کیلئے کفایت عطا فرمادی۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عمر کا یہ نظریہ نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو وہ دربار رسالت مآب میں دعا کیلئے گزارش نہ فرماتے تو حضرت عمر وہ ہستی ہیں جو ملہمیں میں سے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے۔

لقد كان في ما قبلكم من الامم محدثون فان يلبث في امتي احد فعمر
(بخاری شریف)

ترجمہ:

پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن کی طرف الہام کیا جاتا تھا اگر میری امت میں کوئی اس صفت سے متصف ہے تو وہ عمر ابن خطاب ہے۔
جس طرح جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے۔

لو كان بعدى لكان عمر

ترجمہ:

اگر بالفرض میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ
ان الحق ينطق على لسان عمر
کے بے شک اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر کا یہ عقیدہ البہامی عقیدہ تھا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے الہام ہوا تھا کہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں ایسی احادیث کی ترجمانی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی زبان شعری میں فرمائی۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کٹھی کہیں
اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

تاجدار دو جہاں ﷺ کے کلی مختار ہونے پر اکتیسویں دلیل:

مشکوٰۃ شریف، شرح السنۃ الوفاء المسد رک میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام مہدی کے خیمہ میں تشریف لے گئے وہاں ایک لاغر بکری کھڑی تھی۔ جو چلنے پھرنے سے عاجز تھی لیکن نبی کریم علیہ السلام نے اس سے اتنا دودھ نکالا کہ ان کے گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے اس حدیث کو امام حاکم نے اور علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث پاک اس امر پر صریح دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اس امر کا اختیار حاصل ہے کہ جس بکری میں دودھ کی صلاحیت نہ ہو اس سے بھی دودھ حاصل کر لیتے ہیں لہذا ان لوگوں کو اپنے اس عقیدہ باطلہ پر نظر ثانی کرنی چاہیے جس عقیدہ کی رو سے وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام عاجز اور بے اختیار ہیں ان کی ایسی جسامتوں کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

کرے مصطفیٰ کی ابائشیں کھلے بندوں اس پہ یہ جہاں تیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

اسی طرح ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں۔

ذکر رو کے فضل کا نے نقص کا جو یاں رہے

پھر کہے مردک کہ ہوں میں امت رسول اللہ کی

جان دو عالم ﷺ کے متصرف فی العالمین ہونے کی تیسویں دلیل:

صحیح ابن حبان اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عبداللہ ابن

مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو سرکار علیہ السلام نے فرمایا ایسی بکری لے آؤ جس کے ساتھ نرنے جفتی نہ کی ہو وہ لے آئے تو سرکار علیہ السلام نے اس بکری سے بھی دودھ حاصل کر لیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نبی پاک ﷺ کے اس معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

نبی کل عالم ﷺ کے مختار کل ہونے پر اکتیسویں دلیل:

بخاری شریف اور مسلم شریف کی تفسیق علیہ حدیث ہے کہ کفار نے نبی کریم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا تفسیر قرطبی اور فتح الباری کے اندر یہ اضافہ بھی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم اسلام لاؤ گے۔ لیکن انہوں نے وعدہ کرنے کے باوجود اور چاند کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھنے کے باوجود اسلام قبول نہ کیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی انگلی کے اشارے سے اڑھائی لاکھ میل دور چمکنے والے چاند کو دو ٹکڑے کر کے رکھ دیا تو اس سے نبی پاک ﷺ کا آسمانوں کے اندر بھی متصرف ہونا ثابت ہو گیا۔ تو اہل سنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام آسمان کے اندر بھی متصرف ہیں اور زمین کے اندر بھی۔

نور مجسم شفیع معظم کے متصرف ہونیکی تیسویں دلیل:

مشکوٰۃ شریف۔ مسند امام احمد۔ ذاری اور المسد رک کے اندر حدیث پاک

موجود ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک اعرابی حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ کون آپ کی نبوت پر گواہی دیتا ہے۔

نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا وہ درخت جو اس طرف کھڑا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے اس درخت کو بلایا اور اس سے تین دفعہ گواہی طلب کی تو درخت نے تین مرتبہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم روف الرحیم ﷺ کی نبوت کی گواہی دی اور پھر واپس درخت اپنی جگہ پر چلا گیا اور وہ اعرابی مسلمان ہو گیا علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام حاکم نے مستدرک میں اس کو صحیح قرار دیا ہے علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صراحت پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نباتات و جمادات پر بھی حکومت عطا فرمائی ہے۔

علامہ بوصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور قصیدہ قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

جاءت لدعوتہ الاشجار ساجدة

تمشی الیہ علی ساق بلا قدم

نوٹ:

اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں لکھتا ہے کہ یہ قصیدہ مبارکہ الہام خداوندی سے لکھا گیا۔

تاجدار ہر دوسرا کے متصرف ہونے پر تین تیسویں دلیل:

جامع ترمذی کے اندر حدیث پاک ہے کہ ایک اعرابی نے نبی پاک ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کیا کہ میں کیسے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر میں کھجور کے اس خوشے کو بلاؤں تو کیا تو میری نبوت کی تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا جی ہاں تو نبی کریم ﷺ نے کھجور کے خوشے کو بلایا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ واپس چلا جا تو وہ واپس بھی چلا گیا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی پاک علیہ السلام نباتات پر بھی حاکم ہیں۔

احمد مختار علیہ رحمۃ اللہ کے مختار کل ہونے پر چوتھیں سو دلیل:

صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم روف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اللہ يعطی وانما انا قاسم

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد

فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ علم بھی تقسیم کرتے ہیں اور اموال بھی تقسیم کرتے ہیں اور تمام دینی و دنیاوی نعمتیں نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھوں سے نکلتی ہیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے سید دو عالم ﷺ کا کونین کی نعمتوں کو بانٹنے والا ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور اسی حدیث پاک کی ترجمانی بریلی کے تاجدار نے یوں فرمائی۔

نعمتیں بانٹتا جس سے وہ ذیشان گیا

ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم ان گیا

رحمت دو عالم ﷺ کا اختیارات کلیہ کے حامل ہونے پر پینتیسویں دلیل:

مسند ابویعلیٰ میں روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یا مالک الناس اور نبی کریم علیہ السلام اس بات کو سن کر خاموش رہے منع نہیں فرمایا۔ (مسند ابویعلیٰ جلد ۶)

نوٹ:

مجمع الزوائد میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

وجہ استدلال:

جب نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ تمام لوگوں کے مالک ہیں تو نبی پاک علیہ السلام کا عقیدہ بھی یہی ہوا کہ آپ تمام لوگوں کے مالک

ہیں کیونکہ اگر یہ بات غلط ہوتی تو نبی پاک علیہ السلام منع فرما دیتے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی لئے ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو غلط اعمال اور عقائد سے بچائیں۔ اگر مولوی سرفراز صاحب صفدر کو لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر ہے اور وہ ہر وقت بزعم خویش اس امر میں کوشاں رہتے ہیں تو پھر نبی کریم ﷺ جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث غلط عقائد کے خاتمے اور لوگوں کو شرک سے ہٹا کر سچا پکا موصد بنانے کیلئے فرمایا ہے تو ان کا لوگوں کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں کیا حال ہوگا۔

شب اسری کے دولہا ﷺ کے مالک اختیارات کلیہ ہونے کی چھتیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں سرکار کا فرمان ذیشان ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر تھا ایک آدمی آیا اس نے ایک قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا نبی کریم علیہ السلام نے اس کی قرأت کی تصدیق فرمائی پھر دوسرا آدمی آیا اس نے دوسری قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا اس کی بھی آقائے عالمین نے تائید فرمائی اور ایک اور آدمی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پہلے دونوں حضرات سے مختلف طریقے سے قرأت کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی تصدیق فرمائی حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں ایسی تکذیب پیدا ہوئی جو نور ایمان سے پہلے بھی پیدا نہیں ہوئی تھی جب نبی پاک نے میرے دل کی کیفیت کو دیکھا تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میرے دل سے سب تکذیب زائل ہو گئی اور ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور نبی آخر الزمان ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے دوبارہ مجھے ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور میرا دل نور ایمان سے روشن ہو گیا۔

نوٹ:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشرف علی تھانوی نے التلخیص میں لکھا ہے کہ اس حدیث پاک میں نبی کریم علیہ السلام کے تصرف کا ثبوت ہے تو اگر مخالفین حدیث پاک کو نہیں مانتے تو کم از کم اپنے حکیم الامت کی بات کو تسلیم کر لیں کیونکہ وہابی حضرات کے دل میں نہ قرآن کی عظمت ہے نہ حدیث رسول کی عظمت ہے بلکہ صرف اپنے اکابرین کا احترام ہے اسی لئے اپنے اکابرین کی گستاخانہ عبارتوں کو درست تسلیم کر کے اپنے آپ کو جہنم میں لے جا رہے ہیں تو ان کو چاہیے کہ اپنے اکابرین کی ان عبارات کو بھی مانیں جن سے شان رسالت مآب ﷺ ظاہر ہوتی ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک میں اس امر کا دافر سامان موجود ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ کی عطا سے اس امر پر قادر ہیں کہ ظلمت کفر کو نور ایمان سے تبدیل فرمادیں اسی لیے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان الله اعطاهم القدرة ما لا جله يتصرفون في بواطن الخلق

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ایسی قدرت عطا فرمائی جس کے ذریعے وہ مخلوق کے دلوں میں تصرف کر سکتے ہیں۔

سید المرسلین ﷺ کے حاکم ہونے پر سینتیسویں برہان:

صحیح مسلم شریف میں سرکار علیہ السلام نے ما یطق عن الہوی والی زبان سے

ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک لڑکا تھا جو ایک راہب کے زیر تربیت تھا سرکار علیہ السلام اس لڑکے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كان ذالک الغلام ابوی الاکثمہ والابرص یداوی الناس من سائر الادواء ترجمہ:

وہ لڑکا مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتا اور برص کے بیماروں کو تندرست کرتا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کیا کرتا تھا۔

وجہ استدلال:

جب بنی اسرائیل کے راہب کی صحبت میں رہنے والا ایک لڑکا اتنا با اختیار ہو سکتا ہے کہ برص کی بیماری کو ختم کر دے اور اندھوں کو آنکھیں دے دے اور باقی بیماریوں کا علاج کرنے پر بھی قادر ہو (من حیث الکسب) پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جو اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور تمام انبیاء کے سردار ہیں پھر آپ کے بارے میں یہ کہنا کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں نیز یہ کہنا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے متصرف ہونے پر اڑتیسویں دلیل:

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرانور رکھ کر محو استراحت تھے اور نبی کریم علیہ السلام عصر کی نماز پڑھ چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے ابھی عصر کی نماز پڑھنا تھی تو نبی کریم علیہ السلام ان کی گود میں سر رکھ کر آرام فرماتے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تو جب نبی پاک ﷺ بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا اے علی کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے دعا کی۔

اللهم ان علیا کان فی طاعتک و طاعة رسولک فازدہ علیہ الشمس

ترجمہ:

اے اللہ بے شک علی تیری اطاعت میں تھا اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا پس تو اس پر سورج کو لوٹا دے تو پھر سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ پھر طلوع ہو گیا۔

نوٹ:

اس حدیث کو امام غماوی نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے علامہ نور الدین سیوطی نے مجمع الزوائد میں فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ مولوی اوریس کاندھلوی اپنی کتاب سیرت مصطفیٰ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیتا ہے۔

جو لوگ اس حدیث کی صحت کے بارے میں تفصیلی حوالہ جات دیکھنا چاہتے ہیں وہ راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ میں مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ان لوگوں کی شدید تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث پاک سے صراحۃً یہ ثابت ہو رہا

ہے کہ ڈوبا ہوا سورج نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے ہی واپس آ گیا اور حضرت علی کی نماز قضا نہ ہوئی۔

نوٹ:

اس مضمون کی ایک حدیث معجم اوسط طبرانی میں ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے بعد غروب ہونا ابھی غروب نہ ہونا تو سورج کچھ دیر کے لیے رک گیا۔

علامہ حیمشی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور علامہ علی قاری نے بھی موضوعات کبیر میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی ترجمانی میں ملک خن کے شاہ احمد رضا خان فاضل بدلی فرماتے ہیں۔

صاحب رجعت شمس و شق القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اور مقام پر یوں رقمطراز ہیں۔

سورج آتے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی ﷺ

مالک کونین رحمۃ اللہ علیہ کے مختار کل ہونے پر انتالیسویں دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کی بارگاہ میں روتے ہوئے حاضر ہوئے اور روتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ آپ کی شان میں گستاخی کرتی ہے اس لئے میں سخت پریشان ہوں آپ میری والدہ کیلئے ہدایت کی دعا فرمائیں تو نبی کریم علیہ السلام نے دعا فرمائی اللہم اہدہام ابی ہریرہ۔

ترجمہ:

اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سرکار کے دعا فرمانے کے بعد میں جب اپنے گھر کی طرف دوڑتے ہوئے گیا گھر کا دروازہ بند تھا اور میری والدہ غسل فرما رہی تھیں تو کچھ دیر کے بعد انہوں نے دروازہ کھولا اور گلہ شریف پڑھ رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی اور نبی کریم علیہ السلام کی رسالت کی گواہی دے رہی تھیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ضبیث وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی پرزور تردید ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہابی حضرات ہی ارشاد فرمائیں یہ ان کے ترجمان سرفراز خان صفدر جن کی ساری عمر قرآن و حدیث اور اقوال علما کی تحریف معنوی کرتے ہوئے گزر گئی کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے تو آپ ان کی ہدایت چاہتے تھے یا نہیں اگر چاہتے تھے تو تمہارا یہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاہنے ہی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ مسلمان ہو گئیں اور اگر سرفراز صاحب فرمائیں کہ سرکار علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ ابو ہریرہ کی والدہ مسلمان ہو جائیں تو پھر آپ علیہ السلام نے دعا کیوں کی؟ کیا معاذ اللہ سرکار کے دل میں اور بات تھی اور زبان پر اور بات تھی حالانکہ یہ وہابیہ کا شیوہ ہے۔

يقولون با فواہمہم ما لبس فی قلوبہم

اس لئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ وہابیہ کی اسی صفت کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

ذکاب فی ثیاب لب پہنکھہ دل میں گستاخی

سلام اسلام لحد پہ کہ تسلیم زبانی ہے

محبوب رب المشرقیین ﷺ کے تصرفات پر چالیسویں دلیل:

مستدرک۔ ابن حبان اور ابو یعلیٰ میں طبرانی اور مجمع الزوائد کے اندر صحیح حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی جب موسیٰ علیہ السلام یہاں سے گزریں تو میری لاش مبارک (جسد اقدس) کو اپنے ساتھ لے جائیں تو جب موسیٰ علیہ السلام وہاں (مصر) میں پہنچے تو لوگوں سے پتہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر انور کہاں ہے تو تمام لوگوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے اپنے والی جنت عطا فرمائیں اور میری جوانی واپس لوٹا دیں تو میں آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم کی طرف رہنمائی کروں گی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے تیری جوانی تو واپس لوٹا سکتا ہوں لیکن اپنے والی جنت تجھے عطا نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اپنے والی جنت عطا کر دو تو انہوں نے اس کو عطا فرما دی۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت عطا کرنے کے اختیار سے سرفراز فرمایا تھا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام جنت عطا فرما سکتے تو نبی پاک علیہ السلام جن کے امتی ہونے کی تمنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے رہے ہیں۔ ان کی قدرت اور اختیار کا کیا عالم

ہوگا اور نبی کریم ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے ایک اعرابی کو فرمایا جو مانگتا ہے مانگ لے اس اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ایک اونٹنی عطا فرمادیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے اعرابی تجھ سے تو وہ بوڑھی عورت جس نے موسیٰ علیہ السلام سے جنت کا سوال کیا تھا زیادہ ماننے والی ثابت ہوتی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی سے جنت کا سوال کیا تو تجھے ہم نے اختیار دیا کہ جو مانگتا ہے مانگ لے اور تو نے اونٹنی کا مطالبہ کر دیا۔

تو نبی کریم علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مانگتا ہے مانگ لے تو وہ جنت بھی مانگ لیتا تو سرکار علیہ السلام عطا فرمادیتے اسی لئے تو فرمایا کہ تجھ سے تو وہ بوڑھا اچھی تھی جس نے جنت کا مطالبہ کیا اور تو نے دنیوی مال کا مطالبہ کر دیا ہے حالانکہ مسلمان ہونے کے دعویدار کو جنت کی رغبت رکھنی چاہیے۔

كما قال الله تعالى: وفي ذلك فليتنافس المتنافسون
جنت کی نعمتوں کی رغبت کرنی چاہیے رغبت کرنے والوں کو۔ ویسے بھی جنت کی تمنا کرنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے جیسا کہ انہوں نے عرض کیا۔

واجعلني من ورثة جنة النعيم

اے اللہ مجھے جنت کے ورثہ میں سے بنا دے۔

نوٹ:

بعض اہل سنت کہلانے والے نعت خوان اور جھوٹے صوفی جنت کی بہت تحقیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں چاہیے ہمیں سرکار علیہ السلام کا در چاہیے تو ان

کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا پر غور کرنا چاہیے اور شرم و حیا سے کام لینا چاہیے جب اللہ کے غلیل جنت کے طلبگار ہیں تو پھر وہ جنت سے اتنی نفرت کیوں کر رہے ہیں پھر ان کا یہ کہنا بھی بڑا تعجب انگیز ہے کہ ہمیں سرکار کا در چاہیے کیوں کہ سرکار علیہ السلام نے اپنی قبر انور کو بھی جنت قرار دیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے۔

ما بين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة

نیز موطا امام مالک میں حدیث پاک ہے کہ

ما بين قبري ومنبري روضة من رياض الجنة

(بخاری شریف)

لہذا ایسے نعت خوانان کو چاہیے کہ کرم فرمائیں ایسے الفاظ سے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے لہذا انہیں توبہ کرنی چاہیے۔

وسيلتنا في الدارين ﷺ کے مختار کل ہونے پر
اکیا لیسوس دلیل:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مجھے اپنی شرم گاہ کی اور زبان کی حفاظت کی ضمانت دے گا میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں۔ (بخاری شریف)

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم ﷺ جنت کے مالک ہی نہ ہوں اور جنت آپ کے قبضے میں ہی نہ ہو۔ تو پھر نبی کریم علیہ السلام جنت کی ضمانت کیسے دے سکتے ہیں؟

امام القبلتین محبوب رب المشرقین والمغربین کے مالک
کائنات ہونے پر بیالیسویں برہان:

ایک آدمی سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رسول اللہ
میرے باغ کے اندر ایک آدمی کا کھجور کا درخت ہے اور وہ کبھی بلا وجہ بھی باغ میں
داخل ہو جاتا ہے۔ اور مجھے اس کے اس طرح داخل ہونے سے پریشانی لاحق ہوتی ہے
تو نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کو فرمایا کہ تو اپنا باغ مجھے بیچ دے اس نے کہا کہ نہیں
میں باغ نہیں بیچتا چاہتا پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ درخت مجھے بیہ کر دے تو
اس نے دوبارہ انکار کر دیا۔ پھر شاہ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ درخت مجھے جنت کے
درخت کے بدلے بیچ دے تو اس نے اس پر بھی انکار کر دیا تو نبی کریم علیہ السلام نے
فرمایا کہ تجھ سے زیادہ بخیل وہی ہوگا جو اسلام کے معاملے میں بخیل ہو۔

نوٹ:

یہ روایت مسند امام احمد اور طبرانی شریف میں موجود ہے اللہ الربانی میں لکھا
ہوا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا۔

وجہ استدلال:

اگر نبی کریم ﷺ جنت کے مالک نہ ہوتے تو پھر جنت کے پھلوں کی بیج دنیا
میں بیٹھے ہوئے کیسے فرماتے کیونکہ جنت کے پھلوں کی بیج وہی کر سکتا ہے جو جنت کا
مالک ہو۔

صاحب قاب قوسین ﷺ کے متصرف ہونے پر
تینتالیسویں دلیل:

امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مستدرک علی الصحیحین میں یہ
حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے
دوبار جنت خریدی۔

نوٹ:

یہ حدیث جس درجے کی ہے اس حدیث پاک کا مطالعہ کرنے کے بعد
دہائیوں کے وکیل سرفراز صاحب صفدر کے اس قول کا ردِ بلغ ہو جاتا ہے جو اس نے
اپنی کتاب دل کا سرور میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام تو اپنے لئے بھی جنت کے
مالک نہیں ہیں کسی اور کو جنت کیسے دیں گے۔ حالانکہ مولوی سرفراز صاحب کو اس
بات کا علم ہونا چاہیے تھا کہ نبی کریم علیہ السلام لوگوں میں جنت بانٹ رہے ہیں جو
ہستی پاک لوگوں میں جنت تقسیم کر رہی کیا وہ اپنے لئے جنت کے مالک نہیں ہو سکتے۔
مولوی سرفراز صاحب صفدر نے یہ جو گل افشانی فرمائی ہے اس کا پس منظر یہ
ہے کہ اس کے اکابر خلیل احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی اپنی کتابوں (براہین
مقاطعہ - تقویۃ الایمان) میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنے جنتی
ہونے کا بھی علم نہیں ہے۔ حالانکہ مولوی سرفراز اور اس کے پیشوا اگر سورۃ یس کا بھی
مطالعہ کر لیتے تو ان کو وہاں حبیب نجار کا یہ قول نظر آ جاتا کہ جب اس کو جنت میں
داخل کر دیا گیا تو اس نے کہا۔

بلیت قومی بعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین

ترجمہ:

کہ جب اس کو کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم جان لیتی جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمائی اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنایا اسی طرح سورۃ بقرہ میں ارشاد رہانی ہے کہ

وبشر الذين امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجري من تحتها الانهر

ترجمہ:

خوشخبری دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کیلئے ایسے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يا ايها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي

ترجمہ:

اے الطمئنان والے نفس اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اللہ سے راضی ہو اور اللہ تجھ سے راضی ہو اور میرے نیک بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذين امنوا وعملوا الصلحت لنبوا عنهم من الجنة غرفا

ترجمہ:

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ہم ان کو جنت میں بالا خانے عطا فرمائیں گے ان احادیث مبارکہ کی صراحت اور آیات کی واضح دلالت کے باوجود مولوی سرفراز اور اس کے اکابر کا عقیدہ یہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو نہ اپنی نجات

کا علم ہے نہ اپنی امت کی نجات کا علم ہے تو جب دیوبندی حضرات نبی کریم علیہ السلام کو جنتی نہیں مانتے تو آپ کو جنت کا مالک کیسے تصور کر سکتے ہیں وہابی حضرات اس عقیدے کی وجہ سے عیسائیت کی راہ ہموار کر رہے ہیں کیونکہ اگر کوئی عیسائی کسی دیوبندی کو کہے کہ تمہارے نظریہ کے مطابق تمہارے نبی علیہ السلام کو اپنے جنتی ہونے کا علم بھی نہیں تو پھر ان کا کلمہ پڑھ کر اور ان کا امتی بن کے کیا حاصل کرو گے ہمارے نبی کا کلمہ پڑھو جن کی شان تمہارا قرآن بیان کر رہا ہے۔

والسليم على يوم ولدت ويوم اموت ويوم ابعث حيا

حضور سیدنا جد الحسن والحسين علیہ السلام کے متصرف ہونے کی چوالیسویں برہان:

مشکوٰۃ شریف اور دارمی شریف میں حدیث پاک مرقوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدي

ترجمہ:

قیامت کے دن تمام عزتیں اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوة میں یہ الفاظ نقل کیے۔

مفاتيح جنة يومئذ بيدي

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا جنت کا مالک ہونا مہر منیر کی طرح عیاں ہوتا ہے اسی لیے تو اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی

قدس سرہ العزیز نے یوں بیان فرمایا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

اور ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی ﷺ

نبی کریم الصلوٰۃ والتسلیم کے مختار کل ہونے پر پینتا یسویں

دلیل:

صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ تو اس نے کہا کہ میں دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (یعنی ہیرادایاں ہاتھ شل ہے)۔ فی الواقع اس کا دایاں ہاتھ خراب نہیں تھا اس نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کہہ دیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو دایاں ہاتھ کبھی بھی ہلانے سے گناہ کا اس کے بعد اس کا دایاں ہاتھ کبھی اس کے منہ کی جانب نہ اٹھ سکا۔

وجہ استدلال:

آپ کے اس فرمان عالیشان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان کلمہ کن کا حکم رکھتی ہے۔ غالباً اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل محبت نے فرمایا۔

دو زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

شفیع المذنبین ﷺ کے مالک کو نین ہونے پر چھیا یسویں

دلیل:

مشکوٰۃ شریف میں حدیث مبارکہ ہے۔

عادی الارض لله ورسوله

ترجمہ:

ویران زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بیہقی اور طبرانی شریف میں بھی موجود ہے اور اس کی سند حسن

ہے۔ ایک اہم اشکال اور اس کا جواب

(الترغیب والترہیب، مجمع الزوائد، تنقیح الرواۃ)

وہابی حضرات یہاں ایک اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ نبی

کریم علیہ السلام پوری روئے زمین کے مالک ہیں اور جو تم نے دلیل پیش کی ہے

اس سے صرف ویران زمین کا ہی مالک ہونا واضح ہوتا ہے تو یہاں دعویٰ عام ہے

دلیل خاص ہے تو تقریب تام نہیں ہے۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ یہاں اگر اس اشکال کو مان لیا جائے تو

لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف ویران زمین کا مالک ہی ہے ویران زمین کی تخصیص

اس لئے کی گئی ہے کہ اس زمین کا بظاہر بھی کوئی مالک نہیں ہوتا۔ جس طرح قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَمَنَ الْمَلِكُ الْيَوْمَ

ترجمہ:

آج کے دن ملک کس کا ہے۔

تو یہ فرمان عالیشان اس لئے ہے کہ وہاں اس دن ظاہری طور پر کسی کی بادشاہی نہیں ہوگی۔

راحۃ العاشقین ﷺ کے مختار کل ہونے پر سینتالیسویں دلیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی بہت ساری احادیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ چادر پھیلاؤ انہوں نے چادر کو پھیلا یا تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا خالی ہاتھ چادر میں رکھا پھر سرکار علیہ السلام نے حکم دیا کہ اپنی چادر کو اپنے سینے کے ساتھ لگا لو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے چادر کو سینے کے ساتھ لگایا اس وقت سے لے کر آج تک مجھے کوئی حدیث بھولی نہیں۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں مذکور ہے۔

مالک کو نین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

انیس الغریبین ﷺ کے مختار کل ہونے پر اڑتالیسویں دلیل:

حضرت محمد حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ مبارک گرم ہانڈی کے گرنے کی وجہ سے جل گئے تو نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا دی تو ان کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک نسائی شریف اور شفاء شریف میں موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا دافع البلاء ہونا اور مشکل کشا ہونا بالکل واضح ہے۔ تو اس حدیث پاک سے ان خفاء کے اس نظریہ کا ابطال ہو جائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ خود ہی بنظر انصاف ارشاد فرمائیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس صحابی کے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کیلئے شفاء یاب ہونے کیلئے دعا فرمائی تو یقیناً آپ چاہتے تھے کہ ٹھیک ہو جائے تو معلوم ہوا اس عقیدہ کا نبی کریم ﷺ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار علیہ السلام کا اپنی ذات کے بارے میں وہ نظریہ نہیں ہے جو یہ لوگ ہمیں رکھنے کی ترغیب دیتے ہیں ہم وہ عقیدہ رکھتے کے پابند ہیں جو عقیدہ ہمیں نبی پاک ﷺ نے عطا فرمایا ہے۔

اور ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو اسماعیل دھلوی نے ہمیں

دیا۔ ہم وہابی حضرات سے یہی گزارش کریں گے اگر اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہو تو اسماعیل دہلوی کو چھوڑ کر نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لو ورنہ جہنم کی آگ اس آگ سے اُبھر درجے زیادہ سخت ہے۔ اگر تم توبہ نہیں کرو گے تو اس آگ میں داخل کیے جاؤ گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

نبی کریم ﷺ کے متصرف ہونے پر انچاسویں دلیل:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا ست رفتار تھا۔ نبی کریم ﷺ اس پر ایک مرتبہ سوار ہوئے تو سرکار علیہ السلام کی برکت سے وہ اتنا تیز رفتار بن گیا کہ کوئی گھوڑا بھی تیز رفتاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف کے اندر موجود ہے بخاری شریف کے اندر ہی حدیث پاک ہے کہ سرکار حضرت ابوطالب کے گھوڑے پر تشریف فرما ہوئے تو سرکار نے فرمایا کہ ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح تیز پایا ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے سرکار علیہ السلام کا متصرف ہونا اور جانور کی ست رفتاری کو تیزی میں تبدیل کر دینا اظہار من الشمس ہے۔

باب دوم

نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کا ثبوت کل علماء کے اقوال کی روشنی میں:

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ:

الجوہر المظم میں فرماتے ہیں ہو۔ هو خلیفۃ اللہ الاعظم الذی جعل خزان کرمہ وموالید نعمہ تحت یدہ وارادہ یعطی من یشاء ویمنع من یشاء (الجوہر المظم ص ۴۲)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام خزانے اور نعمتوں کے سب دسترخوان نبی کریم علیہ السلام کے قبضے میں دے دیے ہیں آپ جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جس کو چاہے عطا نہ فرمائیں۔

علامہ فاسی کا ارشاد:

کل ما ظہر فی العالم فانما یعطیه سیدنا محمد ﷺ فلا یمخرج من الخزان الالہیۃ شی الا علی یدہ۔ (مطالع المسراۃ ص ۵۵)

ترجمہ:

جو کچھ کائنات میں کسی کو نعمت ملتی ہے وہ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ سے ملتی ہے

اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو کچھ کسی کو ملتا ہے نبی کریم ﷺ کے سخاوت والے ہاتھ سے ملتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا ارشاد:

حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ اور اتمام امت بر مثال پیران
و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ و ابایشان وابستہ می دانند۔
(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۲۳)

ترجمہ:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی تمام اولاد کو پوری امت انتہائی
عقیدت کے ساتھ اپنا پیر اور مرشد مانتی ہے اور کائنات کے تمام امور کو ان سے وابستہ
سمجھتی ہے۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ ہم
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا روحانی باپ تصور کرتے ہیں۔ اور
ان کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ تو امید ہے کہ حضرت یہاں
بھی کرم فرمائیں گے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس فیصلے کو تسلیم
کرتے ہوئے مسلک اہلسنت کی حقانیت کے قائل ہو جائیں گے۔

علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

کنیتہ ﷺ ابو القاسم لانہ علیہ السلام یقسم الجنة بین اہلہا
(طحطاوی علی الجرائق) کذانی الزرقانی علی المواب

ترجمہ:

نبی پاک ﷺ کی کنیت ابو القاسم اس لئے ہے کہ آپ جنت کو مستحقین کے
درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

حضرت بھی اپنی بخاری شریف کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی پاک
ﷺ کے پاس تمام اہل جہان کے رزق اور روزی کے خزانے ہیں تاکہ آپ ان کی
اتنی مقدار نکال کر دیں جو وہ آپ سے طلب کریں جو بھی اس جہان کے رزق میں
ظاہر ہو چکا ہے وہ نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ سے ظاہر ہوا ہے۔

(ذرقانی ج ۵ ص ۲۶۰) (ارشاد الساری جلد ۶ ص ۳۵۵)

اسی طرح کی عبارت ملا علی قاری نے شرح شفاء جلد دوم صفحہ ۲۰۹ پر لکھی ہے۔
اسی مضمون کی عبارت نسیم الریاض جلد دوم ص ۲۰۹ پر بھی موجود ہے۔ اور ملا علی قاری
نے شرح شفاء جلد اول ص ۴۷ پر اسی مضمون پر مشتمل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

مخالفین کے گھر کی گواہی:

دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے اپنی کتاب اولہ کاملہ میں لکھا
ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد از خدا مالک اعظم ہیں۔ عالم جمادات ہوں یا نباتات یا
حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم سب کے آپ ﷺ مالک ہیں۔

(اولہ کاملہ ص ۱۵۲)

عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

اسی طرح حدیث پاک ہے کہ سر کا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر (بخاری شریف)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی تائید کرتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

آپ اپنی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ تمام انسانوں کی گردنوں کے مالک ہیں۔ اور تمام روئے زمین کے مالک ہیں اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ بات زبور سے نقل فرمائی ہے۔

نوٹ:

چونکہ مخالفین یہ سمجھتے ہیں حضرت شاہ عبدالعزیز ہمارے عقائد کے حامل تھے اس لئے ہم نے ان کے دعوے کے مطابق ان کو مخالفین میں شمار کیا ہے ورنہ آپ علیہ الرحمۃ ہمارے بھی بزرگ ہیں۔

بانی دیوبند قاسم نانوتوی کا ارشاد:

وہ اپنی کتاب قصائد قاسمیہ میں لکھتے ہیں۔

فلک پہ مٹی وادریں ہیں تو خیر سہی

زمین پہ جلوہ نما ہیں احمد مختار

نبی پاک علیہ السلام کا یہ ارشاد پاک کتنا اچھا ہے اور سچا ہے۔

ان الله تعالیٰ لیؤید هذا الدين بالرجل الفاجر

بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی تائید کرواتا ہے

(بخاری شریف)

نیز عربی کا مشہور مقولہ ہے۔

الفضل ماشہدت به الاعداء

ترجمہ:

فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔

انور شاہ کشمیری کا ارشاد:

کشمیری صاحب اپنی مسروق شرح بخاری فیض الباری میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی صرف آنکھ پھوڑنے پر اکتفا فرمایا ورنہ آپ علیہ السلام کے حکم کی طاقت کا عالم یہ ہے کہ سات آسمان و زمین کو تباہ کر کے رکھ دیں۔
(فیض الباری جلد چہارم صفحہ ۴۷۶)

نوٹ:

انور شاہ کشمیری نے یہ عبارت ایک مشہور حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھے بغیر روح قبض کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر ان کو تھپڑ مارا اور آنکھ پھوڑ دی حضرت ملک الموت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

ارسلنی الی عبد لا یرید الموت فقد فقع عینی فرد الله الیہ عینہ

ترجمہ:

تو نے مجھے اپنے ایسے بندہ کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس نے میری آنکھ پھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک الموت کو آنکھ واپس کر دی اور

فرمایا کہ جا کر ان سے عرض کرو کہ آپ پھڑے کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے ہال نیچے آئیں گے اتنی عمر بڑھادی جائے گی۔

نوٹ:

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی موت و حیات میں با اختیار ہیں۔ جس سے وہابیہ کے اس عقیدہ کا رد ہو گیا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں۔

باب سوم

معجزہ کا مقدور انبیاء ہونا

آیات قرآنی کی روشنی میں:

اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حکایت فرماتے ہیں۔
اہری الاکھہ والابرص واحیی الموتی باذن اللہ

ترجمہ:

اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے۔

دیوبند کے شیخ مولوی شبیر احمد عثمانی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”حضرت مسیح چونکہ نوحہ جبریل علیہ سے پیدا ہوئے ہیں اس سببائی نوحہ کو اسی نوعی ولادت کا ایک اثر سمجھنا چاہیے۔ حضرت مسیح پر کمالات ملکیت دروہ کا غلبہ تھا۔ اس کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابو البشر کو معبود ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں جس میں تمام کمالات بشریہ جو عبارت ہیں مجموعہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ سے اعلیٰ درجہ پہ ہوں گے اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔“

نوٹ:

اس مضمون کی آیت سورۃ مائدہ میں بھی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے
واذ تخلق من الطین لہنہ الطہر باذنہ فتنح فیہا فتکون طہرا باذنہ

وتربعا الاكمله والا برص باذننى واذا تخرج الموتى باذننى

ترجمہ:

جب تو بنانا تھا گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر تو اس میں پھونک مارتا تھا تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرنا تھا مادر ذات اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو میرے حکم سے۔

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خدا کے حکم سے افاضہ حیات کے قابل کا لبد خاکی تیار کر دینا اس میں باذن اللہ روح حیات پھونکنا یا یوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب مادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنا دینا حتیٰ کہ مردہ لاشوں میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۲۵۲)

اس آیت سے استدلال پر دیابنہ کے شبہات کا ازالہ:

وہابی حضرات بالعموم اور سرفراز خان صاحب صفدر بالخصوص اس آیت کریمہ سے معجزہ کے اختیاری ہونے پر اہل سنت کے استدلال پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں یہاں پر باذن اللہ کا لفظ ہے اور جہاں باذن اللہ آجائے وہاں بندہ کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ محض اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

اس شبہ کا ازالہ اس طرح کیا جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جہاں ارشاد فرمایا۔

انہنکم بماذا کلون ومائد خرون

تو یہاں باذن اللہ کا لفظ نہیں ہے۔ پھر معترض کو چاہیے کہ یہاں تو تسلیم کریں کہ یہ معجزہ عیسیٰ علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا تھا کیونکہ باذن اللہ موجود نہیں پھر وہابی

حضرت کا سلب کلیہ ٹوٹ گیا کہ کوئی معجزہ نبی کے ارادہ سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ وہابیہ نے یہ ضابطہ بیان کیا تھا جہاں باذن اللہ کا لفظ آئے وہاں باذن اللہ کا لفظ بولنے والے کا کوئی ارادہ و اختیار نہیں ہوتا تو جہاں باذن اللہ نہ آئے وہاں تو ارادہ و اختیار ہونا چاہیے۔ نیز یوسف علیہ السلام کا ارشاد

اذہبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجہ ابی یات بصیرا

تو یہاں بھی باذن اللہ کا لفظ نہیں تو کیا یہاں تسلیم فرما سکتے ہیں کہ یہ معجزہ اختیار سے صادر ہوا۔ اگر کہیں کہ یہاں بھی اس کے ارادہ کا دخل نہیں تو ان کا قاعدہ ٹوٹ گیا کہ باذن اللہ جہاں ہو وہاں کوئی اختیار نہیں وگرنہ ہے۔ اور نیز وہابیہ اگر اس امر پر اصرار کریں کہ جو فعل باذن اللہ واقع ہو وہاں اس فعل کے فاعل کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہوتا تو مندرجہ ذیل آیات کا کیا جواب دیں گے۔

ماکان لنفس ان تو من الا باذن اللہ

ترجمہ:

نہیں کسی نفس کیلئے کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے۔

کیا وہابیہ یہاں کہیں گے کہ بندہ کے ایمان میں اس کا کوئی اختیار نہیں ہے حالانکہ ایمان فعل اختیاری کا نام ہے کیونکہ جبر و اکراہ والا ایمان اللہ کی بارگاہ میں قبول ہی نہیں کیونکہ ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ۔

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے

اذن سے۔

تو کیا جن لوگوں نے اطاعت رسول کی تو اضطراب کی ان کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں تھا۔

۳۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله.

بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے اذن سے غالب آجاتی ہیں۔ تو چھوٹی جماعتوں کے بڑی پر غالب آنے میں ان کا کوئی اختیار ارادہ نہیں ہے۔

۴۔ فھزموہم باذن الله۔

انہوں نے انکو شکست دی اللہ کے اذن سے۔

تو کیا ان کو شکست دینے میں داؤد علیہ السلام کے لشکر کا کوئی ارادہ و اختیار نہیں تھا۔

۵۔ وما ہم بضارین بہ من احد الا باذن الله.

(جادوگر) نہیں نقصان دیتے کسی کو مگر اللہ کے اذن سے

حالانکہ اگر وہ جادو کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچائیں تو وہ اپنے اس فعل قبیح کے ارتکاب پر گنہگار ہوں گے اور گناہ اس فعل پر ہوتا ہے جو بندہ کے ارادہ و اختیار سے صادر ہو۔

۶۔ ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فببذن الله.

جو تم نے کھجوریں کاٹیں یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دیا تو اللہ کے اذن سے تھا۔ تو کیا ان کے اس فعل میں ان کا کوئی ارادہ و اختیار نہیں تھا۔

۷۔ فانه نزلہ علی قلبك باذن الله.

یہ قرآن (جبریل علیہ السلام) نے آپ پر اللہ کے اذن سے نازل کیا۔

تو کیا جبریل علیہ السلام کے قرآن شریف لانے میں ان کے ارادہ کو دخل نہیں تھا۔

۸۔ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنه.

کون ہے جو شفاعت کرے اس کی بارگاہ میں مگر اسکے اذن سے

تو ایسا انبیاء علیہم السلام کو شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔

۹۔ انا ارسلناک شاحداً ومبشراً ونذیراً وادع الی اللہ باذنه.

بے شک ہم نے آپ کو شاحد و مبشر و نذیر بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف بلانے

والہ اس کے اذن سے۔

تو کیا نبی کریم علیہ السلام کو دعوت الی اللہ میں کوئی ارادہ و اختیار نہیں تھا۔

۱۰۔ تنزل الملائکة والروح فیہا باذن ربہم.

اتر تے ہیں فرشتے اور روح الامین اس میں اپنے رب کے حکم سے۔

۱۱۔ یہ سے ایک سوال ہے کہ جو تصانیف و تقاریر و تبلیغ کا کام کرتے ہیں باذن اللہ

کرتے ہیں یا بغیر اذن کرتے ہیں۔ اگر بغیر اذن کرتے ہیں تو اس آیت مقدسہ کا کیا معنی ہوگا۔

وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العلمین

تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اور اگر باذن اللہ کرتے ہیں تو ان کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوگا

اور جب ارادہ و اختیار نہیں ہوگا تو وہابیہ کسی عمل پر مستحق ثواب نہیں ہوں گے۔ تو ان

کے سارے اعمال حباء منثورا ہو جائیں گے۔

۱۲۔ الر کتب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربہم

ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی تاکہ آپ نکالیں لوگوں کو اندھیروں

سے نور کی طرف ان کے رب کے اذن سے۔

وہابیہ کے نزدیک اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کفار کو

کفر سے اسلام کی طرف راغب کرتے ہیں تو ان کے نزدیک یہاں دعوت الی

الایمان مراد ہے۔ جبکہ ہمارے نزدیک آپ علیہ السلام کا موصل الی مطلوب ہونے

والا معنی مراد ہے اس آیت مقدمہ سے اہل سنت کے نزدیک جو معنی ہے اس کی تصدیق ایک اور آیت کر رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هو الذي يصلي عليكم وملائكته ليخضعنكم من الظلمات الى النور
اللہ اور اس کے فرشتے مومنین پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تاکہ مومنین کو کفر سے اسلام کی طرف نکالیں۔

اندھیروں سے نور کی طرف نکالنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کو مقصود تک پہنچا دیا جائے۔ اسی لیے تو مفسرین نے یہاں سوال قائم کیا ہے کہ مومنین تو پہلے ہی کفر سے اسلام کی طرف نکلے ہوئے ہیں تو پھر اس آیت کا معنی کیا ہوگا کہ تم کو کفر سے اسلام کی طرف نکالے تو مفسرین نے جواب دیا کہ معنی یہ ہے کہ تم کو ہدایت پر قائم رکھے لیکن وہابی حضرت یہاں معنی یہ کرتے ہیں کہ اسلام کی دعوت مراد ہے۔

تو پھر بھی ان سے گزارش ہے کہ انبیاء کرام جو دعوت الی اللہ دیتے تھے تو کیا ارادہ اختیار کو دخل تھا یا نہیں۔ اگر فرمائیں کہ دخل نہیں تھا کیونکہ باذن کا لفظ آگیا ہے تو پھر اس آیت کے بارے میں ان کا کیا ارشاد ہوگا۔

ولقد ارسلنا موسیٰ بائنا ان اخرج قومك من الظلمات الى النور
یہاں باذن کا لفظ نہیں تو کیا ارشاد فرمائیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام دعوت الی اللہ بالاختیار دیتے تھے حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بالاضطرار دعوت دیتے تھے تو کیا امتی ہونے کا حق ادا کر دیا یہ معنی کر کے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما اصاب من مصيبة الا باذن الله

تو یہاں باذن کا لفظ بھی ہے لیکن بندوں کا اپنا بھی کوئی عمل دخل ہے کیونکہ مصائب شامت اعمال بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ما اصابکم من مصيبة فمما

سبب ایدیکم سے ثابت ہے۔

وہابیہ کے اہم اشکال کا جواب:

وہابی حضرات اپنے قاعدہ کہ باذن اللہ جہاں آئے وہاں کوئی ارادہ و اختیار نہیں ہوتا ہے اس پر یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله

اس آیت سے ان کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ کوئی جاندار شے مرنے کا ارادہ ظاہر تو نہیں کرتی۔

استدلال کا جواب:

وہابیہ کے اس اعتراض کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ ان کی یہ دلیل دلائل کی اقسام ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ قیاس نہ استقراء نہ تمثیل۔

نیز گزارش یہ ہے کہ جو بندہ خودکشی کرتا ہے تو اس کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں ہے۔ اگر دخل نہیں ہے تو ارشاد باری تعالیٰ کا کیا معنی ہوگا۔ لا تقتلوا انفسکم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

نیز اس ارشاد باری کا کیا معنی کریں گے۔

ولا تلتقوا بايديكم الى التهلكة

نیز جب خودکشی کو حرام قرار دیا گیا ہے تو حلت و حرمت افعال اختیار یہ سے متعلق ہوتی ہے یا اضطرار یہ سے۔

وہابیہ کا یہ کہنا ہے کوئی آدمی اپنی خواہش سے نہیں فوت ہوتا۔ یہ قول احادیث سے بالکل خلاف ہے۔ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ چاہے اس دنیا میں رہے یا اللہ سے

ملے تو بندہ نے اللہ سے ملاقات کو اختیار کیا۔ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔
کہ انبیاء کرام کو جب بھی مرض و ضات میں مبتلا کیا جاتا ہے تو ان کو اختیار دیا جاتا ہے
کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو اللہ سے ملاقات کریں۔

بلکہ حدیث ہے کہ ولی کی وفات بھی اس کی مرضی سے ہوتی ہے۔

ما ترددت فی شئینی انا فاعله کتردد عن نفس المؤمن بکرم الموت وانا
اکرمه مساوته ولا بد منه

ترجمہ:

نہیں متردد ہوا میں کسی شئی میں جسکو میں کرتا ہوں جتنا کہ تردد بندہ مؤمن
کی (روح قبض کرنے سے) ہوتا ہے وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اس کی تکلیف کو
ناپسند کرتا ہوں حالانکہ وہ ضروری ہے۔

جب بندہ ولی کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو مجھے ایسی صورت حال
پیش آ جاتی ہے جو کہ کسی معاملہ میں متردد کو پیش آتی ہے کیونکہ بندہ محبوب موت کو
پسند نہیں کرتا مجھے اس کی ناز برداری محبوب ہوتی ہے۔ اور موت کا وقت بھی ہے۔
پھر اللہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت کا خوبصورت منظر اس کے سامنے کر دو اور
خوشخبری دو تو فرشتے آ کے خوشخبری دیتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذين قالوا اربنا الله ثم استقاموا تنزل عليهم الملائكة ان لا تخافوا ولا
تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون.

ترجمہ:

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر کہنے پر قائم رہے تو اترتے ہیں
ان پر فرشتے (جو یہ کہتے ہیں) نہ خوف کرو اور نہ غم گین ہو خوشخبری قبول کرو جنت کی

اس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارے نفس
چاہیں گے اور تمہارے لیے اس میں وہ کچھ ہوگا جو تم چاہو گے۔

وہابیہ کے ایک اور شبہ کا ازالہ:

کہتے ہیں کہ مارتا جلانا تو اللہ کا خاصہ ہے پھر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے
میں یہ کہنا کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ ان کو سوال اللہ سے کرنا چاہیے یا عیسیٰ
علیہ السلام سے کرنا چاہیے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اذلخرج الموتی باذنی

واحی الموتی باذن الله

تو افعال اللہ یہ ظاہر فرما رہے ہیں۔ تو گزارش یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ

الله یولی الامر

فل یؤتکم منکم منکم الموت الہی وکلکم

اللہ بولی الامر
فل یؤتکم منکم منکم الموت الہی وکلکم
اللہ بولی الامر
فل یؤتکم منکم منکم الموت الہی وکلکم

ان الذين قالوا اربنا الله ثم استقاموا تنزل عليهم الملائكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون.

معلوم ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر کہنے پر قائم رہے تو اترتے ہیں
ان پر فرشتے (جو یہ کہتے ہیں) نہ خوف کرو اور نہ غم گین ہو خوشخبری قبول کرو جنت کی

طرف انتقال ہے۔

اس کے معجزات کو دیکھ کر ان کو خدا مان لیا ہے حالانکہ فرشتے ایسے امور خارقہ للعادات میں ان سے بھی زیادہ طاقت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کو اللہ کا عہد ہونے سے کوئی نفرت نہیں۔

اگر آپ علیہ السلام کا ان معجزات میں کوئی ارادہ و اختیار نہ ہوتا تو فرشتے ان امور میں سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں۔

کیونکہ جہاں اسم تفضیل کا صیغہ بولا جاتا ہے وہاں نفس شی میں دونوں برابر ہوتے ہیں ان کا یہ جواب اس طرح دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو با اختیار سمجھتے ہیں لیکن فرشتوں کو زیادہ تجربہ حاصل ہے۔ اس لئے انہیں زیادہ با اختیار مانتے ہیں۔ یہی جواب شرح مقاصد و مواقف میں دیا گیا ہے نیز روح المعانی، تفسیر کبیر، بیضاوی وغیرہ میں بھی یہی جواب ہے۔

نیز دیوبندیوں کو اپنے شیخ احمد سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مردے زندہ کرنا صرف اللہ کا خاصہ ہے تو اپنے شیخ کے لئے یہ فعل کیوں ثابت کر رہا ہے اور اپنے شیخ کو عیسیٰ علیہ السلام پر کیوں فوقیت دے رہا۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

وہابیہ کا اعتراض سن کر یہ شعر بے ساختہ یاد آتا ہے۔

اے آتش باغ کوئے یار بھی کیسا عجیب ہے

کہ شگوفے پھولتے ہیں یہاں نت نئے نئے

نیز وہابی حضرات سے گزارش یہ ہے کہ وہ یہ ارشاد فرمائیں کہ ان کے شیخ احمد کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ مردے زندہ کرنا زندوں کو مارنا خالص اللہ تعالیٰ کا

فعل ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے اس فعل خاص کو اپنے پیرومرشد کیلئے کیوں ثابت کیا۔ نیز وہابی حضرات یہ بھی ارشاد فرمائیں گے گنگوہی صاحب مردوں کو زندہ کرتے تھے اور زندوں کو مرنے نہیں دیتے تھے پھر حضرت خود کیوں مر گئے۔ کیا زور زیادہ لگ گیا تھا؟

نوٹ:

بعض چالاک دیوبندی وہابی اس شعر کی یہ باطل تاویل کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جاہلوں کو عالم بنایا اور عالموں کو جاہل نہ بننے دیا لیکن یہ ان کی تاویل بالکل باطل و مردود ہے کیوں کہ ان کے شیخ احمد نے یہاں اپنے شیخ کو عیسیٰ علیہ السلام پر فوقیت دی ہے اور اگر مردوں کو زندہ کرنے سے مراد جاہلوں کو عالم بنانا تھا اور زندوں کو مرنے نہ دینے سے مراد عالموں کو جاہل نہ بننے دینا تھا تو پھر عیسیٰ علیہ السلام سے تقابل کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ وصف تو اللہ تعالیٰ کے ہر نبی میں موجود ہوتا ہے۔

نوٹ:

نیز دیوبندیوں کے شیخ احمد کے اس شعر سے پتہ چلتا ہے کہ دیوبندی اور قادیانی ایک ہی فحشلی کے چنے بٹے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اسی طرح کہا تھا کہ

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

لہذا اس سابقہ بحث سے ثابت ہوا کہ وہابی حضرات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آیت کریمہ

ابری الاکثمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ

میں جن افعال کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پائی گئی ہے ان میں کسب ان کا تھا خلق اللہ تعالیٰ کی تھی تو کسب کی تعریف شرح عقائد اور مسلم الثبوت میں اس طرح کی گئی ہے کہ اپنے قصد و ارادہ کے ساتھ کسی امر کی طرف متوجہ ہو جانا اور اللہ رب العزت کا اس چیز کو عدم سے وجود کی طرف لے آنا یہ خلق ہے۔

اب وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہر روز پچاس پچاس ہزار لوگ جمع ہو جاتے اور آپ علیہ السلام ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے یا جسم پر ہاتھ پھیرتے اور ان کو بینائی عطا کرتے اور برص کے داغوں والوں کو تندرست فرماتے تو کیا ان کا ارادہ یہ نہیں ہوتا تھا کہ ٹھیک ہو جائیں آپ دیے ہی ہاتھ پھیرتے تھے؟

وہابی حضرات جب اس آیت کے بارے میں اور کچھ نہیں کہہ سکتے تو بس یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہاں ہاذن کا لفظ ہے اور جہاں ہاذن اللہ کا لفظ آجائے وہاں اور جس کے بارے میں یہ لفظ بولا جائے وہاں محض اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور وہابی یہی آیت پیش کرتے ہیں۔

وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله

وہابیہ کے اس استدلال کے جواب میں ہم گذشتہ اوراق میں کافی تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ نیز وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر آیت مبارکہ

وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله

کا یہ مطلب ہے کہ کسی آدمی کے مرنے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا کوئی دخل نہیں ہے تو پھر جو آدمی قتل ہو جائے تو پھر قتل عمد کی صورت میں قاتل پر قصاص کیوں ہے اور قتل خطا کی صورت میں قاتل پر دیت کیوں واجب ہے۔

نیز اگر وہابی حضرات کا یہ استدلال صحیح ہے تو پھر آیت کریمہ

قل يتوفكم الملك الموت الذي وكل بكم

ترجمہ:

اے محبوب تم فرما دو کہ تمہیں وفات موت کا وہ فرشتہ دیتا ہے جس کو تم پر مقرر کیا گیا ہے کا کیا مطلب ہوگا۔ نیز وہابی حضرات اس آیت کریمہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

وما اصابكم يوم النقی الجمعن فباذن الله

جو تم کو مصیبت پہنچی جنگ احد کے دن وہ اللہ کے اذن سے تھی۔ حالانکہ اس مصیبت کے پہنچنے میں مسلمانوں کی غلطی کا بھی عمل دخل تھا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فهدي الله الذين امنوا لما مختلفوا فيه من الحق باذن

ترجمہ:

پھر ہدایت کی اللہ تعالیٰ نے سچی بات کی ایمان والوں کو جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔

تو کیا ان کے ہدایت پانے کے اندر ان کا کوئی ارادہ و اختیار نہیں تھا؟ ہم گذشتہ اوراق میں شرح عقائد کی عبارت سے استدلال کر چکے ہیں کہ ان معجزات کے اندر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ارادے اور عمل کو اختیار تھا ہم مزید وضاحت کے لئے دوبارہ اس عبارت کے مضمون کو بیان کر رہے ہیں عام وہابی حضرات سے بالعموم اور سر فراز خان صدر سے بالخصوص گزارش ہے کہ اس عبارت پر غور کریں۔

مغزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ملائکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں انہوں نے اس دعویٰ پر دلیل دیتے ہوئے اس آیت سے استدلال کیا تھا۔

لن يستكف المسيح ان يكون عبد الله ولا الملكة المقربون

ترجمہ:

نہیں نفرت کریں مسیح علیہ السلام اس امر سے کہ وہ اللہ کے عہد ہوں۔ اور نہ مقرب فرشتے معتزلہ کا استدلال اس طرح تھا کہ اس طرح کی عبارت میں انتقال ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف پایا جاتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ اس امر سے نہ وزیر نفرت کرتا ہے نہ بادشاہ تو ایسی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کا درجہ وزیر سے زیادہ ہے تو معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے فرشتوں کا رتبہ زیادہ ہے۔ تو علماء اہل سنت نے معتزلہ کے اس استدلال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ اللہ رب العزت اس آیت کریمہ میں عیسائیوں کا رد فرما رہے ہیں کیوں کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اور خوارق عادات افعال کو دیکھ کر ان کو خدا مان لیا تھا تو اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام باوجود اس کے کہ ان سے یہ خوارق عادات افعال صادر ہوتے انہیں اللہ تعالیٰ کا عہد ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ فرشتوں کو جو افعال خوارق للعادات میں ان سے زیادہ خزانوں کے مالک ہیں۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام ان خوارق للعادات افعال پر قدرت رکھتے ہی نہیں تھے تو علماء عقائد اور مفسرین نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ فرشتے افعال خوارق للعادات میں ان سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں کیوں کہ زیادہ قدرتوں کا مالک کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ نفس قدرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی ثابت ہے۔

کیونکہ اسم تفضیل کا صیغہ جہاں بولا جاتا ہے وہاں نفس شے کے ثبوت اور وصول میں مفضل اور مفضل علیہ دونوں برابر ہوتے البتہ مفضل میں وہ چیز مفضل علیہ کی نسبت زیادہ پائی جاتی ہے جس طرح کہا جائے کہ زیہ عمر سے زیادہ عالم ہے تو نفس علم

میں تو دونوں برابر ہو جائیں گے البتہ زیہ کا علم عمر سے زیادہ ثابت ہو جائے گا یا جیسا وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم نبی پاک کے علم سے زیادہ ہے لیکن وہابی حضرات نبی علیہ السلام کے نفس علم کے تو قائل ہیں ہی۔

نیز وہابی حضرات یہ ارشاد فرمائیں اگر امور خوارق للعادات پر قدرت رکھنا شرک ہے تو پھر فرشتوں کو یہ کمال کیسے ثابت ہو گیا کیا وہابی حضرات کے دھرم میں فرشتے غیر اللہ نہیں؟ صرف انبیاء علیہم السلام غیر اللہ ہیں؟ اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ فرشتوں کیلئے بھی ایسی قدرت ماننا شرک ہے پھر آیت کریمہ فالمدبرات امرا کا وہابیہ جواب دیں گے؟

وہابی حضرات سے یہی گزارش ہے کہ جس راہ پر وہ چل رہے ہیں وہ راستہ بہنم کا ہے لہذا توبہ کر کے سنی ہو جائیں۔

اگر وہابی حضرات اپنے اس عقیدہ باطلہ پر اصرار کرتے رہیں گے کہ امور خوارق للعادات پر قدرت کا عقیدہ رکھنا مشرکانہ عقیدہ ہے تو پھر انہیں علامہ تفتازانی سے سید شریف جرجانی علامہ خازن علامہ نسفی علامہ آلوسی امام راہی علامہ ابو حیان اندلسی علامہ بیضاوی علامہ خفاجی شیخ زادہ شارح بیضاوی علامہ بغوی علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علامہ ہسل علامہ قرطبی علامہ صاوی ان سب حضرات کو مشرک قرار دینا پڑے گا۔

اسی طرح علامہ کمال ابن ہمام مسایرہ میں علامہ شریف الدین عسکری مسامرہ میں علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل میں یہی جوابات دیئے تفسیر زاد المسیر نیز علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں یہی جوابات دیئے۔ تفسیر ابن کثیر اور دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہی بات بیان کی ہے اسی طرح عقائد میں احناف کے امام ابو منصور ماتریدی اپنی تفسیر

ماتریدی میں یہی لکھتے ہیں۔ ان سب حضرات نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضیلت فرشتوں پر حاصل ہے وہ کثرتِ ثواب کے اعتبار سے ہے اور زیادہ امور خارقہ للمعادت پر قدرت ہوتا یہ فضیلت کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس فضیلت میں اختلاف ہے وہ ایسی فضیلت ہے جو کثرتِ ثواب کی وجہ سے حاصل ہو اگر وہابی حضرات ان کتب کو نہیں مانتے تو پھر ایسی کتب انہوں نے اپنے مدارس میں داخل کیوں کی ہوئی ہے جو شرکیہ مواد فراہم کریں۔

نیز تھانوی صاحب نے بھی یہی لکھا ہے اگر وہابی حضرات پر انے علماء کی بات کو نہیں مانتے تو تھانوی صاحب کی بات کو ہی مان لیں اور امور خارقہ للمعادت کا عقیدہ رکھنا شرک ہے کا عقیدہ ترک کر دیں کیونکہ اگر ان امور کے قائلین کو مشرک کہنا وہ ترک نہیں کریں گے تو ان کے تھانوی صاحب بھی مشرکین میں داخل ہو جائیں گے اور پوری دیوبندی قوم اس کو حکیم الامت مانتی ہے تو اس سے دو ساری کی ساری مشرک ہو جائے گی اس لئے وہابی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر کی فکر کریں۔

اے بلبل خوش نما تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی

مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

ایک قابل توجہ نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر احسان بجالاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اتینا عیسیٰ ابن مریم البیت

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام علامہ ابو مسعود بیضاوی و جمل و فرطیہ و معام التزویل و خازن و صاوی علی الجلائین و امام ماتریدی جو عقائد میں ال سنت کے امام ہیں تفسیر ابن جریر و بیضاوی و روح البیان و روح المعانی و مدارک

وہابی علی البیضاوی و شیخ زادہ علی البیضاوی و مظہری و تفسیر حسینی اسی طرح دیگر علماء اکابر اسلام نے لکھا ہے کہ بیت سے مراد معجزات جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اندھوں کو آنکھیں دینا برص کے داغ والوں کو ٹھیک کرنا گھر میں لکھی ہوئی چیزوں کی خبر دینا۔

دیوبندیوں کے گھر کی گواہی:

دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی اس مضمون کی عبارت اپنی کتاب تفسیر عثمانی میں بھی لکھی ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ان امور پر قدرت ہی حاصل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا مقام احسان میں اس کو ذکر کرنا کیسے صحیح ہے اگر کسی آدمی کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے لیکن نہ خود اس کو اس مال سے فائدہ حاصل کرنے کی قدرت دے اور نہ ہی دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی قدرت عطا فرمائے تو کیا یہ مال عطا کرنا اس پر احسان ہو سکتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اپنی شان و بھانہ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

ضرب الله مثلا عبد امملا ولا یقدر علی شیء ومن رزقہ متاوز

ما حسنا فہو ینفق منه سرا وجہرا

تو اس آیت سے پتہ چلا کہ جس کو اللہ تعالیٰ مال عطا فرمائے گا اور اس کو اس مال کے خرچ کرنے کی قدرت بھی عطا فرمائے تو ایسا مال اللہ تعالیٰ کا احسان ہو سکتا ہے۔

ایک اور قابل غور نکتہ:

وہابی حضرات کہتے ہیں کہ مردے کو زندہ کرنا اللہ ہی کا خاصہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اس فعل کی نسبت مجازی ہے تو ہم ان کو عرض کرتے ہیں کہ قرآن اہم سے سامری کے اس قول کو ملاحظہ کریں جب اس نے جبرئیل علیہ السلام کی

اعانت کی شان جبرئیل علیہ السلام جیسے ہزاروں فرشتوں سے بھی زیادہ ہے تو پھر ان کی قدرت اور طاقت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اسی لئے فرمایا گیا۔

ہزاراں جبرئیل اندبشر

بسوئے غریباں یک نظر

اور ہمارے امام نے فرمایا۔

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات

ہے وہ جان سیجا ہمارا نبی ﷺ

اللہ باری تعالیٰ ہے۔

فاضرب لهم طریقاً فی البحر یبسا

ترجمہ:

پھر اے ان کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا۔

(پ ۱۶۔ سورۃ طہ۔ ترجمہ محمود الحسن)

ابن ابی شیبہ کی تفسیر کرتے ہوئے دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لامٹی ماری جس سے پانی
پیدا ہوا اور اس نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے چنانچہ آنا فانا
اللہ تعالیٰ جل جلالہ۔ جاریہ کیا۔

وجہ استدلال:

اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام عجودہ کے اظہار پر قادر ہی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ
کیوں ان بات کا حکم نہ دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کا حکم نہیں دیتا کہ جس کے
کے لئے نامور قادر ہی نہ ہو۔

گھوڑی کے سموں سے مس ہو نیوالی مٹی کو زیورات کے اندر ڈالا تو وہ زیورات پتھرے
کی شکل میں تبدیل ہو گئے اور پتھرے میں آواز بھی پیدا ہو گئی۔ جیسا کہ قرآن مجید
گواہی دیتا ہے کہ بنی اسرائیل نے کہا۔

حملنا اوزاراً من زینۃ القوم فقد طناھا فکذلک القی السامری
فاخرج لهم عجلاً جسداً له خوار

ترجمہ:

لیکن اٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ فرعون کے زیور کا سو ہم نے اس کو پھینک دیا
پھر اس طرح ڈھالا سامری نے پھر نکالا ان کے واسطے ایک پتھرے کا ایک دھڑ جس
میں آواز گائے کی۔

قرآن مجید نے سامری کی بات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فقبضت قبضة من اثر الرسول فبذلھا

پھر بھرتی میں نے ایک مٹھی پاؤں کے نیچے سے پھر میں نے وہ ڈال دی۔

وجہ استدلال:

جب جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی زندگی پیدا کرنے کا
سبب ہو سکتی ہے اگرچہ خلق اس زندگی کی اللہ کی طرف سے تھی۔

كما قال اللہ تعالیٰ خلق الموت والحیوة

پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایدناہ بروح
القدس آپ علیہ السلام کا مردوں کا زندہ کرنے میں عمل دخل کیوں نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ
بھی غور کرنا چاہیے کہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں سے مس ہونے والی
مٹی زندگی کے پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہے پھر نبی کریم علیہ السلام جن کی

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے پر تیسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاتْلُوكَ الْبَحْرَ دَهْوا انهم جند مغرقون (سورۃ الدخان پارہ ۲۵)

اور چھوڑ جا دے یا کوٹھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں۔ (ترجمہ محمود الحسن)

نوٹ:

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے پار اتر کر چاہا کہ خشک راستے ختم کر دیئے جائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دریا کو اس حال پر چھوڑ دو اور اس کی فکر نہ کرو کہ دریا میں جو رستہ بن گیا ہے وہ باقی نہ رہے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دو یہ راستہ دیکھ کر ہی تو فرعون کے لشکر اس میں گھسنے کی ہمت کریں گے چنانچہ وہ سب خشک راستہ دیکھ کر اندر گھسے اس کے بعد خدا کے حکم سے سمندر کا پانی چاروں طرف سے آکر مل گیا سارا لشکر اس طرح غرقاب ہو۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۵۰)

وجہ استدلال:

اس آیت کریمہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ معجزہ کے صادر کرنے میں انبیاء علیہم السلام با اختیار ہوتے ہیں تو اگر موسیٰ علیہ السلام ختم کرنے پر قادر نہ ہوتے تو اللہ رب العزت ان کو منع نہ فرماتا۔

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے پر چوتھی دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى

ترجمہ:

اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی اور لیکن اللہ تعالیٰ نے

(ترجمہ محمود الحسن)

وجہ استدلال:

اس آیت میں اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ سے ایک فعل کی نفی بھی کی ہے اور اسی فعل کا اثبات بھی کیا ہے۔ تو علماء نے فرمایا کہ نفی جو ہے وہ خلق کی ہے اور اثبات جو ہے وہ کس کا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ہے اور انبیاء سے صادر ہوتا ہے۔

اور یہ بھی فرق عادت فعل تھا کیونکہ عادت ایک مٹھی کنکریوں کے ہر ریزے کا اثر ہے اور اس میں نتائج جاننا ناممکن ہے۔ جب ثابت ہو گیا کہ یہ خرق عادت فعل ہے اس لیے یہ فرق عادت فعل صادر ہوا اس کو معجزہ کہا جاتا ہے۔

اس آیت کی پہلی تفسیر امام نسفی نے تفسیر مدارک میں علامہ نیشاپوری نے تفسیر اربع النواہ میں اور علامہ خفائی نے اپنی تفسیر عنایت القاضی میں اور عقائد میں علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر تاویلات اصل السنہ میں اور امام رازی نے تفسیر منہج فی تفسیر روح البغی میں اور علامہ اسماعیل حقانی نے تفسیر البیان میں اور علامہ صادقی نے تفسیر صادقی میں اور شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تفسیر البیان میں اور علامہ علی قاری نے مرقاة میں فرمائی ہے۔

معجزہ کے مقدور انبیاء کرام علیہم السلام ہونے پر پانچویں دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نری سے چلتی۔

مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا جس کو انہوں نے اپنے رب سے طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ عطا فرمایا تھا ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر عنایت الکافی، تفسیر ابن جریر ابن کثیر، تفسیر ابوسعود، تفسیر صاوی، جمل، قرطبی، خازن معالم التنزیل، مدارک البحر المحیط، روح البیان، روح المعانی، زاد المسیر، تفسیر ماتریدی، تفسیر کشاف، شیخ زادہ المیضاوی۔

ان تمام تفاسیر میں اس امر کی وضاحت موجود ہے۔ دیو بند یوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تجھ کو خازن وحارس نہیں بنایا جیسا کہ دوسرے ملوک خزائن ملک کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو۔ (بیان القرآن جلد ۲ ص ۸۸۹)

معجزہ کے مقدور انبیاء ہونے کا بیان احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر ۱:

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کافی ضادید قریش کی دعوت فرمائی سرکار علیہ السلام نے دعوت میں بکری کا ایک بازو اور چار سیر دودھ مہیا فرمایا اور ان قریش کے سرداروں میں سے ہر ایک پورا بازو کھانے والا تھا اور ایک ایک صاع دودھ پینے والا تھا۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام نے اپنی شان اعجازی کی وجہ سے اس مقدار کو تمام افراد

پورا فرما دیا اور ان کے کھانے کے بعد بھی کچھ مقدار بچ گئی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی کتاب دلائل النبوة میں نقل فرمایا۔ اور امام لبرانی نے معجم کبیر میں اور علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد میں نقل فرما کر کے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی صحیح بخاری شریف کے راوی ہیں۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ نبی پاک علیہ السلام نے قصد اور ارادے سے صادر ہوتا ہے تو اگر نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ یہ لوگ سیر ہو جائیں تو سرکار علیہ السلام کے چاہنے سے ہی وہ سیر ہوئے اور عادتاً اس سے ان کا سیر ہونا ناممکن تھا۔

نوٹ:

وہابی حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر نہیں ہوتا تو ان حضرات سے گزارش یہ ہے کہ جب وہ حضرات ارادہ نہ کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا فرما دیتا ہے اور ان کی عزت افزائی فرما دیتا ہے تو جب وہ ارادہ کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کیوں نہیں کرے گا اور طریق اولیٰ ان کی عزت افزائی کیوں نہیں فرمائے گا۔

حافظ اللہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کریم علیہ السلام سے کوئی ضد بازی یا عقاب بازی ہے کہ جب ارادہ نہ کریں پھر تو معجزہ پیدا فرما دیتا ہے اور جب ارادہ کریں پھر پیدا نہیں فرماتا ہے۔

حدیث نمبر ۲:

جب نبی کریم علیہ السلام ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لارے تھے تو نبی کریم علیہ السلام حضرت ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گزرے اور فرمایا کیا کوئی کھانے پینے کی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کی نہیں پھر نبی کریم علیہ السلام نے وہاں ایک بکری کھڑی دیکھی سرکار علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ دیتی ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ دودھ دینے سے بالکل قاصر ہے بلکہ اس قابل بھی نہیں کہ یہ دوسری بکریوں کے ساتھ چل کر جاسکے تو سرکار علیہ السلام نے اس بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ام معبد کے گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر دیئے اور آپ نے خود بھی دودھ نوش فرمایا حضرت صدیق اکبر کو بھی عطا فرمایا اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت ام معبد اور اس کا خاوند سارے نبی پاک ﷺ کی غلامی میں داخل ہو گئے اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں صحیح قرار دیا علامہ ڈھمی نے بھی اپنی تحفہ میں حاکم کی موافقت کی ہے ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بھی ذکر فرمایا۔ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کو الوفا باحوال المصطفیٰ میں لکھا۔

علامہ ابن عبد البر نے اس حدیث کو الاستیعاب میں اور علامہ بغوی نے اس کو شرح السنہ میں نقل فرمایا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے بھی نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ صادر کرنے کے اندر با اختیار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ کیوں کہ یہ بات اعلیٰ ہدایات میں سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تھا تو آپ چاہتے تھے کہ

دودھ نکل آئے اور اس سے دودھ کا نکل آنا یہ امر خارق للعادة ہے کیوں کہ عادتاً انی لاغر بکری سے دودھ کا نکل آنا ناممکن ہے۔

حدیث نمبر ۳:

نبی کریم علیہ السلام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جب ہجرت کر کے تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے کہا جو کسی کی بکریاں چرا رہے تھے کہ ہمیں دودھ پلاؤ انہوں نے عرض کیا کہ میں دودھ پیش نہیں کر سکتا کیوں کہ میں کسی کی بکریوں کا دودھ بغیر مالک کی اجازت کے کسی اور کو پلانے کا مجاز نہیں ہوں تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسی بکری لے آؤ جس سے نرنے ابھی تک جفتی نہ کی ہو جب وہ لے کر حاضر ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس سے بھی دودھ نکال لیا۔

سرکار علیہ السلام کے اس کمال اور معجزانہ شان کو دیکھ کر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ یہ حدیث پاک مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان کے اندر موجود ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ہر اس شخص کیلئے جس کی اللہ تعالیٰ نے بصارت کو عطا نہیں کر دیا یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس معجزہ کو صادر کرنے میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ کو دخل تھا اگر آپ ﷺ کا اپنے بارے میں وہی نظریہ ہوتا جو اسماعیل دھلوی نے پیش کیا کہ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو آپ یہ نہ فرماتے کہ ایسی چھوٹی بکری لے آؤ جس کے ساتھ نرنے ابھی تک جفتی نہ

تو ہم اس نظریہ کے ماننے کے پابند ہیں جو سرکار علیہ السلام نے ہمیں بتلایا ہے نہ کہ اس نظریہ کو جو اسماعیل دھلوی نے بتلایا ہے ہم اس کے ایسے نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۷:

ایک اعرابی نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر ایمان لایا ہوں آپ مجھے ایسا معجزہ دکھائیں کہ میرے یقین میں اضافہ ہو جائے تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ جو درخت ادھر پار کھڑا ہے اس کو بلاؤ تو سرکار علیہ السلام نے درخت کو بلایا تو وہ حاضر ہو گیا پھر اس نے کہا کہ یا رسول اللہ اب یہ واپس چلا جائے تو وہ واپس چلا گیا پھر اس نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تو سرکار علیہ السلام نے اسے سجدہ کرنے سے منع فرما دیا پھر اس نے ہاتھ پاؤں کو بوسہ لینے کی اجازت طلب کی تو سرکار علیہ السلام نے اجازت عطا فرمادی۔

امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے البتہ علامہ ذہبی نے ارشاد فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے صالح بن حیان ہے جو کہ ضعیف ہے پھر اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ قصائل اعمال میں اور فضائل رجال میں ضعیف حدیثیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ظفر احمد عثمانی اپنی کتاب اعلاء السنن میں لکھتے ہیں کہ

لا ينفى ان الضعاف مقبولة ومعمولة في فضائل الاعمال ومناقب الرجال
مخلى نه ربه كضعيف حدیثیں فضائل اعمال میں اور مناقب رجال میں مقبول اور معمول بہا ہیں۔

نیز اس حدیث کی اور اسانید بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے اس حدیث کے متن میں قوت پیدا ہو جائے گی نیز ہمارا اصل مسئلہ تو صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ محض تائید کے درجے میں اس کا اعتبار کرنا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔

نیز صاحب قصیدہ بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جس کے بارے میں اشرف علی تھانوی لکھتا ہے کہ یہ قصیدہ الہام ربانی سے لکھا گیا ہے۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں
جاءت لدعوته الاشجار ساجدة
تمشی الیہ علی ساق بلا قدم

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کی دعوت پر درخت بھی سجدہ کرتے ہوئے اپنے تنوں پر
اپنے قدموں کے چلتے ہوئے آئے۔

امام اہل سنت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد

کی بارگاہ میں

دو زبانیں اس کی گنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ آجوں سلام

حدیث نمبر ۴۸:

محدث الامم ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں درد تھا تو سرکار علیہ
السلام نے ان کی آنکھوں میں لعاب دھن ڈالا اور دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں ٹھیک

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جب چاہیں جس کو چاہیں اپنی شان اعجازی سے شفا عطا فرما سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶:

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر گرم دیگ کرنے سے ان کا ہاتھ جل گیا تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا کی کہ اے اللہ ان کو شفاء عطا فرما تو ان کا ہاتھ مبارک ٹھیک ہو گیا۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام امور غیر عادیہ میں تصرف کرنے کی اہلیت کے حامل ہیں۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک نسائی شریف میں موجود ہے اور جو اس سے پہلے ہم نے حدیث نقل کی ہے وہ کنز العمال میں ہے اور الہدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔

حدیث نمبر ۷:

نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک یہودی حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں کس طرح بیچانوں کہ آپ نبی ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بڑاؤں جو یہ گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو پھر کیا تو مسلمان

ہائے گا۔ سرکار علیہ السلام نے کھجور کے خوشے کو بلایا وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ حدیث صحیح۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے قطعی طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا کیوں کہ کھجور کے خوشے کا چل کر آپ کے پاس آنا اور پھر چل کر اپنی جگہ جانا یہ عمل خارق للعادت ہے اور یہ عمل نبی کریم علیہ السلام کے واسطے سے ہی صادر ہوا اور معجزہ کی بھی یہی تعریف ہے۔

حدیث نمبر ۸:

جب اہل طائف نے نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کا ارتکاب کیا تو نبی کریم علیہ السلام ان کی اس گستاخی اور بے ادبی کی وجہ سے پریشان اور غمگین ہو کر اہل طائف فرمائے جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو بلائیے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس درخت کو بلایا پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کو حکم دیجئے کہ یہ واپس چلا جائے تو آپ نے اس کو حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے لئے کافی ہے۔

یہ حدیث پاک مشکوٰۃ شریف داری شریف اور مسند امام احمد میں مذکور ہے علامہ اٹمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور فتح الربانی کے مؤلف بھی اس حدیث کی صحت کا قول ہے۔

حدیث نمبر ۹:

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مالک نے مکاتب بنایا اور ان پر پابندی لگائی کہ تم مجھے کھجور کے تین سو درخت لگا کر دو اور جب تک وہ کھجور کے درخت پھل نہیں لائیں گے تم بدستور میرے غلام رہو گے اور چالیس اوقیہ سونا مجھے دینا ہوگا تو نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو تو صحابہ کرام نے ان کی امداد فرمائی کچھ صحابہ نے ان کو تیس کھجوریں دیں اور بعض نے بیس پیش کیں اور بعض نے پندرہ اور بعض نے دس اور بعض نے اپنی گنجائش کے مطابق پیش کیا حتیٰ کہ تین سو کھجوروں کے درخت جمع ہو گئے پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے ان کو لگایا حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ پھر تمام کھجوروں کے درختوں نے اسی سال پھل دیا اور کوئی درخت بھی ایسا نہ رہا جس نے پھل نہ دیا ہوا چالیس اوقیہ سونا بقیارہ گیا تھا تو نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک جنگ سے مرئی کے انڈے کی مقدار سونا آیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ فارسی مکاتب کے کدھر ہے جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ لے لو اور جو تم پر قرض ہے (بدل کتابت کے) اس کو اس کے ذریعے ادا کرو تو حضرت سلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کے ذریعے میرا بھاری بھر کم قرضہ کیسے ادا ہوگا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کو لے لو اللہ تعالیٰ تمہارا قرضہ اس کے ذریعے پورا کر دے گا تو آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو تو لیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ سونا پورا چالیس اوقیہ تھا۔

حضرت سلمان نے پھر وہ اپنے مکاتب کو دے دیا اور آپ آزاد ہو گئے۔

معجم کبیر طبرانی جلد ۷ ص ۲۲۶، مسند امام احمد جلد ۵ ص ۴۴۳ تا ۴۴۴ اور

مسند ابی یوسف جلد ۲ ص ۵۷ تا ۸۰، سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۳۸ تا ۲۴۱ تاریخ جلد اول ص ۱۶۳ تا ۱۶۹، میر اعلام اللہ صلی جلد اول ص ۵۰۶ تا ۵۱۱ علامہ نور الدین بیہقی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ اس کو امام احمد نے روایت کیا اور طبرانی نے امام احمد اور طبرانی کے راوی بخاری کے راوی ہیں سوائے ایک راوی کے مگر وہ بھی صحیح ہے۔

اور ایک اور سند کے بارے میں بھی فرمایا کہ اس کے راوی بھی بخاری کے راوی ہیں سوائے عمر بن فرہ کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۳۶ ہمارے سرفراز احمد خان صاحب صفدر اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھتے کہ علامہ نور الدین بیہقی نے فاضل اور جامع ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو صحیح اور ضعیف حدیثوں کو پرکھنے کا قوی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔ حضرت اپنی دوسری کتاب احسن الکلام میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنے وقت میں اگر کوئی کو صحیح اور ضعیف کی پرکھ نہیں تھی تو اور کس کو تھی۔ تو حضرت کے ان ارشادات سے بعد ہم آپ سے عرض کریں گے علامہ بیہقی نے اس حدیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے تو اس حدیث کرم فرماتے ہوئے اس حدیث کے مضمون پر بھی ایمان لائیں گے اور کیا اس حدیث کو تسلیم فرمائیں گے کہ معجزہ نبی پاک علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے کہ یہ حدیث پاک اس امر پر قطعی الدلالت ہے کہ یہ خرق عادت کام نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوا کیوں کہ عادتاً مرئی کے انڈے جتنی مقدار کے سونے کا نہیں اوقیہ جتنے سونے میں تبدیل ہو جانا یہ محال امر ہے اور حضرت سلمان فارسی قسم لے کر فرماتے ہیں کہ جب وہ سونا تولہ گیا تو چالیس اوقیہ ثابت ہوا جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور سے کوئی حصہ عطا فرمایا ہو اس حدیث پاک سے بخوبی اندازہ لگاسکتا ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ سے صادر ہوتا ہے البتہ جو لوگ

بعض رسالت میں اندھے ہو چکے ہوں اور امام الانبیاء علیہ السلام کی تنقیص میں مصروف رہنے کی وجہ سے ان کی عقلیں ماؤف ہو چکی ہوں تو ان کو ان احادیث سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

من لم يجعل الله له نورا فماله من نور

اور یہ بھی فرمایا کہ

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم

حدیث نمبر ۱۰:

نبی کریم علیہ السلام جب ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لارہے تھے تو سرکار علیہ السلام ایک چرواہے کے پاس سے گزرے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کے ساتھ نرنے جفتی نہ کی ہو تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ اس طرح کی بکری تو نہیں ہے لیکن ایک ایسی بکری ہے جو لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہے۔ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی پھر آپ نے دودھ نکالا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر دودھ نکالا اور چرواہے کو پلایا پھر نکالا اور خود نوش فرمایا تو وہ چرواہا عرض کرنے لگا کہ اللہ کی قسم میں نے آج تک آپ جیسا نہیں دیکھا آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔

تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں پھر اس نے عرض کیا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ نے کام کیا ہے اس پر سوائے رسول کے کوئی اور قدرت نہیں رکھتا۔ مخلصاً

مجم کبیر طبرانی جلد ۸ ص ۳۲۳ علامہ بخاری نے مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۱۳ میں ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ الاصابہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ ج ۳ ص ۲۶۱۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صحابی رسول ﷺ کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ یہی سمجھتے تھے کہ نبی کریم ﷺ معجزہ کے صادر کرنے میں با اختیار ہیں اگر ان کا یہ نظریہ نہ ہوتا تو وہ یہ نہ فرماتے کہ

لا يقدر على ما فعلت الا رسول

پھر نبی کریم علیہ السلام نے بھی اس بات پر سکوت اختیار فرمایا تو پتہ چلا کہ نبی کریم علیہ السلام کا بھی نقطہ نظر یہی تھا اگر آپ کا نقطہ نظر یہ نہ ہوتا تو آپ ٹوک دیتے۔

کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کی بعثت بھی اسی لیے ہوئی ہے کہ آپ نے توحید کی اشاعت بھی کرنی ہے اور جو امر توحید کے منافی ہو اس کی بیخ کنی بھی کرنی ہے اگر وہابی حضرات کے سامنے اہل سنت کوئی معجزہ پیش کریں تو وہ فوراً ٹوک دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا کیونکہ وہابی حضرات معجزہ اور کرامت میں نبی اور ولی کے اختیار کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں لیکن نبی کریم علیہ السلام جن کی بعثت ہی اللہ تعالیٰ نے شرک کا قلع قمع کرنے کیلئے کی ہے آپ علیہ السلام کے سامنے جب یہ گزارش کی گئی یہ معجزہ آپ کی قدرت سے صادر ہوا ہے تو سرکار علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا اس سے وہابی حضرات یہ تاثر دینا

چاہتے ہیں کہ توحید کے جو اسرار و رموز ہم پر منکشف ہوئے ہیں وہ سرکار علیہ السلام پر منکشف نہیں ہوئے تو ہم وہابی حضرات سے یہ گزارش کریں گے کہ

اتنی نہ بڑھاپا کی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

وہابی حضرات اس طرح کی باتیں کر کے کیا یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اصل نبوت کے اہل ہم تھے اور معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام کو نبی بنا کر اللہ تعالیٰ نے لفظی کی۔ کیوں کہ وہابی حضرات معجزہ میں نبی کریم علیہ السلام کے تصرف و اختیار کو شرک سمجھتے ہیں تو پھر بقول وہابیہ صحابی نے نبی کریم علیہ السلام کے سامنے شرک کیا اور آپ نے منع نہیں فرمایا تو کیا نبی کریم علیہ السلام کو شرک سے نفرت نہیں تھی اور وہابی حضرات کو زیادہ نفرت ہے۔ وہابی حضرات پر یہ شعر سچا آتا ہے۔

سر خدا کہ عارف سالک بکس نہ گفت

در حیرتم کہ بعد افروزش از کجا شنید

اے آتش یہ باغ کوئے یاد ہے سراں کی کیجئے

شگوفے پھولتے ہیں یہاں نت نئے نئے

وہابی حضرات کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس طرح کا نظریہ اپنا کر کہ نبی کریم علیہ السلام امور شریعہ میں مدد اہست سے کام لیتے تھے کہیں اپنے دین و ایمان سے تو ہاتھ نہیں دھو بیٹھیں گے اور مناسب یہی ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں کیونکہ جس راستے پر وہابی چل رہے ہیں یہ راستہ جہنم کا راستہ ہے اور جس راستے پر اہل سنت حضرات چل رہے ہیں وہ صحابہ کرام کا اور نبی کریم علیہ السلام کا راستہ ہے نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ کے راستے پر چلنے والا ہی ناجی ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ

الصراط المستقیم صراط الدین انعمت علیہم

والی ہی دعا مانگو اور اللہ تعالیٰ نے خود منعم علیہم لوگوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین

لہذا جنت میں جانے کا مستحق وہی آدمی ہوگا جو اس راستے پر چلے گا جس

راستے پر چلنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لہذا وہابی حضرات سے یہ گزارش ہے کہ

ترسم نہ روی بکعبہ اے اعرابی

کیں راہ کہ سے روی بترستان است

لہذا وہابی حضرات اپنے مذمومہ شرک سے بچانے کیلئے خواہ مخواہ تکلیف نہ

فرمائیں بلکہ وہ خود اپنا ہی خیال رکھیں۔

اے بلبل رنگیں نوا تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی

مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

حدیث نمبر ۱۱:

ایک آدمی سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں آیا اور اپنے گھر والوں کے لئے خوراک طلب کی ہم سرفراز صاحب کی تسلی کیلئے حدیث کے اصل عربی الفاظ پیش کرتے ہیں۔

جاء رجل الى النبي ﷺ يستطعمه فاطعمه شطر وسق شعير فماز ال
الرجل ياكل منه وامرته وضيغهما حتى كاله ففنى وقال رسول ﷺ لو لم
تكل منها لاكلتم منها ولتقام لكم

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک آدمی حاضر ہوا اور اپنے گھر کی ناکہ کشی

کی شکایت کی نبی کریم علیہ السلام نے اس کو تین من جو عطا فرمائے تو وہ آدمی اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان عرصہ دراز تک اس کو کھاتے رہے حتیٰ کہ ایک دن اس نے ان جوؤں کو پینے کے ساتھ ماپا تو معمولی عرصہ کے بعد وہ جو ختم ہو گئے۔
تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اس کو نہ مانتے تو وہ جو تمہارے پاس موجود رہتے اور تم ہمیشہ انہیں اپنے استعمال میں لاتے رہتے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے صراحت ثابت ہوتا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا خود نبی کریم علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ ان لوگوں کا فقر و فاقہ ان کی وجہ سے دور ہو جائے تو اللہ رب العزت نے آپ کے چاہنے سے آپ کی اس خواہش کو پورا فرمایا تو اس حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

ایک ضروری نوٹ اور ایک اہم اشکال کا جواب:

یہاں یہ اشکال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کیلو اطعمکم ببارک لکم فیہ

ترجمہ:

اپنے طعام کو ماپا کرو اس سے تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔
تو پھر وہ ماپنے کی وجہ سے ختم کیوں ہو گیا؟ اس جواب میں گزارش یہ ہے کہ یہ حدیث پاک جس میں فرمایا کہ طعام کو ماپنے سے اس میں برکت پیدا ہو جاتی ہے یہ

اس صورت میں ہے جب بندہ خرید و فروخت کرے اور یہ حدیث پاک جس میں یہ ذکر ہے کہ ماپنے کی وجہ سے طعام ختم ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ طعام ذاتی استعمال کیلئے تھا اور جہاں سرکار کا یہ فرمان ہے کہ طعام کو ماپا کرو اس سے اس میں برکت پیدا ہو جاتی ہے یہ خرید و فروخت والی صورت پر مہمول ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ماپنے کے بغیر خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲:

حضرت ام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک کپی میں مکھن پیش کیا کرتی تھیں تو جب ان کے بچے ان سے کھانے پینے کی کسی چیز کا مطالبہ کرتے تو وہ اس کپی کی طرف توجہ فرماتیں تو وہاں کھی موجود ہوتا اور وہ اپنے بچوں کو عطا فرماتی ایک دن انہوں نے اس کپی کو نیچر دیا تو پھر اس کی وہ برکت ختم ہو گئی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اس کو نہ نیچر دلی تو تمہیں ہمیشہ مکھن وہاں سے دستیاب ہوتا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بھی بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے واضح طور پر یہ امر پایا یہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے قصد اور ارادے سے صادر ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ مافوق الاسباب امور میں بھی متصرف ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے کچھ کھجوریں ہاتھ میں لیں اور ان پر برکت کی دعا فرمائی پھر وہ حضرت ابو ہریرہ کو عطا فرمائیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کھجوروں کو استعمال کرتے رہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک ان کھجوروں کو استعمال فرمایا جب سیدنا مان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی تو جس تھیلی میں انہوں نے کھجوریں ڈالی تھیں وہ کہیں گر گئیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کو ایک غم ہے۔ (عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا) اور مجھے دو غم لاحق ہیں ایک حضرت عثمان کی شہادت کا دوسرا اپنی تھیلی کے گر جانے کا۔

یہ حدیث پاک جامع ترمذی شریف اور مسند امام احمد میں موجود ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ تنقیح الرواۃ میں اور الفتح الربانی میں اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے بھی نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ کے صدور میں با اختیار ہونا ثابت ہے اور وہابیہ کے اس عقیدہ فاسدہ کا بطلان ثابت ہوتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۱۴:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے بہت ساری

احادیث مبارکہ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا چادر پھیلاؤ جب انہوں نے چادر پھیلائی تو نبی کریم علیہ السلام نے اپنا خالی چلو چادر میں رکھا پھر نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ چادر اپنے سینے کے ساتھ لگا لو تو حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے بعد مجھے کوئی حدیث پاک نہیں بھولی۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔ ہم قارئین کی تسلی کیلئے حدیث مذکورہ بالا کے اصل عربی الفاظ بھی پیش کرتے ہیں۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال یا رسول اللہ انی اسمع منک حدیثا کثیرا فانساہ قال رسول اللہ ﷺ البسط رداءک ثم عرف فیہا ثلاث غرفات ثم قال ضمہ الی صدرک قال ابو ہریرہ فضمتہ قال فما لست شیاً بعد۔

وجہ استدلال:

مکرم و حافظے والے کے حافظے کو تیز کر دینا الخارق للعدوات ہے اور انبیاء علیہم السلام سے جو افعال خارقہ للعدوات صادر ہوں ان کو معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوا۔ کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ حکم دینا کہ چادر پھیلاؤ اور پھر ارشاد فرمانا کہ چادر اپنے سینے کے ساتھ لگاؤ یہ سب ارشادات اس بات کی دلیل ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان کا نسیان کا مرض دور ہو جائے اور ان کا حافظہ بے مثال ہو جائے اس حدیث پاک سے وہابیہ خبیثہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

نیز ان کا یہ عقیدہ باطلہ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ورنہ نبی کریم ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ امام اہل سنت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں
مالک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حدیث نمبر ۱۵:

نبی کریم علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتے تھے نیچے گر جاتے تھے تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

اللهم ثبتہ علی فرسہ

اس کے بعد کبھی وہ گھوڑے سے نہیں گرے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں ہے۔

وجہ استدلال:

اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اپنے ہارے میں عقیدہ یہ ہے کہ جس کے ہارے میں میں چاہوں کہ وہ اپنی سواری سے نہ گرے تو میرے چاہنے سے اس طرح ہو جائے گا تو اس سے وہابیہ کے اس گستاخانہ عقیدہ کا ابطال ہو جائے گا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو آدمی صحیح سواری نہ کر سکتا ہو اس کا سواری پہ قادر ہو جانا خارق للعادت ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے حکم سے صادر ہوا۔

حدیث نمبر ۱۶:

نبی کریم علیہ السلام نے ایک عیسائی راہب کا واقعہ بیان فرمایا جس کا نام جرج تھا کہ وہ نماز ادا کر رہے تھے تو ان کی ماں نے آکے ان کو پکارا لیکن وہ بدستور نماز پڑھتے رہے اور ماں کی پکار پر توجہ نہ کی تو ماں نے ان کو بد دعا دی کہ اے اللہ جب تک یہ فاحشہ عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے اس کو موت نہ آئے تا کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک فاحشہ عورت نے ایک چرواہے سے بدکاری کروائی اور جب اس کو حمل ٹھہر گیا تو لوگوں نے پوچھا یہ حمل کس کا ہے تو اس عورت نے کہا یہ جرج کا ہے۔ تو لوگوں نے حضرت جرج کا عبادت خانہ گرا نا شروع کر دیا حتیٰ کہ سارا عبادت خانہ منہدم کر دیا اس پر آپ نے پوچھا کہ میرا کیا قصور ہے تم میرے عبادت خانے کو کیوں گرا رہے ہو انہوں نے کہا تو نے فلاں کنواری عورت سے زنا کیا ہے اور اس کو حمل ٹھہر گیا ہے تو آپ اس عورت کے پاس آئے اور پیٹ والے بچے سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اس نے جواب دیا کہ میرا باپ چرواہا ہے پھر لوگوں نے ان سے عرض کی کہ ہم آپ کو سونے یا چاندی کا عبادت خانہ بنا کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم مہربانی فرماؤ کہ تم نے جو میرا عبادت خانہ گرایا ہے اس جیسا بنا دو انہوں نے جس طرح کا عبادت خانہ گرایا تھا اس طرح کا پھر تعمیر کر کے دیا۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں موجود ہے اور اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔
ان الکرامة قد تقع من الولی باختیارہ وطلبہ (عمدة القاری جلد ۷ ص ۴۸۳)
کذا فی ارشاد الساری جلد ۷ ص ۳۹۴ مزید تسلی کیلئے ہم امام قسطلانی کی اصل

عبارت پیش کرتے ہیں

وفی هذا اثبات کرامات الاولیاء ووقوع ذلک لہم باختيار ہم وطلبہم
ارشاد الساری جلد ۷ ص ۳۹۳ نیز اسی طرح کی عبارت فتح الباری میں بھی
موجود ہے اور ایضاً ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۷ ص

اسی طرح امام نووی اپنی کتاب شرح مسلم میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو جلد ۲ ص
۳۱۳ تا ۳۱۴ اور اسی طرح کی عبارت علامہ سنوسی نے اپنی شرح مسلم میں اور علامہ ابی
ناکی نے اپنی شرح مسلم میں بیان فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔

ایک اہم اشکال اور اس کا جواب:

یہاں اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ عنوان تو یہ ہے کہ معجزہ انبیاء کرام علیہم السلام
کے ارادے سے صادر ہوتا ہے اور جو دلیل پیش کی گئی ہے اس سے کرامت کا مصدر
اولیاء ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا دلیل اور دعویٰ میں مطابقت کوئی نہیں۔

تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ قائل بالفصل تو کوئی نہیں جو لوگ معجزہ کو
مقدور انبیاء مانتے ہیں وہ کرامات کو بھی مقدور اولیاء مانتے ہیں اور جو معجزہ کو مقدور
انبیاء نہیں مانتے وہ کرامت کو بھی مقدور اولیاء نہیں مانتے تو جب کرامت کا مقدور
اولیاء ہونا ثابت ہو گیا تو اس قاعدہ کی وجہ سے معجزات کا مقدور انبیاء ہونا بھی ثابت
ہو جائے گا۔

نیز گزارش یہ ہے کہ کسی ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتی ہے کیونکہ
کسی امتی کا اس قدر قابل ہو جانا کہ اس سے خوارق للعداات صادر ہوں۔ یہ اصل
میں اس کے متبوع نبی کا ہی کمال ہوتا ہے۔ پھر جب ولی تابع اور غلام ہونے کے
باوجود کرامات کے صادر کرنے میں باختیار ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام جو کہ مخدوم

اور مطاع ہوتے ہیں وہ معجزات کے صادر کرنے میں کیونکر بے اختیار ہو سکتے ہیں۔

معجزات کے مقدور انبیاء کرام علیہم السلام ہونے کا ثبوت
علماء اعلام کے اقوال کی روشنی میں

حجت الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کو
ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس سے امور خارقہ للعداات صادر
ہوتے ہیں جس ہم میں ایک حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے افعال عادیہ کو وقوع
پذیر کرتے ہیں۔ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۱۹۰)

اور یہی عبارت علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ جلد اول ص ۴ پر تحریر فرمائی۔

حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی
کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ امور غیر عادیہ کو وقوع پذیر
کرنے پر قادر ہوتے ہیں جس طرح ہم امور عادیہ کو وقوع پذیر کرنے پر قادر ہوتے
ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۲۳)

نوٹ:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ عبارت امام غزالی سے نقل فرمائی ہے اور
سرفراز صاحب صفحہ اپنی کتاب تفریح الخواطر صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ جب کوئی مصنف
کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرتے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے

تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔ (تفزیح الخواطر ص ۲۹)

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح عقائد باب انکرامات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

نوٹ:

شرح عقائد ایک ایسی کتاب ہے جو اہل سنت کے مدارس کے اندر داخل نصاب ہے۔ اور وہابیہ کے دولوں گروہ خواہ مقلدین ہوں یا غیر مقلدین صدیوں سے اپنے مدارس میں یہ کتاب پڑھا رہے ہیں اور سرفراز خاں صفدر کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ وہ ساٹھ سال سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھا کر بوڑھے ہو چکے ہیں تو ظاہر ہے انہوں نے شرح عقائد بھی کئی مرتبہ پڑھائی ہوگی پھر پتہ نہیں حضرت کی عقاب کی نگاہوں سے یہ عبارت کیوں ابھل رہ گئی ہے حالانکہ کواکھانے والوں کی نگاہیں تو بڑی تیز ہوتی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب بغض رسالت میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے تو پھر اس کو کوئی بھی چیز بھائی نہیں دیتی جو نبی کریم علیہ السلام کی تعریف کو متضمن ہو۔

نیز سرفراز صاحب کی شوخ چٹائی اور بے حیائی ملاحظہ ہو کہ مروجہ درسی کتاب میں یہ عبارت موجود ہونے کے باوجود کتنی دیدہ دلیری سے اپنے خصم کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک عالم دین کا حوالہ پیش کیا جائے کہ معجزات انبیاء میں اور کرامات اولیاء میں ان کے ارادے کو اختیار کو دخل ہوتا ہے حضرت کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں تو پھر کیا ان کی نگاہ مبارکہ سے ہماری پیش کردہ عبارات نہیں گزریں اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو سرفراز صاحب کو ان عبارات کا پتہ تھا اور

جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو یہ صریح ضلالت ہے۔ یا ان کو ان عبارات کا پتہ ہی نہیں تھا تو یہ ان کی صریح جہالت ہے ہر دو صورت میں سرفراز صاحب قابل مذمت ہیں۔

نیز ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ جب ان کا مطالعہ اتنا ناقص ہے تو پھر انہیں کیا حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ مغالطات پر مشتمل کتاب کو راہ ہدایت کا نام دیتے پھریں اور اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ انہوں نے ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو پھر لڑنا انہوں نے مذکورہ عبارات کا ملاحظہ کیا ہوگا تو پھر ان کا یہ چیلنج کرنا کہ کسی ایک عالم کا حوالہ پیش کیا جائے یہ صریح ضلالت ہے اور پھر ان کا ایسی بے ہودہ مضامین پر مشتمل کتاب کو راہ ہدایت کا نام دینا اس بات کا مصداق ہے کہ برعکس نہ ہند نامی زنگی کا فور۔

لہذا سرفراز صاحب کو چاہیے چونکہ ہم نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا لہذا اب ان کو اس بات پر ایمان لے آنا چاہیے کہ معجزات اور کرامات انبیاء اور اولیاء کی قدرت میں ہوتے ہیں۔

آج شرط بلاغ است باتو گویم

خواہ از ختم پند گیری یا ملال

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

علامہ میر سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح مواقف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتا ہے اور یہی صحیح بات ہے۔

(شرح موافق ص ۶۶۶)

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب صفدر نے جو اپنے آپ کو عصیم کہلاتے ہیں اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے راہ ہدایت میں اپنے عصیم ہونے کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ معجزہ کا مقدور انبیاء ہونا اور بات ہے اور مقدور نبی میں معجزہ کا تحقق اور چیز ہے۔ (راہ ہدایت ص ۵۹)

گئی بات یہ ہے کہ ہم نے سرفراز صاحب کی اس مہمل عبارت کو بار بار غور سے پڑھا لیکن ہمیں ان کے اس مہمل کلام کی کوئی سمجھ نہ آئی ہمیں بے ساختہ یہ شعر یاد آیا۔

ہک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اگر سرفراز صاحب ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو شرح مواقف کی یہ عبارت اس امر میں نص صریح تھی کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں لیکن حضرت چونکہ اس امر کے مصداق ہیں کہ

ملاں آں باشد کہ چپ نشود

کچھ نہ کچھ کہنے کیلئے یہ وہابیات عبارت لکھ ماری کہ معجزہ کا مقدور نبی ہونا اور بات ہے اور مقدور نبی میں معجزہ کا ثبوت اور ہے۔ ہم سرفراز سے گزارش کرتے ہیں کہ سرفراز صاحب جس شق کو بھی اختیار کریں اہل سنت کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا لہذا وہ اس عبارت میں غور کریں اور اپنے اس نظریہ میں نظر ثانی کریں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادہ سے صادر نہیں ہوتا کیوں کہ معجزہ اگر مقدور انبیاء ہو یا اس کا تحقق انبیاء کی قدرت سے ہواں دونوں باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے سرفراز صاحب اس شعر کے مصداق ہیں۔

بت حیلہ گر تیری بات کو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

علامہ ابن حجر مکی ^{رحمۃ اللہ علیہ} علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت موصوف اپنی کتاب فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں کہ کرامت کو جائز ماننے والے کئی گروہ ہیں ان میں سے بعض نے یہ شرط لگائی کہ کرامت اور معجزے میں فرق یہ ہے کہ معجزہ اختیار سے صادر ہوتا ہے اور کرامت بغیر اختیار کے اور اسی کے ذریعے انہوں نے معجزہ اور کرامت کے درمیان فرق کیا ہے علامہ مکی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ فرق کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۷)

تو مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے کہ علامہ ^{رحمۃ اللہ علیہ} علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بار بار پڑھیں اور اپنے اس چیلنج سے توبہ کریں کہ کرامت اور معجزہ کے اختیاری ہونے کے بارے میں کسی عالم کا حوالہ پیش کیا جائے۔

امام ماتریدی ^{رحمۃ اللہ علیہ} علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تخت منگوا کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مافوق الاسباب امور پر قدرت عطا فرمائی تھی اور ان کے خدام کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا کہ وہ چشم زدن کے اندر کتنے بھاری بھر کم تخت کو لا کر پیش کر سکتے ہیں۔ (تاویلات اہل سنت جلد ۴ ص ۴۷۸)

اور اس مضمون کی عبارت دیوبندیوں اور وہابیوں کی معتدلیہ تفسیر ابن کثیر کے اندر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔
(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۳۷۶)

۵۰۔ طرح صاحب تفسیر ابن کثیر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا فرمائے جن کے ذریعہ لوگ ہدایت حاصل کرتے تھے اور اعلیٰ صفات عطا فرمائیں۔
(جلد ۳ ص ۳۲۲)

وجہ استدلال:

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صفات جمیلہ عطا فرمائیں اور ان کے صدور میں انہیں باختیار بنایا اسی طرح معجزات بھی عطا فرمائے اور ان کے صدور میں بھی انہیں باختیار بنایا۔

اور اسی طرح کی عبارت دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر عثمانی میں لکھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام بلقیس کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ وہ نرے بادشاہ ہی نہیں بلکہ مافوق الاسباب باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

امام شعرانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

آپ اپنی کتاب ایوایت والجواہر میں ارشاد فرماتے ہیں الکامل من قدر علی الکرامۃ کامل وہ ہے جو کرامت پر قادر ہو۔
(ایوایت والجواہر جلد ۲)

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی شہرہ آفاق کتاب شرح العقائد میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کی کرامات برحق ہیں بس دلی کے لئے کرامت ظاہر ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ

وہ لمبی مسافت بالکل معمولی مدت میں طے کر لیتے ہیں جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی آصف بن برخیا علیہ الرحمۃ چشم زدن میں بلقیس کا تخت لے کر بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہو گئے اور کرامات میں سے ایک یہ ہی ہے کہ اولیاء کرام ہوا میں اڑتے ہیں پانی پر چلتے ہیں اور ان کے ساتھ پتھر اور چوپائے کلام کرتے ہیں اور وہ مصیبت کے اندر متوجہ ہونے والے کی امداد کرتے ہیں اور جنگ کی صورت میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے زخم سے بچاتے ہیں اور اسی طرح کے بے شمار امور اولیاء سے صادر ہوتے ہیں۔ (شرح عقائد باب الکرامات)

نوٹ:

اس عبارت سے ہر وہ شخص جس کو اللہ رب العزت نے عقل و دانش کا کوئی ذرہ عطا فرمایا ہے بخوبی جان سکتا ہے کہ حضرت علامہ تفتازانی کے نزدیک کرامات اولیاء کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ اگر کرامات ان کے ارادے سے صادر نہ ہوں تو ان کے بارے میں آپ کا یہ فرمان کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اولیاء کرام مشکوکوں کو نال دیتے ہیں اور اپنے متوسلین کو دشمنوں کے شر سے بچاتے ہیں جس چیز کے واقع ہونے میں ان کا عمل دخل ہی نہ ہو تو اس چیز کی نسبت ان کی طرف کیسے کی جاتی ہے کیا جس کا ہاتھ رعشہ کی وجہ سے حرکت کرتا ہو یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو حرکت دے رہا ہے۔

علامہ تفتازانی کا ایک اور ارشاد:

حضرت اپنی کتاب مقاصد میں ارشاد فرماتے ہیں کرامت خرق عادت امر ظاہر ہونے کا نام ہے اگرچہ ولی کے ارادے سے ہی صادر کیوں نہ ہو۔

(المقاصد جلد ۲)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت والا اپنے مکتوبات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ جنوں کو یہ طاقت عطا فرماتا ہے کہ مختلف شکلوں میں تبدیل ہو کر انوکھے افعال صادر کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کا ملین کی روحوں کو ایسی قدرت عطا فرمادے تو اس میں کوئی تعجب کی بات ہے۔

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت نیز اپنی کتاب اتمام البرہان میں بار بار یہ لکھا ہے کہ معجزہ کرامت کے صدور میں ہی ولی کے اختیار کو تسلیم کرنے والے جاہل اور بے بصیرت ہیں اب حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں حضرت کا کیا خیال ہے۔

کیا حضرت کا یہ سب و شتم اور گالی گلوچ صرف بریلوی حضرات کیلئے ہی ہے یا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی اس سے کچھ حصہ پہنچے گا نیز اگر معاذ اللہ حضرت انکو بھی ان الفاظ کا مصداق سمجھتے ہیں تو پھر حضرت اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کس وجہ سے کہلاتے ہیں نیز مولوی حسین علی جو حضرت کے پیر مرشد ہیں وہ بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو پھر حضرت مولوی حسین علی کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے۔

اور اسی طرح مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھا ہے کہ میاں شیر محمد صاحب شر قیوری ولی کامل تھے اور حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ

اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور خدام میں سے اپنے آپ کو شمار کرتے تھے اور انہی کی بارگاہ کے فیض یاب تھے تو یہ عجیب سی منطق ہے کہ حضرت مجدد صاحب کے غلاموں کو تو پیر کامل کہا جائے اور خود مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جاہل بے بصیرت اور گمراہ قرار دیا جائے اگر معاذ اللہ وہ خود گمراہ تھے تو ان کے سلسلے سے ان کا فیض حاصل کرنے والے لوگ ولی کیسے بن سکتے ہیں نیز سرفراز صاحب کو شرم آنی چاہیے کہ جس سلسلے سے وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں اور اسی سلسلے میں اپنے آپ کو شامل کر کے پیری مریدی کا ڈھونگ بھی رچایا ہوا ہے اسی سلسلے کے مورث اعلیٰ کو وہ جاہل اور گمراہ قرار دیتے ہیں نیز

اہل سنت سے گزارش:

ہم علماء اہل سنت اور عوام اہل سنت کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ مولوی سرفراز صاحب اور اس قماش کے دیگر لوگوں کی بیہودگیوں سے دل گیر نہ ہوں کیوں کہ جن لوگوں کی زبان اور قلم سے حضرت مجدد الف ثانی جیسی ہستیاں بلکہ امام الانبیاء سید الانبیاء جیسی ہستیاں بھی محفوظ نہ ہوں۔ اگر ایسے لوگوں کی زبان و قلم سے اہل سنت کے حق میں بیہودہ کلمات صادر ہوں تو اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں صریح گستاخی کرنے سے نہیں چوکتے تو اگر وہ ہمیں گالیاں دے لیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

حضرت سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ ولی کو کرامات کی قدرت عطا فرماتے ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ کا ولی تمام اعضاء

وجوارح سمیت ہر اس قدرت خداوندی کا مظہر بن جاتا ہے پس وہ سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے ساتھ اور پکڑے گا تصرف کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے نور کیساتھ۔
(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۴۰)

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد گرامی:

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں جس کسی شے کو کن کہوں تو وہ فوری طور پر موجود ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر تو میں تجھے بھی اس مقام پر فائز کر دوں گا تو بھی کسی شے کو کن کہے گا تو وہ شے عدم سے وجود میں آجائے گی۔

(فتوح الغیب مقالہ نمبر ۱۳)

نیز اسی کتاب کے مقالہ نمبر ۱۶ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے بہت سارے انبیاء اور اولیاء کو یہ مقام عطا فرمایا ہے کہ وہ بھی کن کہے کر اشیاء کو عدم سے وجود میں لا سکتے ہیں۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب شرح فتوح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ولی کو تصرف کرنے کی طاقت عطا کی جاتی ہے اور کرامت اور خرق عادت کے طور پر ولی کائنات میں تصرف کرتا ہے۔
(شرح فتوح الغیب ص ۹۹)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا ایک اور ارشاد:

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عارف بچوں کن است از پروردگار تعالیٰ۔ عارف کا بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا اللہ رب العزت کا کلمہ کن کہنے کی طرح ہے۔

(اشعۃ الملمعات جلد ۲ ص ۲۳۶)

نیز اس عبارت کو علامہ مہمانی نے جواہر البحار جلد ۳ ص ۲۶۲ پر نقل فرمایا ہے اور علامہ فاسی علیہ الرحمۃ نے مطالع المسرات ص ۳۲۳ پر نقل فرمایا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ارشاد:

حضرت اپنی مشہور و معروف تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کی رجوں کو جسموں والی قوت عطا کرتا ہے پس وہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں چلے جاتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔
(تفسیر مظہری جلد اول زیر آیت ولا تقولوا لمن یقتل)

نوٹ:

ہم نے اکثر عربی عبارات کا اردو ترجمہ پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے تاکہ قارئین کو سہولت ہو۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں ولی کی نگاہ کا یہ کمال ہے کہ کافر کو مسلمان بنا دیتی ہے اور جاہل کو عالم بنا دیتی ہے اور کتے کو انسان بنا دیتی ہے اور فاسق کو نیک بنا دیتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا دوسرا ارشاد:

جب اولیاء کے لئے زمین لپیٹ دی جائے اور ان کیلئے متعدد اجسام حاصل ہو جائیں تو ان اجسام مثالیہ کی وجہ سے اولیاء اللہ کا آن واحد میں متعدد جگہ پر موجود ہو جانا بعید نہیں ہے اور اس جہاں میں یہ امر اولیاء اللہ کیلئے امر عادی ہے۔

(مرقاۃ جلد ۳ ص ۳۱)

نوٹ:

اجسام مثالیہ کی وجہ سے متعدد جگہوں پر موجود ہو جانا یہ امر خارق للعادة ہے لیکن علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کیلئے ایسے امور پر قدرت اس طرح ہی ہے جس طرح ہمیں اپنے افعال عادیہ پر قدرت ہوتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کا تیسرا ارشاد:

حضرت موصوف اپنی شہرہ آفاق کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ مومن اعتقاد رکھتا ہے اس کی مع، بھر اور تمام قوی کے کمالات حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مع اور بھر اور قدرت قوت کے آثار سے ہیں رہا وہ بندہ تو وہ معدوم محض ہے۔
(مرقاۃ جلد ۵ ص ۵۸)

نوٹ:

ملا علی قاری کی یہ عبارات اس امر میں صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ولی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کی وجہ سے کائنات میں تصرف کرنے پر قادر ہے اور مولوی سرفراز اپنی کتاب ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ علامہ موصوف کی یہ عبارت بھی حجت ہے کہ نہیں کیوں کہ اگر کرامت ولی کے ارادہ اور اختیار سے صادر نہ ہو تو پھر ملا علی قاری کا یہ فرمان کہ بندہ محبوب کے قوی کے کمالات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آثار میں سے ہیں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی مشہور زمانہ تفسیر مفتاح الغیب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کو وہ قدرت حاصل ہوتی ہے جو ان کے غیر کو حاصل نہیں ہوتی اور جب بندہ محبوب نیکیوں پر پیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کثرت لہ سمعا و بصر فرمایا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کی مع بن جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی آوازوں کو سن سکتا ہے اور جب نور اس کی بھر ہو جاتا ہے تو دور نزدیک کی چیزوں کو وہ دیکھ لیتا ہے اور اللہ جل جلالہ کا نور پھر اس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶۷)

نوٹ:

امام رازی علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت اس امر میں صریح ہے کہ کرامت ولی کے ارادے سے صادر ہوتی ہے کیوں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ولی تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور تصرف پر قدرت رکھنا یہ امر خارق للعادة ہے کیونکہ ہر انسان یا ہر مسلمان تصرف پر قدرت نہیں رکھتا اور جو امر خارق للعادة ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اسی طرح کی عبارت اسمعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط المستقیم میں نقل کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب اپنی معتبر تفسیر فتح العزیز میں ارشاد فرماتے ہیں وہ خاص اولیاء اللہ جنہوں نے نئی نوع انسان کی ہدایت کیلئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے

وفات کے بعد بھی دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت پاتے ہیں اور ان کا امور اخروی میں مستغرق ہونا بسبب وسعت اور اک کے دنیا کی طرف توجہ کرنے سے مانع نہیں ہوتا اولیٰ سلسلہ کے حضرات اپنے باطنی کمالات ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حاجت مند ان سے حاجت طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور ان کی زبان حال اس وقت یوں گویا ہوتی ہے اگر تم بدن سے میری طرف بڑھو گے تو میں روح سے تمہاری طرف آؤں گا۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۱۰۳)

نوٹ:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اس امر میں واضح ہے کہ کرامات اولیاء کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیوں کہ اگر کرامات ان کے ارادے سے صادر نہ ہوں تو ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت رکھتے ہیں کیوں کہ دنیا میں تصرف کرنے کی طاقت ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی اور تصرف کرنے کی طاقت اولیاء کرام کو حاصل ہوتی ہے اور تصرف کرنا ایسا امر ہے جو خارق للعادات ہے اور ولی سے ایسا امر صادر ہو جو خارق للعادات ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت میں اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ اولیاء کرام کو خارق للعادات امور پر قدرت حاصل ہوتی ہے اور اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ قائم بالفصل کوئی نہیں جو کرامت کے صدور کو ارادے اور اختیار کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں وہ معجزہ کا صدور بھی ارادہ اختیار کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور جو کرامت کے اختیاری ہونے کے منکر ہیں معجزہ کے اختیاری ہونے کے بھی منکر ہیں لہذا جب کرامت کا اختیاری ہونا ثابت ہو گیا تو معجزہ کا بھی ارادہ و اختیار کے ساتھ صادر ہونا ثابت ہو جائے گا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا دوسرا قول:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک بار خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نان باکی سے خوش ہو کر فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے تو اس نے عرض کی مجھے اپنا بمشکل بنا دیجئے تو اس کے کافی اصرار کے بعد خواجہ صاحب اسے اندر لے گئے اور اس پر توجہ کی جب باہر آئے تو دونوں کی شکل و صورت میں فرق نہ تھا اور لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

(تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۲۲۵)

کسی کو اپنی مثل بنا دینا یہ امر خارق للعادات ہے لیکن حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ ذال کر نان باکی کو اپنی مثل بنا دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ان کو اس خارق للعادات امر پر قدرت حاصل تھی اگر قدرت حاصل نہ ہوتی تو نہ نان باکی ایسا مطالبہ کرتا کہ مجھ کو اپنے جیسا بنا دو اور نہ حضرت اسے اپنے جیسا بناتے۔ نیز حضرت باقی باللہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ مانگ کیا مانگتا ہے یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کو مافوق الاسباب امور کے اندر قدرت حاصل تھی کیونکہ ان کو اگر یہ قدرت حاصل نہ ہوتی تو اتنا عام اختیار نہ دیتے کہ جو مانگنا چاہو مانگ لو۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت و جماعت حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد پاک کو امور تکوینیہ کے اندر متصرف جانتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز ادا کرتے ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۲۳)

وجہ استدلال:

اگر اہل بیت کرام علیہم الرضوان عام لوگوں کی طرح بے بس اور بے اختیار ہوں اور کرامات کے صادر کرنے میں ان کے قصد اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہوگا کہ اہل بیت کرام علیہم السلام امور تکوینیہ میں متصرف ہیں کیونکہ اگر کرامت میں ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اہل بیت کرام امور تکوینیہ میں متصرف ہیں کیونکہ تصرف کرنا خارق للعادت ہے اور جو امر خارق للعادت ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اولیاء کرام کرامات کے صادر کرنے میں با اختیار ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا سراسر افو اور باطل ہے کہ معجزہ اور کرامات برحق ہیں پر نبی ولی کے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام میں سے بعض نے کہا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ وہ جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے اس طرح اپنی قبروں میں بھی تصرف کرتے ہیں اور اولیاء کو کرامات اور کائنات میں تصرف حاصل ہے۔ (افعیۃ اللغات ج ۱ ص ۷۵)

یہی عبارت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ عزیز یہ میں نقل فرمائی۔ (فتاویٰ عزیز یہ جلد اول ص ۱۴۱)

مولوی سرفراز صاحب صفدر اپنی کتاب اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ ہمارے لئے روحانی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا فیصلہ

ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے اور حضرت اپنی کتاب تفریح الخواطر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے تو اس مصنف کا بھی وہی نظریہ ہوتا ہے۔ لہذا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ کی عبارت نقل فرمائی اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ حضرت شاہ صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے اور سرفراز صاحب کہہ چکے ہیں کہ شاہ صاحب کا فیصلہ ہمارے لئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے لہذا امید ہے کہ حضرت اب کرم فرماتے ہوئے شاہ صاحب کے فیصلے کو قبول فرمائیں گے۔

حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

اولیا را ہست قدرت الہ
تیر جہت باز آرنش برہ

ترجمہ:

اولیاء کو اللہ کی طرف سے ایسی قدرت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلا ہوا تیر واپس لا سکتے ہیں۔

نوٹ:

مولوی اشرف علی تھانوی الشیخ میں لکھتا ہے
مثنوی مولوی معنوی

ہست قرآن در زبان پہلوی

دیکھئے دیوبندیوں کے ہاں مثنوی کی اتنی شان ہے تو اب تو ان کو چاہیے کہ

مشغولی کے اس شعر کو تسلیم کریں اور مجرہ اور کرامت کے صدور انبیاء و اولیاء کی قدرت اور ارادے کو تسلیم کریں۔

حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا قول:

حضرت ایک بزرگ سید شمس الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ان بزرگوں میں سے ایک تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف عطا فرمایا اور خرق عادات امور پر قدرت عطا فرمائی۔
(رد المحتار جلد اول ص ۴۲)

نوٹ:

یہی عبارت مولوی اشرف تھانوی اپنی کتاب جمال الاولیاء میں نقل کرتا ہے یہ عبارت بھی اس امر میں بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ کرامات اولیاء عظام کے قصد اور ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ تصرف کرنا امر خارق للعادات ہے تو اگر ان کو اس پر قدرت ہی نہ ہو تو پھر ان کو تصرف کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور نیز یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ان کو تصرف عطا فرمایا جب ان کو تصرف پر قدرت ہی حاصل نہیں ہوگی تو پھر ان کے بارے میں کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ باذن اللہ متصرف فی الکائنات تھے۔ یہی عبارت امام شعرانی نے بھی اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں نقل فرمائی ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب اشعۃ المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کرامات اولیاء اللہ ہر شے از قصد و از بے قصد۔

کرامات اولیاء و ولیوں کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور بعض اوقات بغیر ارادے کے بھی صادر ہو جاتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت اپنی کتاب تکمیل الایمان میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کرامات کے اندر یہ قید لگانا کہ وہ دل کے ارادے کے بغیر صادر ہوتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔
(تکمیل الایمان ص ۲۳)

نوٹ:

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت بھی ہمارے اس مدعا پر قطعی الدلائل ہے کہ کرامات اولیاء مقدور اولیاء ہیں نیز جو آدمی حضرت ساریہ والے واقعہ میں غور کر لے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ کی حالت میں انہیں میدان جنگ میں راہنمائی فرمائی تو ظاہر بات ہے کہ حضرت عمر کی یہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی کیا انہوں نے چاہا نہیں تھا ویسے ہی ان کے منہ سے یہ کلام صادر ہوگی ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد:

حضرت اپنی کتاب انفاس العارفین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جس آدمی کو چاہتے تصرف کر کے بے خود اور مست بنا دیتے۔
(انفاس العارفین ص ۵۶)

نوٹ:

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ان

کے اس طرح کے قصے کتنی اور شمار سے باہر ہیں

حضرت خواجہ عثمان دامانی کا ارشاد:

فوائد عثمانیہ جو مولوی حسین علی کی مصدقہ کتاب ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب کی کرامت بیان کی گئی کہ ان کے کسی مرید نے ایک عورت کو قرض دیا تاکہ اس کے ساتھ بدکاری کرے لیکن جب بدکاری کا ارادہ کیا تو بدکاری پر قادر نہ ہو سکا تو پھر خواجہ صاحب کی بارگاہ میں آکر عرض کرنے لگا کہ فلاں عورت کے ذمے میرا قرض واجب الادا ہے اور وہ واپس نہیں کر رہی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے اس کو قرض نہیں دیا تھا اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لئے دجل کی دکان سجاتی مجھے فلاں حجرے کا سارا حال معلوم ہے۔ (فوائد عثمانیہ ص ۱۱۲)

وجہ استدلال

خواجہ صاحب کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تصرف کر کے اپنے مرید کو برائی سے بچالیا اور تصرف کر کے کسی کو برائی سے بچالینا یہ امر خارق للعادت ہے اور خارق للعادت امر جو ولی سے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اس پورے واقعہ کو ملاحظہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کرامت ان کے ارادے سے صادر ہوئی کیوں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے فلاں حجرے کا سارا حال معلوم ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی قلبی توجہ اور ارادے کے ساتھ اس خرق عادت امر کو صادر فرمایا۔

حضرت خواجہ صاحب کا ایک اور ارشاد:

حضرت نے اپنے مرید مولوی حسین علی کو فرمایا کہ تم اپنے گھر میں جاؤ اور جو

کچھ تم وہاں امور سرانجام دو گے میں تمہیں تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں گا۔

(فوائد عثمانیہ ص ۱۲۳)

نوٹ:

اپنے مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے کسی کے گھریلو واقعات کی خبر دینا یہ ایسا امر ہے جو ہر ایک آدمی کے بس میں نہیں ہے تو لہذا یہ امر خارق للعادت ہوا تو خواجہ علیہ الرحمۃ انتہائی اعتدال کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ تیرے سارے پیش آمدہ امور کو میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں گا اس سے ثابت ہوا کہ یہ امر ان کے بس میں اور اختیار میں تھا اور یہی اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ کرامات اولیاء اور معجزات انبیاء اسی طرح انبیاء و اولیاء کے ارادہ اختیار سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہمارے افعال عادیہ ہمارے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

ایک قابل توجہ نکتہ:

مولوی سرفراز خان صاحب صدر نقشبندی مجددی مدظلہ الاصل ارشاد فرماتے ہیں کہ فقیر مولوی حسین علی کے آخری مریدوں میں سے ہے تو حضرت جب اپنے آپ کو مولوی حسین علی کا خاتم المریدین کہتے ہیں تو پھر حضرت کو چاہیے کہ اپنے پیر و مرشد کی مصدقہ کتاب کے مندرجات پر ایمان لائیں اور اپنے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کریں کہ معجزات و کرامات میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔

نوٹ:

ہم نے سرفراز صاحب کو جو نقشبندی مجددی لکھا ہے تو ان کے دُعم کے مطابق

لکھا ہے حضرت اپنے آپ کو نقشبندی مجددی کہلاتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کافر کو فرمائیں گے۔

ذق انك انت العزيز الكريم

اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کافر بڑی عزت اور کرامت کا مالک ہے بلکہ یہ تو اس کے دُعم کے مطابق ہی کہا جائے گا۔

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب نجات الانس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تصرف کرنا بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

وجہ استدلال:

اگر اولیاء کا تصرف کرنا یہ ان کی کرامات میں سے ہے اور تصرف کرنا بغیر ارادے اور اختیار کے ممکن نہیں لہذا اس عبارت سے بھی کرامات کا ارادے سے اختیار سے صادر ہونا ثابت ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی:

حضرت اپنی معروف کتاب کشف المحجوب شریف میں ارشاد فرماتے ہیں بندہ محبوب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے سنتا ہے دیکھتا ہے اور پکڑتا ہے۔
(کشف المحجوب ص ۲۲۰)

وجہ استدلال:

جب بندہ محبوب کا دیکھنا سننا پکڑنا اللہ کی قدرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے تو پھر بدیہی بات ہے کہ وہ کائنات میں تصرف کرنے پر بھی قادر ہو کیونکہ جس ہستی کے

ہاتھ اور پاؤں اللہ کی قدرت کے مظہر بن جائیں تو ظاہر ہے کہ اس کے افعال ہمارے افعال عادیہ کی طرح نہیں ہوں گے بلکہ وہ امور غیر عادیہ پر بھی قدرتوں کا حامل ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا کہ انہوں نے ایک آدمی کی روح قبض کی اور قبض کرنے کے بعد دوبارہ اس کی روح اس کے اندر ڈال دی۔
(انفاس العارفین ص)

وجہ استدلال:

کسی آدمی کے روح کا جسم سے نکالنا یہ امر خارق عادت ہے ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر اس بزرگ کا یہ تصرف کرنا جیسا کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا ہے یہ خوارق للعادۃ امور میں تصرف ہونے کی واضح دلیل ہے اگر اب بھی سرفراز صاحب امور غیر عادیہ میں اولیاء کرام کی قدرت کو تسلیم نہ کریں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور سرفراز صاحب جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ امور غیر عادیہ میں تصرف کو ماننے والے گمراہ، جاہل اور بے بصیرت ہیں تو پھر شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں حضرت کا کیا نظریہ ہوگا اس لئے سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں ورنہ جس راستے کو انہوں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے یہ سیدھا جہنم کی طرف جا رہا ہے لہذا توبہ کر لیں اس میں ان کی بہتری ہے ورنہ وہ اس آیت کریمہ کے مصداق بن جائیں گے۔

وجوه يومئذ خاشعة عاملة ناصبه تصلي نارا حاميه تسقي من عين اليه

امام ابن خلدون کا ارشاد:

امام ابن خلدون اپنے مقدمہ میں ارشاد فرماتے ہیں اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں جہانوں اور اکوان میں مختلف قسم کی کرامات سے تصرفات کرتے ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۴۷۴)

اسی کتاب کے صفحہ ۵۰۲ پر ارشاد فرماتے ہیں کبھی بعض صوفیاء کرام اور اصحاب کرامات سے احوال عالم میں تاثیر دیکھنے میں آتی ہے اور یہ جادو کی قسم سے نہیں ہوتی بلکہ ان اولیاء پر اللہ کا خاص فضل ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے یہ امور ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان کا طریقہ اور نسبت آثار نبوت اور اس کے توابع سے ہی ہوتی ہے۔

وجہ استدلال:

علامہ ابن خلدون علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت اس امر سے صریح ہے کہ اولیاء کرام کا تصرف کائنات میں ثابت ہے اور یہ ان کے ارادے اور اختیار کے ساتھ پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو کسی کو تصرف کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے مولوی سرفراز صاحب صفدر نے بھی اپنی کتاب راہ ہدایت میں اسی عبارت کو نقل کیا ہے اور محبوظ الحواس ہونے کی وجہ سے اتنا نہ سوچ سکے کہ یہ عبارت ان کے نظریہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ حضرت اپنی کتاب تسکین الصدور صفحہ ۳۵۱ پر لکھ چکے ہیں کہ کسی غیر اللہ کو تصرف سمجھنا یہ کفر ہے اور حضرت اپنی تفریح الخواطر صفحہ ۲۹ پر ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں پیش کرے اور اس کے کسی حصے سے اختلاف نہ کرے تو وہی مصنف کا بھی نظریہ ہوتا ہے تو گویا سرفراز صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہوا کہ اولیاء کرام کائنات میں تصرف کرتے ہیں اور وہ اپنے

فتوے کی رو سے خود ہی کافر ہو گئے نیز ان کے امام اسماعیل دہلوی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ جو کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے تو مشرک ہے تو اسماعیل دہلوی کے فتوے کی رو سے علامہ ابن خلدون مشرک ثابت ہو گئے اور مولوی سرفراز صاحب ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر کافر ہو گئے کیونکہ حضرت اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۵۶ پر ان کے لئے رحمۃ اللہ علیہ والا جملہ استعمال کیا ہے تو جو بزرگ ان کے فتوے کی رو سے مشرک تھے ان کیسے دعائیہ کلمہ بول کر خود کافر ہو گئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی:

امام رازی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب المباحث المشرقیہ جلد ۲ ص ۵۵۶ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کا روح اس مادی عالم میں متصرف ہوتا ہے پس وہ عصا کو سانپ بنا دیتا ہے اور پانی کو خون بنا دیتا ہے اور اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کر دیتا ہے اس کے علاوہ اور بھی معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کی روحانی قوت سے صادر ہوتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کی اس عبارت سے جان چھڑانے کی ناکام کوشش:

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ یہ نظریہ امام رازی نے اپنا بیان نہیں کیا بلکہ فلاسفہ اہل کمال کا نظریہ پیش کیا ہے اور اس کی دجھیاں بکھیری ہیں ہم ناظرین سے گزارش کریں گے کہ وہ المباحث المشرقیہ کے اس صفحہ کا بغور مطالعہ فرمائیں اور سرفراز صاحب کے کذب و افتراء کی داود دیں کہ انہوں نے کتنا سفید جھوٹ بولا حالانکہ امام رازی نے یہ اپنا نظریہ بیان کیا ہے نہ کہ فلاسفہ کا اور امام رازی کے اس نظریہ کی تائید قرآن مجید کی ان آیات سے ہوتی ہے اور وہ آیات ہم اسی کتاب کے گذشتہ اوراق

میں بیان کر چکے ہیں۔

معجزات کا مقدور انبیاء ہونے کا ثبوت علماء دیوبند کے اقوال کی روشنی میں:

مدرسہ دیوبند کے ہائی قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پر دانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے بنظر ضرورت ہر وقت قبضے میں ہوتا ہے گاہ بگاہ قبضہ نہیں ہوتا۔ (تحذیر الناس ص ۸)

وجہ استدلال:

نانوتوی صاحب کی یہ عبارت اس امر میں بالکل واضح ہے کہ معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں سرفراز صاحب صفدر اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے یہاں معجزہ کی مثال قرآن مجید کے ساتھ کی ہے اور قرآن مجید کے نازل ہونے میں نبی کریم علیہ السلام کے قصد کو دخل نہیں ہے لہذا نانوتوی صاحب کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ انبیاء کے ارادے سے صادر ہوتا ہے۔

جوابی گزارشات:

سرفراز صاحب کا نانوتوی کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کے قصد کو دخل ہوتا ہے کیونکہ اس کی مثال قرآن مجید کے ساتھ دی ہے سرفراز صاحب کا یہ قول بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ اگر نانوتوی نے مثال غلط دی ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔

کیونکہ نانوتوی اگر قرآن مجید کی آیت خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کر سکتا ہے جو تمام تفاسیر اجماع امت اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے تو اگر اس نے یہاں بھی غلط مثال دے دی ہے تو یہ بالکل نانوتوی کی ذات سے بعید نہیں ہے۔

نیز سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ نانوتوی کے الفاظ تو یہ ہیں کہ معجزہ خاص جو ہر نبی کو بطور سند نبوت ملتا ہے کیا قرآن مجید ہر نبی کو ملا ہے؟ لہذا نانوتوی کی عبارت بالکل وضاحت کر رہی ہے کہ جس طرح ایک عام آدمی کو کوشش اور محنت کے بعد کسی امر میں ایک ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے کہ جب چاہے اس کو با آسانی وقوع پذیر کر سکتا ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے معجزات ملکہ کا حکم رکھتے ہیں کہ جب چاہیں ان سے امور غیر عادیہ سہولت صادر ہو جاتے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی کی گواہی:

تھانوی صاحب نے اپنی کتاب جمال الاولیاء اور کرامات امدادیہ میں لکھتے ہیں کہ کرامت اولیاء کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہے اس طرح حضرت تھانوی صاحب اپنی آخری کتاب البوار والنور میں لکھتے ہیں کرامات اولیاء کرام کے ارادے اور اختیار سے بھی صادر ہو جاتی ہیں۔

تھانوی صاحب کی ایک اور گواہی:

حضرت اپنی کتاب الشف میں لکھتے ہیں کہ بزرگوں کا ایک گروہ وہ ہے جو اہل نیکوین کھلاتے ہیں جن کا کام امور دنیوی کی اصلاح کرنا ہے اور لوگوں سے مشکلات کا دور کرنا۔ (الشف ص ۳۷۳)

اسی طرح تھانوی صاحب نے ایک اور کتاب الافاضات الیومیہ میں لکھا ہے کارخانہ کائنات کا ان بزرگوں کے سپرد ہوتا ہے اور وہ امور نیکوینیہ کی تدبیر کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب نے اپنی کتاب کرامات امدادیہ میں حاجی امداد اللہ کی کرامت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے ایک دوست حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی سے بیعت تھے حج خانہ کعبہ کو تشریف لے جاتے تھے بمبئی سے آگوت میں سوار ہوئے آگوت نے چلتے چلتے مکر کھائی اور قریب تھا کہ پتھر کھا کر غرق ہو جائے جب انہوں نے دیکھا کہ اب مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیروں روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا اس وقت سے زیادہ اور کونسا وقت امداد کا ہوگا اللہ تعالیٰ سبح و بصیر اور کارساز مطلق ہے اس وقت ان کا آگوت غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی اور توبہ واقعہ پیش آیا اور اسی روز مخدوم جہاں اپنی خادم سے بولے ذرا میری کمر دہاؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دہاتے دہاتے پیرا بن مبارک اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی تھی پوچھا حضرت یہ کیا ہے فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگز لگی ہے۔ آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے فرمایا ایک آگوت ڈوبا جاتا تھا اس میں تمہارا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا آگوت کو کمر کا سہارا دیکر اوپر اٹھالیا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس لئے اچھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔ (کرامات امدادیہ ص ۱۸)

وجہ استدلال:

تھانوی صاحب کی اس بیان کردہ کرامت سے ثابت ہوا کہ کرامت اولیاء

کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں اس قول پر دلیل حاجی امداد اللہ صاحب کا یہ قول ہے کہ ایک آگہوت ڈوبا جاتا تھا اس میں تنہا دینی اور سلسلہ کا بھائی تھا اس کی گریہ و زاری نے مجھے بے چین کر دیا آگہوت کر کر کا سہارا دے کر اوپر اٹھا لیا تو حاجی امداد اللہ صاحب کے یہ الفاظ اس امر پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی تھی کیونکہ کسی متقی بزرگ سے کسی خرق عادت امر کا صدور کرامت کہلاتا ہے اور کسی کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو تڑا دینا اور دور دراز سے آکر اس کی مشکل کو حل کر دینا یہ امر خارق للعادت ہے اور حاجی صاحب کے اس کام سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے قصد اور ارادے کے ساتھ اس خرق عادت امر کو صادر کیا اگر اب بھی سرفراز صاحب اس امر پر اصرار کرتے رہیں کہ کرامت کو اختیاری ماننے والے بے وقوف اور جاہل ہیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں البتہ یہ عرض کریں گے کہ ذرا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے ان الفاظ کی زد میں ان کے کون کونسے بزرگ آ رہے ہیں اگر بقول سرفراز صاحب کے ان کے حکیم الامت ہی بے وقوف اور جاہل ہیں تو پھر ان کے مریضوں کا کیا حال ہوگا ہمارا تو پہلے بھی یہی نظریہ تھا کہ تھانوی صاحب ان کے معتقدین بے وقوف ہیں اور سرفراز صاحب نے بھی ہماری تائید کر دی اگرچہ نادانستہ طور پر ہی سہی لیکن کلمی پبلشنگ ایوم سہیا کے مصداق بن گئے سرفراز کو چاہیے کہ اہل سنت کے بارے میں اس طرح کا نظریہ بیان کرنے سے پہلے ذرا سوچ بچار کر لیا کریں کہ میں جو تہرا اہل سنت کو بھیج رہا ہوں کہیں میرے اکابر اس کی زد میں نہ آجائیں۔

یوں نظر دوزے نہ بر چھی تان کر

اپنے بیٹے نے ذرا پہچان کر

پیارے سرفراز صاحب کی اس بحث میں حالت یہ ہے کہ

کبھی جھکتا ہوں ساغر پر کبھی گرتا ہوں مینا پر
میری بے ہوشیوں سے ہوش ساقی کے بکھر جاتے ہیں

تھانوی صاحب کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب محمد شہین علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کی کرامتوں میں یہ بھی ہے آپ کا ایک خادم راستہ میں کسی لٹق و دق جنگل میں جا پہنچا اور اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو اس نے ان سے امداد چاہی اور چلا تو ایک شخص کو محسوس کیا جو کہ رہا ہے کہ یہ رہا راستہ تو وہ راستہ پر پہنچ گیا۔ (جمال اولیاء ص ۱۳۴)

وجہ استدلال:

تھانوی صاحب کی بیان کردہ اس کرامت کے اندر بھی اس امر کا واقفیت ہے کہ یہ کرامت اس بزرگ کے ارادے سے صادر ہوئی۔

اشرف علی تھانوی کی بیان کردہ ایک اور کرامت:

تھانوی صاحب جمال الاولیاء میں لکھتے ہیں ایک بزرگ چار پیسوں کی بارش بچا کرتا تھا۔

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز خان صاحب صفحہ تھانوی صاحب کی بیان کردہ اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اپنے اسی چیلنج پر دوبارہ غور کریں کہ کسی عالم کا حوالہ پیش کیا جائے کہ کرامت کسی ولی کے ارادے سے صادر ہوتی ہے کیا تھانوی صاحب ان کی نگاہ میں عالم نہیں تھے اور تھانوی صاحب ان بزرگوں کے بارے میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان سے بہت زیادہ تصرف کرنا منقول ہے۔

اور تصرف کرنا تب ہی منقول ہو سکتا ہے جب ارادہ اور اختیار پایا جائے اگر یہ کہا جائے کہ تصرف بغیر ارادے اور اختیار کے بھی پایا جا سکتا ہے اور تصرف کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام والرضوان کے قصد کا کوئی دخل نہیں ہوتا پھر کیا سرفراز صاحب ان کے ہمنوا یہ قول کریں گے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کائنات میں متصرف ہیں کیونکہ بقول ان کے تصرف کرنا تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہی ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم السلام والرضوان کی طرف اس کی اسناد مجازی ہوتی ہے تو پھر وہ ایسا عقیدہ کیوں نہیں رکھتے اور اس تاویل کے ساتھ انبیاء اور اولیاء کو متصرف کیوں نہیں مانتے نیز بقول تھانوی صاحب کے وہ بارش بیچنے والے بزرگ متصرف تھے۔ اور وہابیہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جو کسی نبی ولی کو کائنات میں متصرف سمجھے ذاتی قدرت سے سمجھے یا عطائی قدرت سے سمجھے وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں اب سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ مولوی اسماعیل دہلوی یہی فتویٰ لگا رہا ہے اس فتوے کی رو سے تھانوی صاحب کا کیا انجام ہوگا اور سرفراز تھانوی صاحب کو اپنا حکیم الامت اور بزرگ مانتے ہیں تو ابو جہل جیسے مشرک کو اپنا بزرگ مان کر سرفراز صاحب کا کیا انجام ہوگا۔ مالکم کیف تحکمون

اسماعیل دہلوی کی شہادت:

اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے اولیاء کرام کو عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کا مکمل اختیار ہوتا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ کہیں کہ عرش سے لے کر فرش تک ہماری حکومت ہے۔ (صراط مستقیم ص ۵۴) (فارسی)

وجہ استدلال:

اولیاء کرام کا پوری کائنات میں تصرف کرنا یہ امر خارق للعادة ہے اور جو امر ولی سے بطور خرق عادت کے صادر ہو اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت میں اس امر کا واضح ثبوت موجود ہے کہ اولیاء کرام کی کرامتیں ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں اور مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھا ہے کہ جو اولیاء کرام کو کائنات میں تصرف مانے یا انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے تصرف ثابت کرے وہ کافر ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اسماعیل دہلوی سرفراز صاحب کے فتوے کی رو سے کافر ہو گیا اور مولوی سرفراز صاحب ان کو اپنا بزرگ مانتے ہیں تو ایک کافر کو اپنا بزرگ ماننے سے سرفراز بھی کافر ہو گئے۔

كذلك العذاب والعذاب الاخرة اكبر

اسماعیل دہلوی کی دوسری شہادت:

اسماعیل دہلوی اسی صراط مستقیم میں حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس مقام کے لوازمات میں سے ہے خوارق کا صادر ہونا دعاؤں کا مستجاب ہونا اور آفتوں بلاؤں کا دور کرنا۔ (صراط مستقیم ص ۱۳۵)

وجہ استدلال:

آفتوں بلاؤں کا دور کرنا یہ امر خارق للعادة ہے۔ اور اسماعیل دہلوی اولیاء عظام کیلئے اس امر کو ثابت کر رہا ہے اور اولیاء کرام سے جو خرق عادت امر صادر ہوا اس کو کرامت کہا جاتا ہے تو اس عبارت سے بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کرامت اولیاء کرام کے ارادے سے صادر ہوتی ہے۔

اور اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۵ پر اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ جس طرح لوہے کو آگ میں رکھا جائے تو لوہے میں بھی آگ کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ لوہا آگ بن گیا ہے اسی طرح اولیاء کرام قرب نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور ہو جاتے اور خدائی صفات کے مظہر بن جاتے ہیں تو اسماعیل دہلوی کی اس تمثیل سے بھی جو اسی نے لوہے اور آگ والی بیان کی ہے اس امر کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ کرامات اولیاء ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں۔

اسماعیل دہلوی کی تیسری گواہی:

اسماعیل اسی کتاب صراط مستقیم میں لکھتا ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وسعت برکت اور آجیناب ہدایت نامہ کی توجہات کے یمن سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کی متوجہ حال ہوئیں اور قریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے درمیان تنازع رہا الی ان قال شرکت پر صلح ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحمیں آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور قریباً ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی پر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی۔ (صراط مستقیم اردو ص ۲۴۲)

وجہ استدلال:

فوت ہونے کے پینچترہ سال بعد کسی کو قادری اور نقشبندی بنانا امر خارق للعادة ہے اور یہ امر خارق للعادة ان دونوں بزرگوں کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا ہے کیونکہ اسماعیل دہلوی کی عبارت کے یہ الفاظ کہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح اور حضرت غوث پاک روح آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور ہر ایک ان دو عالمی

مقام روحوں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو ہتمامہ اپنی طرف جذب کرے اسی طرح باقی ماندہ الفاظ اس امر پر قطعی الدلالت ہیں کہ ان دونوں بزرگوں کی ہر کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوئی کیونکہ اگر اس امر میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہ ہو تو پھر اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ دونوں روحوں کے درمیان جھگڑا ہوتا رہا اور حضور غوث پاک سید احمد کو قادری بنانا چاہنے سے اور خولجہ بہاء الدین اس کو نقشبندی بنانا چاہتے تھے پھر اس پر صلح ہوئی کہ اس کو نقشبندی بھی بنا یا جائے اور قادری بھی بنایا جائے پھر اس کو دونوں سلسلوں میں داخل کر دیا گیا تو اگر سید احمد بریلوی کو نقشبندی اور قادری بنانے کے اندر ان حضرات کے ارادے اور اختیار کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ عبارت مہمل ٹھہرے گی اور اس عبارت کے اندر اور ہدیان کے اندر کوئی فرق نہیں رہے گا اور یہ عبارت ایک دیوانے کی بڑی ثابت ہوگی کیا سرفراز کے نزدیک اپنے امام اسماعیل دہلوی کی یہی شان ہے کہ وہ مہمل کلام کرتے تھے اور مجھوتا نہ بڑیں ہانکتے تھے سرفراز صاحب کو چاہیے کہ اپنے اکابر کی اس طرح مٹی پلید نہ کریں بلکہ ان کے قلم سے جو اچھی بات صادر ہوگی اس کو تسلیم کرنے کا اعلان کریں اور اگر تسلیم نہیں کرتے تو پھر جو فتویٰ اہل سنت پر صادر کرتے ہیں وہی فتویٰ اپنے اکابر کی عبارات اور مولوی اسماعیل پر بھی صادر کریں۔

من گویم ایں کن و آں کن

مصلحت ہیں و کار آساں کن

نوٹ:

مولوی سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ مذاہبات کے صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ موافق نور ہدایت پر لازم ہے کہ وہ اپنے ناپاک عقیدہ سے توبہ کرے کہ معجزات انبیاء

کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کیونکہ کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ گذشتہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔

تو سرفراز صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ جو آدمی معجزہ اور کرامت کو نبی علیہم السلام اور ولی علیہم الرضوان کا اختیاری فعل سمجھے وہ کافر ہے تو اس کا نتیجہ ہی نکلا کہ مولوی سرفراز صاحب کے نزدیک قاسم نانوتوی اشرف علی تھانوی اور اسماعیل دہلوی اور مولوی حسین علی واں پھروی وغیرہ یہ تمام حضرات کفر کے اندر لت پت ہیں تو یہ بات ٹھیک ہے ہمارا تو پہلے بھی یہی نظریہ ہے کہ یہ تمام لوگ کافر ہیں سرفراز صاحب نے ہمارے نظریے کی تائید کر دی اب حضرت کو چاہیے کہ اگر ان میں واقعی انصاف اور دیانت نام کی کوئی چیز موجود ہے تو اپنے ان اکابر کو کافر قرار دیں جس طرح اہل سنت کو کافر قرار دیا ہے اگر نہیں دیتے تو اپنے اس نظریہ سے توبہ کریں۔ اور اہل سنت و جماعت کے متعلق ہرزہ سرائی کرنے سے باز رہیں اور اپنی زبان کو لگام دیں نیز ہم نے گذشتہ اوراق میں اس مسئلے کے بارے میں امام غزالی، امام زاری اس طرح بیسیوں اکابر کے جوابات پیش کئے ہیں کہ معجزات اور کرامات انبیاء اور اولیاء کرام کے ارادہ سے صادر ہوتی ہیں تو یہ کوئی ایسا نظریہ نہیں کہ جس میں اہل سنت منفرد ہیں بلکہ یہ تو تمام اکابرین کا نظریہ ہے۔

نہ من تہادریں میخانہ مستم

جنید و شبلی و عطا رحمہم مست

مولوی رشید احمد گنگوہی کا ارشاد:

گنگوہی صاحب تذکرۃ الرشید میں ارشاد فرماتے ہیں تصرفات اولیاء بعد از وفات الیہاں باقی می ماند۔ اولیاء کے تصرفات ان کی وفات کے بعد باقی رہتے

ہیں۔

(تذکرہ الرشید ۱۳۲)

گنگوہی کا اپنے بارے میں ارشاد ہے کہ حق وہی ہے جو میری زبان سے نکلتا ہے تو پھر سرفراز صاحب کو چاہیے کہ اس حق کو قبول کریں اور اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہیں نیز گنگوہی صاحب کا یہ ارشاد بھی ہے کہ ہدایت و نجات میری اتباع پر موقوف ہے۔

اگر سرفراز صاحب ہدایت اور نجات کے طلبگار ہیں تو گنگوہی صاحب کی اس بات پر عمل کریں اگر عمل نہیں کرتے تو پھر نہ وہ ہدایت پا سکتے ہیں نہ نجات ہی سکتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کی شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام سے دھوکہ دینے کی ناکام کوشش:

مولوی سرفراز صاحب صفدر فاضل دیوبند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فتوح الغیب کے ترجمہ میں ارشاد فرمایا کہ مجزہ کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ (فتوح الغیب ص ۲۳)

لیکن سرفراز صاحب کی پراگندہ دھنی کی دلیل یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ ولی کی طرف اشیا کو پیدا کرنا کو ان کے اندر تصرف کرنا سپرد کر دیا جاتا ہے یعنی کرامات اس کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہیں اب مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر تصرف کے اندر ولی کا ارادہ ہی نہیں ہوتا تو پھر شیخ عبدالحق کی اس عبارت کا کیا مطلب ہو گا کہ تصرف اولیاء کی طرف سپرد کر دیا جاتا ہے کیا کوئی سلیم العقل آدمی یہ باور کر سکتا ہے کہ کسی کو ان کے اندر تصرف کرنا سپرد بھی کر دیا جائے اور اس کو تصرف کرنے کے اندر

اختیار اور دخل بھی نہ ہو ایسی ایسی اور ایسی منطق دیوبند کی چار دیواری میں تو بن سکتی ہے لیکن ارباب عقل دانش کے نزدیک سرفراز صاحب کی اس عبارت کی پرکاوہ کے برابر بھی وقعت نہیں ہے نیز ہم شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ایک اور حوالہ قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں حضرت اپنی کتاب مدارج النبوت میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کیلئے جائز تھا کہ کسی علاقے کے فتح ہونے سے پہلے اس کی زمین کو تقسیم فرما دیں کیونکہ اللہ رب العزت نے آپ کو تمام اراضی اور ممالک کا مالک بنا دیا کیونکہ نبی کریم علیہ السلام جنت کی زمین تقسیم فرماتے ہیں تو دنیا کی زمین بطریق اولیٰ تقسیم کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(مدارج النبوت جلد اول ص ۱۱۵)

امام غزالی کی پہلی عبارت مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی نے اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور امام شعرانی نے کشف الغمہ میں اور امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں نقل فرمائی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا دوسرا ارشاد:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۰ پر ارشاد فرماتے ہیں کائنات کے ہر فرد کا رزق نبی کریم ﷺ کے دست اقدس میں دے دیا ہے اور ہر ایک کی ظاہری باطنی جسمانی اور روحانی تربیت اور پرورش کیلئے درکار قوت اور روزی آپ کے سپرد فرما دی ہے یعنی رزق کے خزانوں اور اس کی تقسیم کی چابیاں نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دی گئی ہیں یہی عبارت ارشاد الباری جلد ۶ صفحہ ۳۵۵ زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۲۶۰ پر موجود ہے نیز مطالع المسرات صفحہ ۱۱۲ اور الجوہر المنظم ص ۳۲ پر موجود ہے نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۹ صفحہ ۱۰۵ پر موجود ہے

اور مولوی سرفراز صاحب صفدر ارشاد فرماتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں امید ہے حضرت سرفراز صاحب کرم فرماتے ہوئے اس عبارت کے مطابق عقیدہ رکھیں گے حضور علیہ السلام کی کنیت ابو القاسم اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مستحقین میں جنت تقسیم فرماتے ہیں۔ (مدارج النبوة جلد اول ص ۲۶۶)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

ہم چنان کہ حیوانات ہمہ مطیع و منقاد امر آنحضرت علیہ السلام بودند نباتات نیز در حیطہ فرمانبرداری و طاعت و سے بودند۔ (مدارج النبوة جلد اول ص ۱۹۳)

ترجمہ:

حیوانات (جاندار اشیاء) اور نباتات بھی آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کے دائرے میں ہیں۔

اسی طرح اس کتاب صفحہ ۱۹۴ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم چنان کہ نباتات را و منقاد مطیع امر و مطیع ساختہ بودند جمادات نیز ہمے حکم دارند۔

(مدارج النبوة جلد اول ص ۱۹۴)

ترجمہ:

جس طرح نباتات کو حضور کے حکم کا فرمانبردار اور مطیع بنایا ہوا تھا جمادات بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔

اسی طرح آپ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۴ جلد اول میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بود آنحضرت علیہ السلام کہ تصرف فی کرد در ایشاں دی گردا بند غنی را فقیر و سے ساخت شریف را بابر و ضعیف را و خداے تعالیٰ عزت و قدرت مکتد مدد، نصرت، قوت

و شوکت کہ بھر ہمہ بالا تو آمد کار او بر ہمہ بیشی گرفت اختیار اولاً واللہ سو کند بخداے کہ مسخر گردانید اور ایں ہمہ امور شک نمی کنند دریں بیج عاقلے۔

ترجمہ:

حضور علیہ السلام تصرف کرتے تھے غنی کو فقیر بنا دیتے اور عزت والے کو ادنیٰ بنا دیتے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اتنی عزت اور قدرت اور طاقت اور مدد اور نصرت اور قوت اور شوکت عطا فرمائی کہ سب لوگوں سے نبی کریم علیہ السلام کا کام نمبر لے گیا اور سب سے حضور علیہ السلام کے اختیارات بڑھ گئے اللہ کی قسم یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کیلئے مسخر اور تابع کر دیں اس میں کوئی عاقل شک نہ کرے گا۔

نوٹ:

سرفراز صاحب صفدر کو شیخ علیہ الرحمۃ کی ترجمہ فتوح الغیب والی عبارت تو یاد رہی اور اس ترجمہ کی دیگر عبارات نیز مدارج النبوة کی دیگر عبارات پتہ نہیں حضرت کی نظر سے کیوں اوجھل ہو گئیں حضرت پر یہ بات پکی آتی ہے۔

حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء

نیز سرفراز کیلئے حضرت شیخ محقق کے یہ الفاظ قابل غور ہیں اللہ کی قسم یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضور کیلئے مسخر اور تابع کر دیں اور اس میں کوئی عقل مند شک نہ کرے گا سرفراز صاحب خدا کا خوف کریں کہ جس ہستی کا وہ حوالہ دے کر نبی کریم علیہ السلام کو بے اختیار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے وہ تو قسم فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے اختیار تمام مخلوق سے زیادہ ہیں کیا خان صاحب کو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی قسم پر بھی اعتماد و اعتبار نہیں نیز شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ فرمان کہ نبی کریم

علیہ السلام کے مختار کل ہونے میں کوئی عاقل شک نہیں کر سکتا تو حضرت کا یہ ارشاد سرفراز صاحب کیلئے تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہی صورتیں ہیں اگر سرفراز صاحب عاقل ہیں تو ان کو نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے پر ایمان لانا چاہیے اور انکار کجا شک بھی نہیں کرنا چاہیے اور اگر عاقل نہیں ہیں تو ان کو ایسے نازک موضوعات پر کتابیں لکھ کر اپنی رسوائی کا سامان نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اپنی کتاب اشعۃ الممعات میں ارشاد فرماتے ہیں۔
تصرف و قدرت و سلطنت و عیسیٰ زیادہ براں بود و ملک و ملکوت جن و انس تمامہ عوالم بتقدیر و تصرف الہی عز و علی در حیطہ قدرت و تصرف وے بود۔

(اشعۃ الممعات جلد اول ص ۴۳۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت سے زیادہ تھی ملک اور ملکوت جن اور انسان اور سارے جہاں اللہ تعالیٰ کے تابع کر دینے سے حضور علیہ السلام کے تصرف اور قدرت کے احاطہ میں تھے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں آنحضرت علیہ متولی امور البیہ و گماشتہ درگاہ عزت بود کہ تمام امور احکام کون و مکان بوی ملوخص بود و کددام دائرہ ممکنات واسع تراز ممکنات و سلطنت وے نبود۔
(اشعۃ الممعات جلد اول ص ۶۴۴)

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

زمین قدیم بر خدائے راست و رسول خدا پس تراں زمین مرثا راست از من

یعنی من تصرف می کنم در اں بہر وجہ کہ می خواہم وی بخشم ہر کرا کہ می خواہم و ظاہر آن بود گفتہ شود کہ منی و من اللہ زیرا کہ ہمہ از خدا است و خدا اور ہمہ جانیغیر خود را تصرف دادہ است۔
(اشعۃ الممعات جلد ۳ ص ۴۶ مرقاہ جلد ۳ ص ۳۴۱)

ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا قدیم زمین اللہ اور اس کے رسول علیہ کی ملکیت ہے ہر وہ زمین میری طرف سے تمہارے لئے ہے یعنی میں اس زمین میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں جسے چاہتا ہوں بخشا ہوں ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کہا جاتا کہ منی و من اللہ کیونکہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے نبی کریم علیہ السلام کو تصرف عطا فرمایا ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

وے علیہ خلیفہ مطلق و نائب کل جناب اقدس است وے کنند وے دہند ہر چہ خواہد باذن وے۔

فان من جو ذلک الدنیا و ضرر تھا و من علوم ملک علم اللوح و القلم

(اشعۃ الممعات جلد ۲ ص ۳۱۵)

ترجمہ:

حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق اور نائب کل ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں یا رسول دنیا اور آخرت کی ہر نعمت آپ کے جو دلا محدود سے کچھ حصہ ہے اور آپ کے علوم کثیرہ سے لوح و قلم کا علم بعض حصہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔
وجود شریف و سے پشت پناہ عالمیاں است علیہ۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۷۲)
ترجمہ:

نبی کریم علیہ السلام کا وجود اقدس تمام جہانوں کیلئے بطامادی ہے۔
حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد گرامی:

شیخ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ چوں روح مقدس آنحضرت علیہ السلام جان ہمہ عالم است باید کہ در ہمہ اجزائے عالم متصرف باشد۔ (اخبار الاخیار ص ۲۵۵)
نبی کریم علیہ السلام کی روح اقدس تمام جہانوں کی جان ہے تو اس کا تمام اجزائے عالم میں متصرف ہونا مسلم ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۶ ہریوں رقمطراز یعنی ہم جنت کا وارث نبی کریم علیہ السلام کو بناتے ہیں پس ان کی مرضی جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے چاہے منع کریں انہی کیلئے دنیا ہے انہی کیلئے جنت۔
(اخبار الاخیار ص ۲۱۶)

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شیخ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا سے نبی کریم علیہ السلام کا تصرف زمین و آسمان کو شامل ہے بلکہ دنیا و آخرت کے ہر قسم کے شراب اور طعام اور حسی

روحانی رزق اور ظاہری باطنی نعمتیں حضور علیہ السلام کے طفیل اور واسطہ سے ہیں۔
(جواہر البحار جلد ۲ ص ۱۹۹۔ مدارج النبۃ و جلد اول ص ۳۱۱۔ مطالع المسرات ص ۲۶۲)
نوٹ:

اختصار کی خاطر ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کی فارسی عبارات کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اگر باب ذوق اصل کتب کا مطالعہ فرما کر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی اور عبارت:

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔
پس گفت آن حضرت کہ بخواہ و تخصیص نہ کرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہم بدست ہمت و کرامت اوست علیہ ہرچہ خواہد و ہر کر خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔
اس کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے ایک شعر نقل فرمایا۔
اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ سے خواہی تمنا کن

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۹۶ مسک الختم جلد اول ص ۵۲۱)
یعنی نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ربیعہ کو فرمایا کہ جو چاہو مانگ لو کسی مطلوب خاص سے تخصیص نہ کی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام جہان کے کام نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ کے اذن سے عطا فرماتے ہیں اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت کی آرزو رکھتا ہے تو نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو جو جی میں آئے مانگ۔

اس مضمون کی عبارت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی عربی شرح لمعات التبیح میں تحریر فرمائی ہے۔ عربی شرح کے الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔

انہ علیہ السلام بحر کرم وفضل لاساحل لہ النج
نبی کریم علیہ السلام سخاوت اور بخشش کے ایسے سمندر ہیں جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

(لغات النبی جلد ۳ ص ۲۲۰)

مولوی سرفراز صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے اتمام البرہان میں لکھتے ہیں کہ یہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری کی لغزش ہے اور غیر معصوم لوگوں کی لغزشوں کو تسلیم کرنے کا نام ایمان نہیں مولوی سرفراز صاحب کی اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے علامہ منظور احمد فیضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ۔

ملنی فاعطیت اسئلک مرافقتک فی الجنة او غیر ذلک

سے عالم سنیت میں ایمان افروز بہار آجاتی ہے۔ بیچاری وہابیت اپنے مصنوعی دھرم کو گرتا دیکھ کر پھٹنے لگ جاتی ہے مجبوس ملی کی طرح اچھلتی ہے کودتی ہے کبھی شائیں نکالتی ہے کبھی پنچے مارتی ہے لیکن اس صحیح حدیث کے صاف صریح الفاظ کی سلامتیں اور مزید براں حضرت ملا علی قاری اور شیخ محقق کی تشریحانہ الفاظ کی میتیں اس بیچاری کو ٹپکنے نہیں دیتیں کبھی کہتی ہے صحیح مسلم اور نسائی شریف کے الفاظ کو میرا سلام میں ہدایہ نہایت کی طرف جاتی ہوں کبھی کہتی ہے کہ شیخ محقق اور ملا علی قاری غیر معصوم شخصیتوں کی لغزشوں کا نام ایمان نہیں یہ علماء کی غلطیاں اور لغزشیں ہیں اری مظلومہ جب ائمہ محدثین کے تشریحانہ کلمات عبارت لغزشیں ہیں جو ہزاروں لاکھوں کے مقتداء ہیں تو تیری کون سنتا ہے جہنم میں تیری بات جو ائمہ محدثین اور الفاظ حدیث کے خلاف ہے تو اس کو ردی کے ٹوکے میں ڈال کر آگ لگا دے۔

(مقام رسول ص ۳۱۰)

سرفراز صاحب سے ایک استفسار:

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اگر اہل سنت و جماعت حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارات نبی کریم علیہ السلام کے مختار کل ہونے کے ثبوت میں پیش کریں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ ان کی لغزشیں ہیں لیکن اگر حضرت خود حضرت شیخ اور علامہ علی قاری کی عبارات پیش کریں تو اس وقت انہیں لغزشیں قرار نہیں دیتے؟

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبار اخبار میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب چاند کو توڑا تو وہ توڑنا اس طرح تھا جس طرح کوئی آدمی اپنے ناخن کے قاتلو جسے کو اپنے ہاتھ سے جدا کر دے۔ (اخبار الاخبار ص)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ مجمل اعتقاد در حق سید کائنات علیہ آنت کہ ہر چہ جز مرتبہ الوہیت از کمالات و کرامات اثبات کند کا کنا ماکان۔

دع ما ادعہ انصاری فی علمہم

واعلم بما شئت مدحافہ و احکم

(مرج البحرین ص ۶۱-۶۲)

مجمل اعتقاد مسلمانوں کا نبی کریم علیہ السلام کے حق میں یہ ہونا چاہیے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت کے علاوہ ہے جتنے کمالات و کرامات ہی کیوں نہ ہوں وہ سب حضور علیہ السلام کے حق میں ثابت کرے۔

اے مسلمانو! جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی کے حق میں کہا کہ (عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے اور اللہ کے جز ہیں) یہ تم نہ کہنا اس کے علاوہ جو چاہے حضور کی مدح میں بیان کرے۔

وجہ استدلال:

تو ظاہر بات ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے حق میں یہ عقیدہ رکھنا کہ معجزات آپ علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ ایسا کمال ہے جو الوہیت کے علاوہ ہے اور شیخ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے جو بھی کمال الوہیت کے علاوہ ہے آپ کیلئے ثابت کیا جائے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

نحوں اور اخدا از بہر امر شرع و حفظ دین

وگر ہر وصف کش مے خوای اندر مدحش الماکن

(مکتوبات شیخ محقق بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۹۴)

حکم شرع اور حفاظت دین کی وجہ سے حضور کو خدا نہ کہنا اس کے علاوہ جو وصف چاہے حضور علیہ السلام کی مدح میں الما وکر۔

نوٹ:

اب مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ یہ تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دجال کے جو عادات خوارق ہوں گے وہ اس کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوں گے اگر خرق عادت امر میں کسی کا ارادہ اختیار ماننے سے کسی کو خدا ماننا لازم آجانا ہے تو کیا سرفراز صاحب یہ قول کریں گے کہ دجال ان کا خدا ہے اگر خرق عادت امر میں قدرت ماننے سے دجال کا خدا ماننا لازم نہیں ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام کے معجزات میں آپ کا ارادہ اور اختیار ماننے سے بھی خدا ماننا لازم نہیں آتا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی قدرت مانی جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ معجزات آپ کے

ارادے سے صادر ہوتے ہیں تو پھر آپ کو بھی خدا ماننا لازم نہیں آئے گا تو جب خدا ماننا لازم نہیں آتا تو شیخ علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ہر کمال جو بھی الوہیت کے علاوہ ہے سرکار علیہ السلام کیلئے ثابت کرنا عین ایمان ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

شیخ علیہ الرحمۃ اشعۃ الممعات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے بزرگان دین کی رو میں اپنے شرف اور قدرت کی وجہ سے ان فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں۔

(اشعۃ الممعات جلد ۳ ص ۴۰۱)

وجہ استدلال:

تو شیخ علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ شیخ کا نظریہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کی ارواح کائنات میں متصرف ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ مولوی سرفراز صاحب کو شیخ علیہ الرحمۃ کی یہ عبارات کیوں نظر نہیں آئیں اسی طرح ہم نے گزشتہ اوراق میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ آپ اشعۃ الممعات باب کرامات میں ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ کرامات اولیاء ظاہری شدن از قصد و از بے قصد

کہ کرامات اولیاء کرام کے ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور کبھی بے ارادہ بھی صادر ہو جاتی ہیں تو ان تمام عبارات کو دیکھتے ہوئے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی جو شرح فتوح الغیب والی عبارت ہے اس کا مطلب یہ لیا جائے گا چونکہ ولی فتفی اللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے تو پھر اس کا ارادہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارادہ شمار ہوتا ہے گو اس کا ارادہ اپنا ذاتی ارادہ نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا کا ارادہ ہی ہوتا ہے۔ مولوی

سرفراز صاحب حضرت شیخ کی ان تمام عبارات کو پڑھ کر یہی کہیں گے۔

مازیاراں چشم یاری داشتیم

خود غلط بود آنچه ما پیدا شدیم

حضرت کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت شیخ کی تمام عبارات کا مطالعہ فرماتے پھر ان کی شرح فتوح الغیب والی عبارات سے استدلال کرتے۔ امید ہے کہ اگر سرفراز صاحب کے اندر شرم و حیا کا کچھ بھی شائبہ ہوا تو آئندہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا نام اس مسئلے کے اندر لینے کی جرات نہیں کریں گے۔

مولوی سرفراز صاحب کا حضور غوث پاک کا نام لے کر دھوکہ دینا:

مولوی سرفراز صاحب نے فتوح الغیب کی عبارت پیش کی ہے کہ حضور غوث پاک نے بھی فرمایا ہے کہ کرامات کے اندر اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا حالانکہ ہم غوث پاک کی کتاب فتوح الغیب کی کئی عبارات پیش کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کائنات میں متصرف ہوتے ہیں ہم مزید حضرت غوث پاک کی عبارت پیش کرتے ہیں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے توفیق اور احسانات کے ساتھ اور قدرت و طاقت اور ولایت عامہ اور تصرف تام کے ساتھ اور ایسے امر کے ساتھ جو تیرے نفس اور دیگر تمام اشیاء میں نافذ اور موثر ہو اور تجھے صفت تکوین کا عطیہ دیا جائیگا تمام اشیاء کے معبود کی طرف سے اس دنیا میں اخروی زندگی سے پہلے ہی۔ (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۲۳)

اسی طرح حضور غوث پاک قصیدہ غوثیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

بلا د الله ملكي تحت حكمي

وحكمي نافذ في كل حال

اللہ تعالیٰ کی تمام آبادیاں اور بلاد میرا ملک ہیں میرے زیر فرمان ہیں میرا حکم

ہر حال میں نافذ اور موثر ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

الم تر ان الله اسيع نعمه علينا

وولانا قضاء الحوائج

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں ہمارے اوپر کامل کر دی ہے

اور ہمیں قضاء حاجات اور حل مشکلات پر مامور فرمایا ہے۔ مزید فرمایا۔

ولوالقيت سري في بحار

لصار الكل غورافي الزوال

حضرت کا مزید ارشاد گرامی:

ولو القيت سري في جبال

لدكت واختفت بين الرمال

اگر میں اپنا سر ولایت پہاڑوں پر بھی القاء کروں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت

میں چلے جائیں۔

ولو القيت سري فوق ميت

لقام بقدرت المولى تعالى

اگر میں اپنا راز ولایت میت پر ظاہر کروں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اذن

سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ غوث پاک کا یہ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

ولو القیت سری فوق نار

لخملت وانطقت من سر حال

اگر میں ذالوں اپنا راز ولایت آگ پر تو وہ بے نور ہو جائے اور وہ فوراً بجھ جائے سر حال اور شان ولایت کے راز سے۔

کسانی خلعة بطراز عزم

وقو جنى بتيحان الكمال

اللہ تعالیٰ نے عزم بہت کے نقش نگار سے آراستہ خلعت مجھے پہنائی اور مجھے کمال و خوبی کے بہت سے تاج پہنائے۔

انا من رجال لا يخاف جليسهم

رب الزمان ولا مری ما يرهب

میں ان لوگوں میں سے ہوں کہ جن کا ہم نشین زمانہ کے حوادث اور خوفناک امور سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ خاطر میں لاتا ہے۔

سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں کہ قصیدہ غوث پاک کی طرف غلط منسوب ہے؟ تو ہم ان کی تسلی کیلئے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خاتم المفسرین والمحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بستان المحدثین میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

سید زروق فاسی علیہ الرحمۃ کا ایک قصیدہ ہے جو قصیدہ جیلانیہ کی طرز پر ہے اس قصیدے کے بعض شعر یہ ہیں حضرت زروق فاسی اپنے مریدوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاقہ

اذما سطا جور الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة

فیدا دبا زروق اذا ات به سرعة

ترجمہ:

میں اپنے مریدوں کی پریشانیوں کو ختم کرنے والا ہوں جب زمانہ اپنی سختی کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو اگر تو تنگی میں ہو اور مشکل اور وحشت میں ہو مجھے یازروق کہہ کر پکار میں جلدی تیری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔ (بستان المحدثین ص ۳۲۲)

اگر یہ قصیدہ غوث پاک کی طرف غلط منسوب ہوتا تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ حضرت زروق کا یہ قصیدہ ہے جو قصیدہ غوثیہ کی طرز پر ہے۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ارشادات شیخ محقق کی زبانی:

حضرت شیخ محقق حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے ارشادات نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بعزت پروردگار کہ دست حمایت من بر مریدان من مثل آسمان است بر زمین۔ (اخبار الاخیار ص ۱۹)

ترجمہ:

مجھے پروردگار جل و علی کی قسم ہے کہ میری حمایت اعانت کا ہاتھ میرے مریدوں پر ابے محیط ہے جیسے کہ آسمان زمین کو محیط ہے اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر ارشاد فرماتے ہیں۔

من و یگیری سے کنم ہر کرا از ہر بیان من از مرکب بلغزد و از پائے در آید تار و ز

قیامت

ترجمہ:

میں قیامت تک اپنے اس مرید کی دھگیری کرتا رہوں گا جس کی سواری لغزش کھا جائے گی اور گرے گی۔
مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

مراد ہر لشکر سلطان ہست کہ مخالفت نہ کر دہ شود و در ہر منصب خلیفہ است کہ عزل کردہ نہ شود

ترجمہ:

میرا ہر لشکر میں مقرر کیا ہوا سلطان امیر ہے جس کے حکم اور فرمان کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی اور ہر منصب پر میری طرف سے ایسا خلیفہ ہے کہ جس کو معزول نہیں کیا جاسکتا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا مزید ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

حضور غوث پاک فرماتے ہیں کہ اسے روزے دار و اسے شب بے دار و اسے پہاڑوں پر بیٹھنے والو! اسے سالکین اسے ابد الو! اسے اوتاد الو! اسے پہلوانوں اسے بچو آؤ اور میرا فیض حاصل کرو! اس دریا سے جو کوئی کنارہ نہیں رکھتا۔ (اخبار الاخیار ص ۱۳)

نوٹ:

ہم نے اختصار کی خاطر فارسی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کرنے پر اکتفاء کیا۔

حضور غوث پاک کا ایک اور ارشاد گرامی:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں میں وہ صاحب سلطنت و جلال ہوں کہ میری تلوار بے نیام ہے میری قوس میں تیر فٹ کئے ہوئے ہیں میرے تیر نشانوں پر لگنے والے

ہیں اور میرا نیزہ خطائیں ہو سکتا میں اللہ تعالیٰ کی جلانے والی آگ ہوں میں اولیاء کرام کے احوال و مقامات سلب کرنے اور انہیں ان کے درجات و مراتب سے محروم کرنے پر قادر ہوں۔ (اخبار الاخیار ص ۱۳)

ایک قابل توجہ نکتہ:

مولوی سرفراز صاحب لکھنوی نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے ارشاد فرمایا یہ نہیں کہا کہ حضور غوث پاک نے ارشاد فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی غیر اللہ کو غوث کہنا شرک سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے استاد بھائی اور ہم مسلک عالم مولوی غلام اللہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا غوث اللہ ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب جمعات میں یوں رقمطراز ہیں کہ حضرت غوث جیلانی اور اس کتاب کے صفحہ ۸۳ پر لکھتے ہیں حضرت ”غوث اعظم“ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں حضرت ”غوث اعظم“۔

نیز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اس کتاب کے صفحہ ۶۱-۶۲ پر فرماتے ہیں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی درقبر خود مثل احیا تصرف می کند۔ (جمعات ص ۶۱-۶۲)

ہم سرفراز صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ حضرت غوث پاک کو غوث کے لفظ سے اس لئے یاد نہیں کرتے کہ کہیں شرک نہ ہو جائے لیکن اسماعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۲۳۲ پر لکھتا ہے۔ جناب غوث الثقلین اور خلیفہ بہاء الدین نقشبندی کی رو میں مقدسین آپ کے متوجہ حال ہوئیں تو اب بتائیں کہ مولوی سرفراز صاحب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کو مشرک قرار دیں گے تو اگر وہ مولوی اسماعیل اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو مشرک قرار نہیں دیتے تو

پھر اہل سنت پر شرک کا فتویٰ کیسے لگاتے ہیں۔

اگر اس لفظ کا اطلاق کرنے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اسماعیل دہلوی بدستور موحد رہے تو پھر حضرت اس لفظ کا اطلاق اگر حضور غوث پاک پر کر دیں تو ان کے عقیدہ تو حید میں کیا فرق آسکتا ہے نیز اگر کسی غیر اللہ کو غوث اعظم کہنا شرک ہے تو اپنے شیخ الہند محمود الحسن کے بارے میں حضرت کیا ارشاد فرمائیں گے جو اپنے پیر رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں

جنید شکی ثانی ابو مسعود انصاری

رشید ملت دین غوث اعظم قطب ربانی
دیکھئے! اب حضرت کے شیخ الہند رشید احمد گنگوہی کو غوث اعظم قرار دے رہے ہیں کیا حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم ماننا شرک ہے اور گنگوہی کو غوث اعظم ماننا عین ایمان ہے۔

گنگوہی صاحب کی اخلاقی پستی:

ارواحِ ثلاثہ میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ گنگوہی کی خانقاہ میں مجمع تھا گنگوہی اور نانوتوی کے مرید شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات مجمع میں تشریف فرما تھے گنگوہی نے نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں لیٹ جاؤ نانوتوی صاحب شرما گئے گنگوہی صاحب نے پھر فرمایا تو ادب سے چٹ لیٹ گئے حضرت گنگوہی بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور مولانا کی طرف کروت لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے دل کو تسلی دیا کرتا ہے نانوتوی کہہ رہے ہیں کہ کیا کر رہے ہو لوگ کیا کہیں گے گنگوہی صاحب نے کہا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔

(ارواحِ ثلاثہ ص ۳۰۵)

گنگوہی صاحب نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قاسم صاحب دہن کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا سو جس طرح زن و شوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا۔

(تذکرہ الرشید جلد ۲ ص ۲۸۹)

نوٹ:

اپنی قسمت کی بات ہے کچھ لوگ ایسے آدمیوں کو اپنا غوث اعظم سمجھتے ہیں جو کبھی مجمع عام میں غیر اخلاقی حرکتیں کرتے ہیں اور کبھی خواب میں مردوں سے جماع کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسی ہستی کو اپنا غوث اعظم مانتے ہیں جو سید الاولیاء ہیں بہر حال پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

کل حزب بما لدیہم فرعون

مولوی سرفراز صاحب کے علماء کی عبارات سے غلط

استدلالات

نمبر ۱:

مولوی سرفراز صاحب عبدالحی کھنوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ کرامت وہ خرق عادت امر ہے جو ولی کے ہاتھ پر صادر ہو بغیر اس کے کہ وہ کسی چیز کا دعویٰ کرے۔ (راہ ہدایت ص ۵۴)

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کا اس عبارت سے اپنے مقصد پر استدلال کرنا لغو اور باطل ہے۔ حضرت کا دعویٰ یہ ہے کہ کرامت کے صدور میں ولی کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہے۔

لیکن عبارت کی دلالت اس دعوے پر نہیں ہے کیونکہ بغیر دعویٰ امر کے کسی امر کے صادر ہو جانے سے ولی کا مجبور ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ دعویٰ امر سے مراد ثبوت یا ولایت کا دعویٰ ہے تو بغیر دعویٰ کے خرق عادت امر صادر ہو خواہ اختیار سے بھی ہو یہ عبارت اس پر بھی صادق ہے لہذا سرفراز صاحب کا استدلال غلط ہے ان کا یہ عبارت درج کرنا فضول بھرتی کے ضمن میں آتا ہے۔

نمبر ۲: مولوی سرفراز کا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی عبارت

سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

کرامت سب کی وہی ہوتی ہے اور وہ جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشا ہے (ملفوظات حصہ چہارم ص ۱۳)

سرفرازی استدلال کا جواب:

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت مولوی سرفراز صاحب کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ ہندو جوگی اور بعض فاسق فاجر لوگ مجاہدے ریا فطیں کر کے جو خرق عادات امور سرانجام دیتے ہیں یہ کرامت نہیں ہو سکتیں کیونکہ کرامت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے اور یہ استدراج ہے یہاں کسب کا وہ مطلب نہیں ہے جو ہمارے اور سرفراز صاحب کے درمیان مختلف فیہ ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں کا علم کسی ہے اور فلاں کا علم وہی ہے تو کسی علم جو ہے وہ فاسق فاجر اور کفار بھی حاصل کر لیتے ہیں مثلاً بعض اوقات دیوبندی وہابی ذاتی محنت مشقت کر کے ظاہری عالم بن جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بزرگ اور نیک بندوں کو اپنے خصوصی فضل سے جو علم عطا فرماتے ہیں اس کو وہی اور لدنی علم کہا جاتا ہے۔ جس طرح سیدنا خضر علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

علمناہ من لدنا علما

ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو وحی علم سے نوازا نیز اگر سرفراز صاحب کا عقیدہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کے مطابق ہے تو پھر کیا وہ تسلیم کریں گے کہ استدراجات وغیرہ میں کافروں اور فاسقوں کے ارادے کو دخل ہوتا ہے۔ تو پھر کیا ان کو انبیاء اولیاء سے بغض ہے ان کے خوارق عادات امور میں ان کے ارادے اور اختیار کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا جوگی اور بھان متی کا تماشا دکھانے والے امور غیر عادیہ میں با اختیار ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام علیہم الرضوان جو اللہ تعالیٰ

کے محبوب اور پیارے ہیں کیا وہ بے بس اور بے اختیار ہیں۔
عقل و دانش بہاید گریست

نوٹ:

ہم نے جو سرفراز صاحب پر یہ اعتراض کیا ہے تو جو انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت سے مطلب سمجھا ہے اس کے مطابق کیا ہے ورنہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب ایسا ہے جو ہم نے عرض کیا ہے نہ کہ وہ ہے جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے۔

ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کی وضاحت کیلئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کی ایک کرامت پیش کرتے ہیں حضرت خواجہ جواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز علیہ الرحمۃ جب اجمیر شریف تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں رہنے والے ہندوؤں پر یہ بات بہت گراں گزری تو ایک ہندو جوگی نے آپ علیہ الرحمۃ کو نیچا دکھانے کیلئے اپنے کرتب کا مظاہرہ کرنا چاہا اور آکر آپ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا تو حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی کھڑاؤں کو حکم فرمایا کہ اسے نیچے لے آؤ۔

آپ کا یہ حکم فرمانا ہی تھا کہ کھڑائیں اس جوگی کے سر پر پڑنا شروع ہو گئیں اور وہ جوگی نیچے گر پڑا اور اس کے بعد آپ کی قدم بوسی کی اور اپنے کفر شرک سے توبہ کی اور حضرت خواجہ غریب نواز کے واسطے سے جی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو چیز کس سے حاصل ہو وہ بھان متی کا تماشا ہے جس طرح کہ وہ جوگی دکھا رہا تھا اور کرامت محض

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس طرح حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے اپنی کرامت کے ذریعے اسی استدراج کا تذکرہ فرمایا یہ جو ہم نے واقعہ بیان کیا ہے یہ انوار خواجہ صفحہ ۱۲۲ پر موجود ہے۔ اسی طرح ایک کتاب دلی کے بانی ۲۲ خواجہ اس کے اندر بھی یہ واقعہ مرقوم ہے۔

مولوی سرفراز کا امام رازی کی عبارت میں تحریف معنوی کا ارتکاب:

مؤلف نور ہدایۃ مولانا سید حسن الدین شاہ صاحب نے امام رازی کی کتاب المباحث المشرقیہ کا ایک حوالہ پیش کیا تھا ہم وہ اصل عربی عبارت دوبارہ نقل کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام رازی ارشاد فرماتے ہیں۔
وخواص النبی کما ذکرنا ثلث

ترجمہ:

انبیاء علیہ السلام کے خواص جس طرح کہ ہم نے ذکر کیے وہ تین ہیں۔ ان میں تیسرا خاصہ ذکر کرتے ہوئے امام رازی رحمت اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

وللہا ان تکون نفسہ متصرفۃ فی مادۃ هذا العالم فیقلب العصاء ثعبانا والماء دمایہرنی الاکمہ والابوص الی غیر ذالک من المعجزات.
(المباحث المشرقیہ جلد دوم ص ۵۵۶)

ترجمہ:

نبی کا تیسرا خاصہ یہ ہے کہ ان کی ذات اس عالم کے مادہ میں متصرف ہو پس بدل دیں عصا کو سانپ سے اور پانی کو خون سے اور اندھے اور کورھی کو شفا

دیں۔ تو مولوی سرفراز صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ فلاسفہ اباسلہ کا باطل نظریہ ہے کہ نبی کی ذات کو اس عالم میں تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے عالم میں خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ امام رازی نے حکماء کے یہ عقائد بیان کر کے ان کی پرزور تردید کی ہے۔

ہم ناظرین سے گزارش کریں گے کہ وہ البہا صحت المشرقیہ کے مذکورہ صفحہ کا بھی مطالعہ فرمائیں بلکہ پوری دو جلدوں کا مطالعہ فرمائیں ان میں کہیں امام رازی کی طرف اس بات کی تردید نظر نہیں آئے گی۔

تو مولوی سرفراز صاحب نے امام رازی کی اس عبارت سے جان چھڑانے کیلئے ان کی طرف جھوٹی بات منسوب کر دی ہے نیز مولوی سرفراز کا یہ کہنا کہ امام رازی نے یہ فلاسفہ کا نظریہ بیان کیا ہے یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ امام رازی نے فرمایا۔

وخواص انبی کما ذکرنا۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے خواص جس طرح ہم نے ذکر کئے تو کیا مولوی سرفراز صاحب امام رازی کو فلاسفہ اباسلہ میں سے سمجھتے ہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں اتنے بڑے مفسر اور عالم کو شیطان قرار دینا کونسی ایمان داری ہے۔

مولوی سرفراز صاحب نے اس نظریہ کو جو قرآن کی صریح آیات سے ثابت تھا اس کو فلاسفہ کی طرف منسوب کر دیا۔

مثلاً اندھوں اور کوڑھیوں کو تندہ دست کرنا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شان قرآن پاک میں بیان فرمائی ہے۔ فرمایا

ونبری الاکمہ والابرص باذنی

ترجمہ:

اور اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

فالقی عصاه فاذا هی ثعبان مبین

پ ۹

ترجمہ:

تب ڈالا اس نے اپنا عصا تو اس وقت ہو گیا اڑدہا صریح۔ اسی طرح ارشاد

اللہ تعالیٰ ہے

ولقد اتینا موسیٰ تسع ایت بیست

پ ۱۵

ترجمہ:

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ کو فضل و رحمت سے قرآن عظیم دیا ہے اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر ایمان میں ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام کو مسداقت کے لو کھلے ہوئے نشانات ان کے مناسب حال معیت فرما چکے ہیں۔ وہ نو معجزات یہ تھے۔

۱۔ عصا، شبنم، نقص ثمرات، طوفان، جراد، قمل، قفادع، دم تفسیر عثمانی صفحہ ۵۰۲۔

مولوی سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں اگر موسیٰ علیہ السلام ان چیزوں کے علاوہ اسے میں با اختیار نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مقصد ہوگا کہ ہم نے

ان کو نشانیاں عطا فرمائیں۔

نیز مدرسہ دیوبند کے بانی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔ معجزہ خاص جو ہر نبی کو مثل پر دانہ تقرری بطور سند نبوت ملتا ہے۔ بظہر ضرورت ہر وقت قبضہ میں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی قبضہ نہیں ہوتا۔ (تحذیر الناس ص ۸)

اب مولوی سرفراز صاحب قرآن کریم کی اس آیت کو بھی دیکھیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزے عطا فرمائے۔ اور اپنے مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب کی عبارت کو بھی دیکھیں۔ پھر خود فیصلہ کر لیں کہ جو مسئلہ قرآن کریم کی صریح آیت سے ثابت ہو اس کو حکماء کی طرف منسوب کر دینا اور شیطانی نظریہ قرار دینا کوئی انسانیت ہے۔ اسی طرح سرفراز صاحب قرآن کریم کی اس آیت کی طرف بھی غور کریں۔

وقالوا مهما نأتنا به من اية لتسحرنا بها فما نحن لك بمومنين

پ ۹

ترجمہ:

اور کہنے لگے جو کچھ تولائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔

دیوبندی شیخ الاسلام کی وضاحت:

یہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر نشانات دیکھ کر کہتے تھے خواہ کیسا ہی جادو آپ ہم پر چلائیں اور اپنے خیال کے موافق کتنے ہی نشان دکھائیں ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

نوٹ:

شبیر احمد عثمانی کے اس حاشیہ سے ثابت ہوا کہ فرعونوں کا نظریہ بھی یہی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام معجزات دکھانے پر قادر ہیں۔

کیونکہ انہوں نے یہ کہا کہ آپ جو بھی معجزہ لے کر آئیں ہم آپ پر ایمان لائیں گے اس سے ثابت ہوا کہ معجزہ کے صادر کرنے میں موسیٰ علیہ السلام کا سب اختیار موجود تھا۔

اب سرفراز صاحب اگر خدا کا فرمان تسلیم نہیں کرتے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا فرمائے تو کم از کم اپنے ہم مشرب بھائیوں فرعونوں کی بات مان لیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری شہادۃ:

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں پر دوسرا نقطہ بھی ہے کہ ہمارا مذہب کہ انواع و اقسام کے مخلوق سے مختلف ہیں جن میں انتہائی قوی بھی ہیں اور ضعیف و ناتوان بھی اور ان میں نورانی بھی ہیں اور ظلماتی بھی ہیں کہ جب کسی نفس میں قوت قدسیہ بھی موجود ہو اور اس کا جوہر نورانی ہو اور طبیعت عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہو۔ اس کے ساتھ ہی مختلف عبادات و ریاضات بھی اس کے ساتھ مل جائیں جو اس کے جمال و حال والے چہرہ سے عالم کے گرد و غبار کو زائل کر دیں تو اس روح میں چمک دمک پیدا ہو جائے گی اور اسے عالم میں تصرف کی قدرۃ حاصل ہو جائے گی۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۸)

نوٹ:

ہم نے عربی عبارت نقل نہیں کی بلکہ اختصار کیلئے اردو ترجمہ پیش کرنے پر

اکتفاء کیا ہے۔ اور سرفراز صاحب امام رازی کی اس عبارت کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے کہ کیا انہوں نے یہ نظریہ بھی فلاسفہ اباسط کا بیان کیا ہے یا اپنا ذاتی نظریہ بیان کیا ہے نیز حضرت یہ بتلائیں کہ انہوں نے معجزہ اور کرامت کے اندر نبی ولی کے کسب اور ارادہ کو تسلیم کرنے والوں کو کوڑھ مغز اور بد باطن قرار دیا ہے کیا امام رازی کو بھی ان الفاظ کا مصداق قرار دیں گے۔

امام رازی کی تیسری شہادۃ:

حضرت امام رازی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب روح معرفت الہی اور محبت خداوندی سے مانوس ہو جائے اور اس بدن کی تدبیر و تکمیل میں اس کا استغراق کم ہو جائے اور اس پر ارواح عامہ یہ کالکس پڑنے لگے تو اس کو اس عالم کے اجسام میں اسی طرح تصرف کی قدرۃ حاصل ہو جاتی ہے جس طرح ارواح فلکیہ کو تصرف کی قدرۃ حاصل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۸)

امام رازی کی چوتھی شہادۃ:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ولی کی روح ملائکہ کے انوار سے منور ہو جاتا ہے تو ملائکہ کے ارواح کے مشاہد ہو جاتا ہے اس کو اتنی قدرت اور طاقت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے امور پر قادر ہو جاتا ہے جس پر کوئی اور قادر نہیں ہوتا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۶۷)

امام رازی کی پانچویں شہادۃ:

حضرت ارشاد فرماتے ہیں ان پانچوں کلمات یعنی نازعات، ناشطات، ساحات اور سابقات اور مدرات کی تفسیر میں تیسری صورت یہ ہے کہ ان سے مراد

ارواح انسانی ہیں ان عالی مرتبت سے بعید نہیں کہ ان میں ایسے ارواح بھی ہوں جو اپنے شرف و قوت کے لحاظ سے اس جہان کے احوال میں اثر انداز ہوں۔ اور مدرات امر کے مرتبہ پر فائز ہوں جیسے کبھی شاگرد کو مشکل پیش آتی ہے تو خواب میں استاد اس کی رہنمائی فرماتا ہے۔

کبھی باپ فوت ہونے کے بعد بیٹے کو مدفون خزان کی خبر دیتا ہے۔ حضرت امام رازی آخر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معنی اگرچہ مفسرین سے مدور نہیں مگر الفاظ قرآنیہ میں ان کا احتمال قوی موجود ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۳۱۸)

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز صاحب انبیاء علیہم السلام کو متصرف ماننے پر تیار نہیں ہیں اور اس نظریہ کو شیاطین کا نظریہ قرار دیتے ہیں اور امام رازی کا بھی یہی نظریہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے متصرف ہونے کے قائل نہیں ہیں حالانکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کو متصرف تسلیم کر رہے ہیں۔

اب مولوی سرفراز صاحب اور امام رازی کے نظریہ میں زمین و آسمان کا فرق ثابت ہو گیا۔ اس لئے سرفراز صاحب کو چاہیے اگر واقعی وہ امام رازی کے معتقد ہیں تو پھر ہماری پیش کردہ عبارات کو انہیں تسلیم کر لینا چاہیے۔

امام رازی کی چھٹی شہادۃ:

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں پس مدرات امر اس طرف اشارہ ہے کہ بشریت کا آخری مرتبہ ملکیت کے پہلے مرتبہ سے متصل ہے۔ پس جب ارواح بشریہ اپنے مراتب کی آخری حد یعنی مراتب سبقت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں تو عالم ملائکہ سے مل جاتے ہیں اور یہی مراد ہے فالمد

برات امرا سے۔

وجہ استدلال:

تو مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے کہ امام رازی کی ان تمام پیش کردہ عبارات پر غور کریں اور اپنے اس فاسد نظریہ سے توبہ کریں کہ انبیاء اولیاء کو کائنات میں متصرف سمجھنا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ ضمناً ہم یہاں دیوبندیوں و ہاپیوں کے مسلمہ پیشوا ابن قیم کی عبارت پیش کرتے ہیں۔

ابن قیم کی شہادۃ:

ابن قیم اپنی کتاب روح میں لکھتے ہیں پس وہ روح جو کہ بدن کی قید اور اس کے لوازمات اور موانعات سے آزاد ہو جاتی ہے اسے تصرف اور تسلط کی صلاحیت و استعداد حاصل ہو جاتی ہے جو کہ حقیر و ذلیل اور بدن کی قید و بند اور اس کے لوازمات اور موانعات میں محسوس اور مقید روح کو حاصل نہیں ہوتی پس جب بدن کو قید میں مقید ہوتے ہوئے روح کا یہ حال اور شان ہے اس وقت اس کا حال اور شان کیا ہوگا جب وہ بدن کی قید و بند سے رہائی اور خلاصی پائے۔

ابن قیم مزید لکھتے ہیں کہ بنی آدم کی مختلف جماعتوں سے تواثر کے ساتھ یہ شاہدہ ثابت ہے کہ فوت شدہ حضرات کی ارواح سے ایسے اعمال و افعال صادر ہوئے جن پر وہ ظاہری حیات کی حالت میں اور روحوں کے بدنوں سے متعلق ہوتے ہوئے قادر نہیں تھے۔

مثلاً عظیم لشکروں کو ایک یا دو یا قلیل ترین جماعت نے ہلکیت فاش سے دوچار کر دیا۔ اور کتنی دفعہ حالت نید میں رسول گرامی علیہ السلام دیکھے گئے۔ جبکہ آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ ان افراد ک ارواح قدسیہ نے کفار

و مشرکین کے لشکروں کو شکست مناش سے دو چار کر دیا۔ باوجود اس کے وہ تعداد میں کثیر اور ساز و سامان سے پوری طرح لیس ہوتے تھے جبکہ اہل اسلام تعداد میں بہت کم ہوتے اور ساز و سامان کے لحاظ سے کمزور اور ناقابل ہوتے۔

نوٹ:

ہم نے اختصار کی خاطر ابن قیم کی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا ہے یہ عبارت کتاب روح کے صفحہ ۱۶۳ اور ۱۶۵ پر موجود ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کا امام رازی کی عبارت سے غلط استدلال:

حضرت امام رازی کی عبارت شبلی نعمانی کی کتاب الکلام سے نقل کی ہے کہ امام رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ قوت نظری اور عملی میں کامل ہونا انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے وہ قوت نظری اور عمل کی وجہ سے ناقصوں کو کامل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس قدرت سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ وہ معجزات کے صادر کرنے پر بھی قادر ہوں۔

مولوی سرفراز صاحب کے استدلال کا جواب:

مولوی سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عقلاً نبوت میں اور خوارق عادت امور صادر کرنے میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ اس سے یہ کیسے لازم آئے گا کہ وہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کی قدرت تسلیم نہیں کرتے۔

اس طرح دیوبندی حضرات کے نزدیک الوہیت میں امید صدق میں عقلاً کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا نظریہ ہے کہ اللہ رب العزت کا جھوٹ بولنا عقلاً ممکن ہے۔ لیکن عادۃً وہ بھی اللہ تعالیٰ کیلئے صدق کو مزدوی جانتے ہیں۔ پھر ان کے

نظریہ کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو صادق نہیں مانتے۔

امام رازی کا بھی یہی مقصد ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ خرق عادت امر کو پیدا نہ کرے تو بذاتہ خود انبیاء علیہم السلام اس پر قادر نہیں ہیں۔ لہذا جب اللہ رب العزت چاہتے ہیں تو اپنے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کیلئے معجزہ کو ان کے ہاتھ پر ظاہر کر دیتے ہیں۔

جس طرح امام غزالی کا ارشاد ہم پچھلے اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے امور خارقہ للعادات صادر ہوتے ہیں۔

جس طرح ہمیں ایک صفت حاصل ہے جس کی وجہ سے ہم سے امور عادیہ صادر ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہماری قدرت اور وہ امر عادی محض اللہ تعالیٰ کی خلق سے ہیں۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے خارق عادات امور بھی اور ان پر قدرت بھی محض اللہ کی خلق سے ہے۔ یعنی جس طرح ہمارے افعال عادیہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس طرح معجزات اور کرامات کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

خود مولوی سرفراز صاحب نے بخاری شریف سے ایک عبارت نقل کی ہے کہ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو معجزہ عطا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

تو اگر امام رازی کی اس عبارت کا کہ اصلہ ثبوت کیلئے معجزہ شرط نہیں ہے یہ مطلب لیا جائے کہ نبی معجزہ کے بغیر مبعوث ہوتے ہیں تو پھر اس حدیث پاک کا کیا مطلب ہوگا۔

نیز امام رازی کی دوسری عبارات جو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں ان کا کیا

مطلب ہوگا۔ لہذا سرفراز صاحب کو چاہیے کہ امام رازی کی الباحث المشرقیہ کی عبارت کا وہ مطلب بیان نہ کریں جس پر وہ خود بھی راضی نہ ہوں تاکہ توجیہ النظام بمالایضی نہ قائمہ لازم نہ آئے۔

مولوی سرفراز صاحب نے امام رازی کی عبارت کہ انبیاء علیہم السلام کائنات میں متصرف ہوتے ہیں کا جواب دیتے ہوئے ابن خلدون کی ایک عبارت پیش کی ہے۔ کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ حکماء کا نظریہ ہے کہ نبی اپنے نفس کے خواص کی تاثیر سے اکوان میں تصرف کرتے ہیں چونکہ ان حکماء کا نظریہ یہ بھی تھا کہ اللہ رب العزت فاعل بالایجاب ہیں۔ تو اللہ رب العزت خرق عادت فعل نبی کے ہاتھ پر پیدا کرتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کے ارادے کا دخل نہیں ہوتا۔

حالانکہ اہل سنت کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ انبیاء معجزات میں کسب اور اختیار کے مالک بھی ہوں اور اللہ رب العزت ان معجزات کے پیدا کرنے میں مجبور محض ہو۔ بلکہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ معجزات کے صادر کرنے میں انبیاء اس طرح بااختیار ہیں جس طرح ہم اپنے افعال عادیہ کے صادر کرنے میں بااختیار ہیں۔ اگر ہم اپنے کسی فعل کو بجالانا چاہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا نہ کرے وہ فعل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کسی خرق عادت امر کا ارادہ فرمائیں لیکن اللہ رب العزت اس فعل کو پیدا نہ فرمائے تو وہ فعل وقوع پذیر نہیں ہو سکتا۔ لہذا حکماء کا نظریہ اور اہل سنت کا نظریہ آپس میں متضاد ہیں۔

خود مولوی سرفراز صاحب نے ابن خلدون کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ جہاں اور اکوان میں اولیاء کرام مختلف قسم کی کرامات سے تصرف کرتے ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۶۱)

اسی مقدمہ کے اندر علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ بعض صوفیاء کرام اور

اصحاب کرامات سے احوال عالم میں تاثیر دیکھنے میں آتی ہے اور جادو کی قسم سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ان اولیاء اللہ پر محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہوتا ہے اور اس کی مدد سے یہ امران کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کا طریقہ اور نسبت آثار نبوت اور اس کے تواضع سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایمان کی قوت اور حال اور محکم بکلمۃ اللہ میں ان کا رتبہ اور درجہ ہوتا ہے۔

(مقدمہ ص ۵۰۲)

تو مولوی سرفراز صاحب نے جو ابن خلدون کی عبارت پیش کی تھی اور اس کا یہ مطلب لیا تھا کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادہ کو دخل نہیں ہوتا ان کا یہ مطلب لینا اسلئے لغو اور باطل ہے کہ یہ مطلب خود ابن خلدون کی کثیر عبارات کے خلاف ہے۔

اس طرح مولوی سرفراز صاحب نے ان کی ایک اور عبارت مقدمہ کے صفحہ ۹۳ سے نقل کی ہے کہ انبیاء کی علامات میں سے خوارق عادات کا وقوع بھی ہے جو ان کی صداقت پر شہادۃ دیتے ہیں اور وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں۔

سرفرازی استدلال کا رد:

ابن خلدون کی اصل عبارت یہ تھی کہ معجزات ایسے افعال ہوتے ہیں کہ باقی انسان ان کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوتے تو اس عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا معارضہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اس عبارت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ معجزات پر انبیاء کو بھی قدرت نہیں ہوتی نیز ابن خلدون کی عبارت میں یہ الفاظ بھی نہیں کہ

متکلمین کہتے ہیں کہ چونکہ فاعل مختار اللہ تعالیٰ ہے اس لئے معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں نبی کے فعل سے واقع نہیں ہوتے اگرچہ بندوں کے افعال معتزلہ کے نزدیک ان کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں لیکن معجزہ کے بارے میں معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کے صدور میں نبی کے فعل کا دخل نہیں ہوتا بلکہ نبی صرف چیلنج کرتا ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ متکلمین کا نظریہ یہی ہے کہ معجزات اللہ تعالیٰ کی خلق سے پیدا ہوتے ہیں۔

جس طرح ابن خلدون نے کہا کہ بندوں کے افعال معتزلہ کے نزدیک ان کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ معتزلہ افعال کے صدور میں بندے کی قدرت بطور خلق مانتے ہیں۔ تو جب معتزلہ نے یہ کہا کہ نبی کو معجزہ کے صدور میں قدرت حاصل نہیں تو اس سے مراد یہی ہوگا کہ ان کو قدرت بطور خلق حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کے افعال میں اور عام بندوں کے افعال میں فرق کر رہے ہیں کہ عام بندے اپنے افعال کے خود خالق ہوتے ہیں۔

بخلاف انبیاء علیہم السلام کے وہ معجزات کے خود خالق نہیں ہوتے بلکہ ان کا کام صرف چیلنج کرنا ہوتا ہے اور چیلنج کرنا تب ہی منظور ہو سکتا ہے کہ جب معجزہ ان کے ارادہ سے صادر ہو۔

جیسا کہ علامہ پر ہاروی نیراس باب انکرامات میں فرماتے ہیں۔

التحدی لا یمکن بدون القصد

تو جب متکلمین نے تسلیم کر لیا کہ معجزہ کے اندر انبیاء کی طرف سے تحدی پائی جاتی ہے کہ وہ ان کے واقع ہونے سے پہلے اپنے دعویٰ کے صدق پر اس سے استدلال کرتے ہیں اور جب معجزہ واقع ہو جاتا ہے تو گویا خدا کی طرف سے صریح قول صادر

ہو جاتا ہے کہ نبی سچا ہے۔ اس بات کو امام المتکلمین میر سید جرجانی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یہ نفس حرکت ہی معجزہ ہے اس لئے کہ وہ خارق عادت فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اگرچہ وہ نبی اللہ کے مقدور بھی ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ (شرح مواقف ص ۶۶۶)

تو مولوی سرفراز صاحب بدحواسی میں ابن خلدون کی وہ عبارت نقل کر گئے جس سے اہل سنت کی تائید ہو رہی تھی۔ ان کو چاہیے تھا کہ ابن خلدون کی عبارت کو سمجھنے کیلئے شرح مواقف کی اس عبارت کا مطالعہ کرتے تاکہ نہ خود غلط فہمی میں پڑتے اور نہ ہی دوسروں کو غلط فہمی میں ڈالنے کا موجب بنتے۔

نیز سرفراز صاحب نے ابن خلدون کی جو یہ عبارت نقل کی تھی۔

وهي افعال يعجز البشر عن مثلها فسميت بذلك معجزة ليست من جنس مقدور العباد وانما تقع في غير محل قوتهم.

ترجمہ:

اور معجزہ وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں اور یہ افعال ان افعال کی جنس سے نہیں ہیں جن پر بندوں کو قدرت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ افعال بندوں کے محل قدرت سے بالکل باہر ہوتے ہیں۔

تو مولوی سرفراز صاحب نے اس عبارت کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے افعال سے جوڑ دیا ہے جو بطور خرق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس عبارت کا تعلق باقی لوگوں کی قدرت کی نفی کے ساتھ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات جیسا فعل دوسرے لوگوں کی قدرت سے خارج ہے۔

جس طرح کہ میر سید شریف فرماتے ہیں کہ نبی کا قادر ہونا دراصل ایک دوسرے

لوگ اس پر عادی قادر نہیں ہو سکتے یہ بھی معجزہ ہے۔

تو ابن خلدون کی اس عبارت کی وضاحت علامہ میر سید شریف جرجانی کے اس قول سے ہو رہی ہے۔

لہذا مولوی سرفراز کو چاہیے کہ علامہ سید شریف جرجانی کی اس عبارت کو بغور پڑھے اور ابن خلدون کی عبارت کو اس عبارت کے ساتھ ملا کر سمجھنے کی کوشش کرے۔ اور ابن خلدون کی عبارت کے ذریعہ امام رازی کی المباحث المشرقیہ کی عبارت کا جواب دینے سے باز رہے۔

مراد ما نصحت بود کردیم

حوالت با خدا کردیم در قہیم

المباحث المشرقیہ کی عبارت کی تائید شرح عقائد کی عبارت

سے:

حضرت علامہ تقی زانی علیہ الرحمۃ معتزلہ کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے پر اور اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے پر قادر تھے لیکن ملائکہ ان امور میں اور دیگر خوارق عادات امور میں ان سے زیادہ قدرتوں کے مالک ہیں لیکن اس کمال کی وجہ سے او زیادہ قدرت کی وجہ سے ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ جس افضلیت میں اختلاف ہے وہ کثرت ثواب کے اعتبار سے ہے اور امور خارقہ للعادات میں زیادہ قدرتوں کا مالک ہو جانا کثرت ثواب میں افضلیت کو مستلزم نہیں۔

وجہ استدلال:

حضرت علامہ تفتازانی کی اس عبارت میں اس امر کا دافر ثبوت موجود ہے کہ علماء کرام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کائنات میں متصرف ہیں تو مولوی سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ یہ نظریہ فلاسفہ کا ہے شرح عقائد کی اس عبارت کی رو سے مردود ہے نیز یہ عبارت صرف شرح عقائد کے اندر ہی موجود نہیں بلکہ شرح مواقف۔ شرح مقاصد۔ مسامرہ۔ اور کتب تفاسیر میں سے امام ماتریدی۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں بھی موجود ہے نیز کتب تفاسیر کے حوالجات گذشتہ اوراق میں مرقوم ہو چکے ہیں۔

مولوی سرفراز صاحب کا علماء متکلمین اور امام رازی کو شیطان کہنا العیاذ باللہ:

جب مولوی سرفراز صاحب نے یہ کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کائنات میں متصرف ماننا فلاسفہ اہلہ کا نظریہ ہے لیکن تحقیق کی رو سے ثابت گیا کہ علماء متکلمین کا نظریہ بھی یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کائنات میں متصرف ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ حکماء انبیاء علیہم السلام کو اس طرح متصرف مانتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا فاعل بالاجاب ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت سے چیزیں اس طرح صادر ہو رہی ہیں کہ جس طرح سورج سے شعاعیں اور وہ کہتے ہیں کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے پیدا کرنے کے اندر اختیار حاصل نہیں جبکہ علماء کرام کا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح ہمارے افعال عادیہ کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس طرح معجزات و کرامات کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی

ہے ہم امور عادیہ کا قصد کریں اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام امور غیر عادیہ کا قصد کریں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فعل کی خلق نہ پائی جائے تو صرف ہمارے ارادے سے یا انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے وہ فعل خارج موجود و محقق نہیں ہو سکتا۔

مولوی سرفراز صاحب نے مطلقاً کائنات میں متصرف ہونے والے نظریہ کو حکماء کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اس نظریہ کو ابلیسی نظریہ قرار دے دیا حالانکہ یہ نظریہ تو عقائد اسلامیہ کی کتب کے اندر مصرح ہے تو سرفراز صاحب نے یہ الفاظ استعمال کر کے تمام بزرگان دین کو بالعموم اور امام رازی علیہ الرحمۃ الرحمان کو بالخصوص شیطان قرار دیا ہے سرفراز صاحب کو چاہیے کہ ایسی عبارات سے توبہ کریں اور بزرگان دین کی شان میں ایسے توہین آمیز کلمات بولنے سے اجتناب کریں اور اپنی زبان کو لگام دیں۔

نوٹ:

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الطبقات الکبریٰ میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر علماء میں سے شمار کیا ہے اور مولوی سرفراز صاحب نے ان کو شیطان قرار دیا ہے تو سرفراز صاحب اس حدیث قدسی کے مصداق بن گئے۔

من عادى لي وليا فقد اذنته بالحراب

(بخاری شریف)

مولوی سرفراز کا قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے شفا شریف سے قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت

نقل کی ہم پہلے اس عبارت کو نقل کریں گے پھر اس عبارت کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ جو خارق عادت چیز انبیاء کرام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لئے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس جیسے کام کو بجا لانے سے عاجز ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جو نبی کی صداقت یہ واضح دلیل ہے جیسے مردوں کا زندہ کرنا لامحی کو سانپ بنا دینا۔ پتھر سے اونٹنی نکالنا اور درخت کا کلام کرنا اور پانی کا اقیوں سے اگلنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اللہ کے بغیر کسی اور سے ان کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں ہے بلکہ اللہ کا فعل ہے جو نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور نبی علیہ السلام نے مکذبین کو چیلنج کر کے ان کو اس فعل کے صادر کرنے سے عاجز کر دیا۔

(شفاء شریف ص ۱۲۲)

مولوی سرفراز کی پیش کردہ عبارت کا صحیح مطلب:

مولوی سرفراز صاحب کی پیش کردہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ معجزہ میں خلق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ معجزہ کے پیدا کرنے پر کوئی قادر نہیں ہے سرفراز صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے۔

منا لا یسکن ان بفعل احد الا اللہ

اس عبارت میں فعل سے مراد خلق والا معنی ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں امام غزالی علامہ زرقاتی حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارات پیش کی ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ کے فعل سے ہوتے ہیں جس طرح یہاں فعل سے مراد خلق والا معنی ہے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

لا یسکن ان بفعل احد الا اللہ

یہاں بھی فعل سے مراد خلق والا معنی ہے امام غزالی کی اصل عبارت ہم قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں فرماتے ہیں۔ کہ نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس وجہ سے امور خارقہ للعداوت سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہمارے اندر ایک صفت موجود ہے جس کی وجہ سے امور عادیہ ہم سے صادر ہوتے ہیں اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ کے فعل سے ہیں ارشاد فرمایا۔

ان كانت القدرة والمقدور جميعا من فعل الله تعالى

تو کیا مولوی سرفراز صاحب امام غزالی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کے اندر واقع لفظ فعل سے مراد کسب والا معنی لیں گے تو اگر وہ کسب والا معنی مراد لیں تو علامہ زرقاتی امام غزالی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی ان عبارات کا معنی یہ بنے گا کہ امور عادیہ کے اندر بھی بندے کے فعل کو از کسب کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ امور عادیہ کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ افعال عادیہ میں کسب عباد کی جانب سے ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو سرفراز صاحب کی اس تقریر سے یہ لازم آنے لگا کہ افعال عادیہ کے اندر بھی بندوں کے کسب کو دخل نہ ہو تو یہ کھلم کھلا عقائد اہل سنت سے انحراف ہے

نیز شفاء شریف کی عبارت جو سرفراز صاحب کیلئے قابل غور ہے کہ معجزہ کے اندر نبی کریم علیہ السلام کا چیلنج ہوتا ہے اور اپنے اس چیلنج کی وجہ سے مکذبین کو اس جیسا فعل صادر کرنے سے عاجز کر دیتے ہیں اگر بقول مولوی سرفراز کے معجزہ کے صدور میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل ہی نہیں ہوتا تو پھر ان کی اس عبارت کا کیا مطلب بنے گا کہ نبی کے چیلنج کی وجہ سے مکذبین اس جیسا فعل صادر نہیں کر سکتے علامہ پر ہاروی نیز اس میں فرماتے ہیں کہ نبی کا چیلنج کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ

معجزہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ نیز اگر سرفراز صاحب قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کو مانتے ہیں تو اسی شفاء شریف کے صفحہ ۱۵۰ پر حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ بات بھی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ماضی کی خبریں بھی دیں اور مستقبل کی خبریں بھی دیں اور وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کے بارے میں احادیث اتنی زیادہ ہیں گویا کہ وہ سمندر کی مانند ہیں جن کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

والا حادیث فی هذا الباب بحر لا یدرک قعره ولا ینزف غمره

تو کیا سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں گے کہ سرکار علیہ السلام نے جو علم غیب کی خبریں دیں اس میں سرکار علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا وہ بغیر ارادے کے سرکار علیہ السلام کے منہ سے نکلتی رہتی تھیں کیا ہم جو کسی کو خبر دیتے ہیں وہ اپنے ارادے سے دیتے ہیں یا بغیر ارادے اور اختیار کے؟ جب ہم کوئی خبر دینے میں اختیار ہیں تو نبی کریم علیہ السلام غیب کی خبر میں دینے میں بے اختیار کیسے ہوں گے نیز نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد فرمانا کہ جو چاہو پوچھو اور آج سے لے کر قیامت تک جو پوچھا چاہتے ہو پوچھو میں بتاؤں گا یہ سرکار علیہ السلام کے الفاظ مبارکہ اس بات کی اول دلیل ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام غیب کی خبریں دینے میں بے اختیار ہیں اور قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی اس معاملے میں عبارت ہم پیش کر چکے ہیں کہ سرکار علیہ السلام کا غیب کی خبریں دینا یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور ہم سرکار علیہ السلام کا اپنا فرمان و نشان پیش کر چکے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو تو یہ الفاظ مبارکہ اس امر پر قطعی الدلالت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اخبار غیب والا معجزہ آپ کے ارادے سے صادر ہوا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور شہادت:

حضرت اپنی مشہور عالم کتاب اکمال المعلم فی شرح صحیح المسلم میں ارشاد فرماتے ہیں

ان الکرامات تاتی باختيار هم وطلبهم بخلاف مقالة من قال انها لا تقع باختيار هم وطلبهم.

ترجمہ:

کرامات اولیاء کرام کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامات ان کے ارادے اور اختیار سے صادر نہیں ہوتیں۔ (اکمال المعلم بقوائد المسلم جلد ۸ ص ۱۲)

وجہ استدلال:

مولوی سرفراز صاحب صدر فاضل دیوبند نے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے خواہ مخواہ یہ مطلب کشید کرنے کی کوشش کی کہ معجزات کے صدور میں انبیاء کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا لیکن اس کے برعکس ہم نے حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی شرح مسلم کی صریح عبارت پیش کی جس میں انہوں نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ کرامات اولیاء ان کے اختیار اور ان کی خواہش کے ساتھ صادر ہوتی ہیں چونکہ قائل بالفصل کوئی نہیں جو معجزات اختیار سے صادر ہونے کے منکر ہیں وہ کرامات کے بھی اختیاری صدور کے منکر ہیں اور جو کرامات کے اختیاری صدور کے قائل ہیں وہ معجزات کے بھی اختیاری صدور کے قائل ہیں۔

لہذا جب کرامات کا اختیار سے صادر ہونا حضرت قاضی عیاض کے قول

مبارک سے ثابت ہو گیا تو پھر معجزہ کو اختیار سے صادر ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔

مولوی سرفراز صاحب کو چاہیے تھا کہ راہ ہدایت کو تصنیف کرتے وقت حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ کی شرح مسلم کا مطالعہ فرما لیتے تاکہ ان کو یہ ٹھوکریں نہ لگتیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے سامنے آجانے کے بعد اہل سنت یہ کہتے ہیں حق بجانب ہیں۔

ہو اے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مولوی سرفراز صاحب نے قاضی عیاض صاحب علیہ الرحمۃ پر جو الزام لگایا تھا ان کی شرح صحیح مسلم کی عبارت ان کے اس عائد کردہ الزام کا کافی اور شافی جواب ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ بزرگان دین پر اس طرح کے الزام لگانے باز رہیں اور اگر باز نہ آئے تو پھر ان کا یہی انجام ہوگا جو ابھی الزام عائد کرنے کی وجہ سے ہوا۔

دیئے تو خان صاحب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوں تو کیا حضرت کی نظر سے حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی شرح مسلم کی یہ عبارت نہیں گزری تھی۔

خان صاحب کو چاہیے کہ بجائے زیادہ کتابوں کے مطالعہ کے کم کتابوں کا مطالعہ کریں لیکن تعقیق کے ساتھ کیا کریں تاکہ یہ رسوائیاں ان کا مقدر نہ بن جائیں جو عدم تعقیق کی وجہ سے بن جاتی ہیں۔

یہ مسائل ہیں یہاں ژرف نگاہی ہے درکار

یہ حقائق ہیں تماشا لے لب بام نہیں

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کی مومنانہ فراست:

حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا یہ جملہ کہ کرامات ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی ہیں بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامت بغیر ارادے کے صادر ہوتی ہیں یہ جملہ خان صاحب کے لئے تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ حضرت اس امر پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں کہ کرامت صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے ولی کو اس کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں ہے محسوس یہی ہوتا ہے حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی مومنانہ فراست سے جانتے تھے کہ چودھویں صدی کے اندر ایک ایسی اہل شریفہ پیدا ہو جائے گی جو ہمارا نام لے کر خلق خدا کو دھوکہ دے گی۔

اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے گی کہ حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ کا اسی یہی نظریہ تھا کہ معجزے کرامات میں انبیاء اولیاء کے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہوتا اسلئے حضرت نے یہ واضح کاف جملہ ارشاد فرمایا کہ بخلاف ان لوگوں کے قول کے جو کہتے ہیں کہ کرامات کے اندر اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔

خان صاحب سے ایک سوال:

خان صاحب اپنی اس کتاب راہ ہدایت کرامت کو اختیاری ماننے والے اہل سنت کو بد باطن بلکہ کافر بھی قرار دیا ہے جیسا کہ راہ ہدایت کے صلیب چالیس پر اس کی صراحت موجود ہے تو کیا حضرت قاضی عیاض علیہ کو خان صاحب بد باطن اور کافر قرار دیں گے اگر معاذ اللہ تعالیٰ ان کا یہی نظریہ ہے تو پھر ان کے اقوال اور عبارت سے اہل سنت کے خلاف استدلال کیوں کرتے ہیں اور اگر قاضی عیاض علیہ کا ان کے نزدیک یہی رجبہ ہے تو پھر ان کو رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ الفاظ سے کون یاد کرتے ہیں اگر بریلوی حضرات جیسا نظریہ رکھنے باوجود وہ ان دعائیہ کلمات

کے مستحق ہو سکتے ہیں تو پھر بریلوی حضرات اسی نظریہ کی وجہ سے کافر اور بد باطن کیسے بن گئے۔

مالکم لاتنطقون

حضرت پر یہ آیت کریمہ منطبق ہوتی ہے تلک اذا قسمہ خیزی

مولوی سرفراز صاحب کا شرح شفا کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب فتح الصفاء شرح شفاء شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ متکلمین کہتے ہیں کہ معجزہ کیلئے خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اور انسان کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کی اس پیش کردہ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ کے اندر عام انسان کی قدرت کا دخل نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں ہم شرح مواقف اور احیاء العلوم کی عبارت پیش کر چکے ہیں کہ معجزہ کے معارضہ پر انبیاء علیہم السلام کے مخالفین قادر نہیں ہوتے یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ پر انبیاء علیہم السلام کو بطور خلقت قدرت حاصل نہیں ہوتی یا پھر معجزہ سے مراد آسمانی کتابیں ہیں جس طرح قرآن پاک اور باقی کتب سماویہ کیونکہ یہ ایسے معجزات ہیں جن پر قدرت کے رکھنے کے اہل سنت بھی قائل نہیں اہل سنت کا نظریہ بھی یہی ہے کہ قرآن پاک اور دیگر آسمانی کتابیں اگرچہ معجزات میں داخل ہیں لیکن یہ ایسے معجزات ہیں جو مقدور انبیاء نہیں ہیں نیز سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی محل نظر ہے کہ متکلمین کے نزدیک معجزہ مقدور انبیاء نہیں ہوتا کیوں کہ گذشتہ اوراق میں ہم شرح عقائد نسفی شرح مواقف۔ احیاء العلوم انہر اس شرح مقاصد، تحفیل الایمان اور اس کے علاوہ تفسیر ماتریدی تفسیر کبیر وغیرہ کے

حوالجات سے ثابت کر چکے ہیں کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کے قصد اور ارادہ سے صادر ہوتا ہے تو پھر سرفراز صاحب ان متکلمین کے ذمہ یہ بات کیوں لگاتے ہیں کہ وہ معجزہ کو مقدور انبیاء نہیں مانتے لہذا اس عبارت کا صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ وہ جو سرفراز صاحب نے سمجھا ہے تو سرفراز صاحب کو توبہ کرنی چاہیے کہیں وہ اس آیت کے مصداق نہ بن جائیں

الما یفتری الکذب الذین لایؤمنون

خان صاحب کا امام غزالی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کی احیاء العلوم سے ایک عبارت نقل کی کہ ہم اختصار کی خاطر اس عبارت کا اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں معجزہ انبیاء کی صداقت بایں طور پر دلالت کرتا جبکہ اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگا اور جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدی سے مقرون ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے تصدیق کردی تو دعویٰ نبوت و رسالت میں سچا ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب کی پیش کردہ اس عبارت سے قطعاً کہ ثابت نہیں ہوتا کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوتے امام غزالی نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جب اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو پھر صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگا تو اس عبارت میں تمام انسانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی طرف انبیاء

علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں کیونکہ اس کے بعد امام غزالی کی عبارت کا اگلا جملہ یہ ہے کہ معجزہ نبی کی تحدی سے مقرون ہوتا ہے تو سرفراز صاحب کو اس جملہ پر غور کرنا چاہیے تھا کہ تحدی سے مقرون ہوتا تبھی متصور ہو سکتا ہے جب معجزہ انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہو جیسا کہ علامہ پرہاروی نے ہر اس میں ارشاد فرمایا۔

التحدی لا یمكن بدون القصد

کہ چیلنج کرنا بغیر ارادے کے ممکن نہیں یعنی جب تک معجزے کے صدور میں نبی کے ارادے کو دخل نہ ہو تو چیلنج متصور نہیں ہو سکتا۔ (الغیر اس باب الکرامات)

نیز امام غزالی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں اب خان صاحب کی توجہ کیلئے دوبارہ نقل کر رہے ہیں کہ شاید سرفراز صاحب کو ہدایت حاصل ہو جائے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے خارق للعادة امور ان سے صادر ہوتے ہیں جس طرح ہم سے افعال عادیہ صادر ہیں۔ (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۱۹۰)

خان صاحب کا امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی کتاب البیواہر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے ثبوت پر واضح ترین دلیل صرف معجزات ہیں اور معجزہ وہ فعل ہے جس کو خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے پیدا فرمائے۔ (البیواہر جلد اول ص ۱۵۸)

سرفرازی استدلال کا جواب:

سرفراز صاحب نے یہ جو عبارت پیش کی ہے اس کا ان کے مدعا ہے کوئی تعلق نہیں ہے کیوں کہ اہل سنت نے کب کہا ہے کہ معجزہ والے فعل کو اللہ رب العزت پیدا نہیں فرماتے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ امور عادیہ ہو یا غیر عادیہ ہوں سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

والله خلقکم وما تعملون

نیز امام شعرانی کی اسی کتاب البیواہر کا ایک حوالہ ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ کمال ولی وہ ہوتا ہے جو کرامت کے صادر کرنے پر قادر ہو پتہ نہیں حضرت کی عقابانی نگاہوں سے وہ عبارت کیوں مخفی رہ گئی نیز اگر حضرت امام شعرانی کے اتنے ہی عقیدت مند ہیں جس کا وہ تاثر دے رہے ہیں ہم انہیں کی ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكَانَ ﷻ يَقْطَعُ الْأَرْضَ قَبْلَ فَتْحِهَا لِأَنَّ اللَّهَ مُلْكَةُ الْأَرْضِ كُلِّهَا وَلَهُ أَنْ يَقْطَعَ أَرْضَ الْجَنَّةِ مِنْ بَابِ أُولَى ﷻ. (كشف الغمہ جلد ۲ ص ۵۰)

ترجمہ:

حضور علیہ السلام زمین کو فتح ہونے سے پہلے جس کے نام چاہتے الٹ کر دیتے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ساری زمین کا مالک بنا دیا تھا اور حضور کو بطریق اول یہ اختیار حاصل ہے کہ جنت کی زمین جس کو چاہیں عطا کر دیں۔

یہی عبارت خصائص کبریٰ للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ پر بھی موجود ہے نیز مواہب

لدنیہ اور زرقانی کے اندر بھی موجود ہے۔ اور ان تمام حضرات نے یہ عبارت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل فرمائی ہے۔ حضرت علامہ مناوی نے فیض القدیر میں یہ عبارت نقل فرمائی ہے۔

نیز شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی مدارج النبوة میں امام غزالی علیہ الرحمۃ سے یہ عبارت نقل فرمائی ان اکابر کی انہی عبارات کی وجہ سے ہمارے امام امام اہل سنت محمد و دین و ملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا۔

زمین و زمان تمہارے لئے

مکین و مکان تمہارے لئے

مالک کو نین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

نوٹ:

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ جلد پانچ ص ۵۵۰ بیالیس نیز زرقانی جلد پانچ ص ۵۵۰ بیالیس ہر مذکورہ بالا عبارت نقل فرمائی ہے۔

خان صاحب کا امام شعرانی علیہ الرحمۃ کی ایک اور عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب البواقیت والجواہر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ بات مخفی نہیں ہے کہ عاجز کرنے والا درحقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے کیوں کہ وہی عجز و قدرت کا خالق ہے باقی رہا خارق عادت فعل کو معجزہ کہنا تو یہ بطور مجاز کے ہے حقیقتاً یہ فعل معجز نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص آسمان سے بجلی گرتی ہوئی دیکھے اور یہ

کیسے کہ خدا کی قدرت کو دیکھو حالانکہ وہ بجلی خدا کی قدرت نہیں بلکہ اس کی قدرت کا ایک اثر ہے۔

اور یہ اس لئے کہ درحقیقت عجز اس چیز سے ہوتا ہے جو قدرت کے تحت ہو اور مثلاً مردے کا زندہ کرنا تو بشر کی قدرت میں داخل ہی نہیں حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ فلاں احیاء موتی سے عاجز ہو گیا ہے۔ (البواقیت جلد اول ص ۱۴۰-۱۶۰)

سرفرازی استدلال کا جواب:

خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا لغو اور باطل ہے کیونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں بے اختیار ہیں لیکن اس عبارت کی ان کے دعوے پر کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ حضرت امام شعرانی فرماتا یہ چاہتے ہیں کہ معجزہ کے اندر اصل عاجز کرنے والا اللہ رب العزت چونکہ معجزہ اللہ رب العزت کی اس عاجز کرنے والی قدرت پر دلیل ہے اسی وجہ سے اس کو مجازاً معجزہ کہہ دیا جاتا ہے۔

نیز امام شعرانی یہ فرما رہے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مخاطبین جو معجزے کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز کر دیتا ہے باری معنی کی اللہ تعالیٰ ان کے اندر وہ قدرت ہی پیدا نہیں کرتا جس کے ذریعے وہ معجزے کا معارضہ کر سکیں حقیقی عاجز کرنا تو تب پایا جاتا کہ جب ان کے اندر مثلاً مردے زندہ کرنے کی قدرت ہوتی پھر زندہ نہ کر سکتے لیکن یہاں ان کا عاجز ہونا باری معنی ہے کہ نبی کو مثلاً مردے زندہ کرنے کی قدرت ہے اور ان کی قدرت حاصل نہیں ہے تو یہی نبی کا معجزہ ہے کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہو اور اس کے غیر کو حاصل نہ ہو جیسا کہ شرح مواقف میں کہا گیا ہے کہ نبی کو

ایک اور قدرت حاصل ہونا اور غیر نبی کو حاصل نہ ہونا یہی معجزہ ہے۔

اگر خان صاحب نے امام شعرانی کی اس عبارت سے کہ مردے کا زندہ کرنا بشری قدرت میں داخل نہیں ہے انبیاء علیہم السلام کا مردہ زندہ کرنے سے عاجز ہونا سمجھا ہے تو یہ ان کی کم فہمی ہے کیونکہ وہ تو مکلف انسانوں کی بات کر رہے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر اسلام لانے کے پابند ہیں اور جن کو انبیاء علیہم السلام اپنے معجزات دکھاتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں کہ اس جیسا خرق عادت کام تم بھی کر کے دکھاؤ نیز خود سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ قرآن مجید کی اس نص قطعی کے ہوتے ہوئے کہ اجماعی الموقی باذن اللہ نیز ارشاد ربانی تخرج الموقی باذن امام شعرانی کیسے فرما سکتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام مردہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ اور مردے کو زندہ کرنا ان کی قدرت سے باہر ہے۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

اگر خان صاحب کا یہی نظریہ ہے کہ کسی انسان کو مردے زندہ کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو وہ مرثیہ گنگوہی کے اس شعر کا کیا جواب دیں گے کہ ان کے شیخ الہند لکھتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم - مرثیہ گنگوہی ص ۱۰ - کیا گنگوہی ہی صاحب بشر نہیں تھے۔ اگر بشر ہوتے ہوئے ان کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت حاصل تھی۔

تو انبیاء علیہم السلام کو یہ قدرت حاصل کیوں نہیں ہو سکتی اگر بقول خان صاحب مردے زندہ کرنے والا فعل خدا کا ہی خاصہ تھا تو پھر گنگوہی صاحب میں یہ قدرت کیسے پیدا ہو گئی اگر وہ یہ ارشاد فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا مردوں کو زندہ کرنے والا

جو خاصہ ہے وہ ذاتی طور پر ہے اور گنگوہی کے اندر جو صفت پائی گئی وہ عطائی طور پر ہے تو یہی نظریہ اہل سنت کا بھی ہے تو پھر سرفراز صاحب کو اہل سنت کے نظریے کے ساتھ اختلاف کیوں ہے نیز دیوبندیوں کے شیخ الہند عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج کر رہے ہیں کہ تم تو صرف مردے زندہ کرتے ہو ہمارے گنگوہی صاحب کی شان تو دیکھو جو مردے زندہ کرتے تھے اور زندوں کو مرنے ہی نہیں دیتے تھے تو کیا پھر سرفراز صاحب کو یہاں شرک نظر نہیں آتا کہ گنگوہی صاحب میں خدائی اوصاف تسلیم کیے جا رہے ہیں۔

کیا دیوبندیوں کی توحید کا یہ تقاضا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں ایک صفت ماننی تو شرک ہو اور اپنے گنگوہی صاحب میں ماننی عین ایمان ہو۔

سرفراز صاحب کا عجیب ذہنی اضطراب:

خان صاحب اسی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھتے ہیں کہ دجال کو اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مردہ زندہ کرنے کی قدرت عطا فرمائے گا اس کے بعد اس کو عاجز کر دے گا۔

تو اب سرفراز صاحب ارشاد فرمائیں اگر کسی آدمی کو مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہے تو دجال کو یہ قدرت کیسے حاصل ہو جائے گی اگر دجال کو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے مردے کو زندہ کرنے کی قدرت حاصل ہو سکتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کو یہ قدرت کیوں نہیں حاصل ہو سکتی۔ جو خدا دجال جیسے کافر اور بے ایمان آدمی کو اتنی قدرت عطا فرما سکتا ہے وہ اپنے پیاروں کو کیوں نہیں عطا فرما سکتا۔

دوستاں را کچا کنی محروم

تو کہ بادشمنان نظر داری

خان صاحب لکھتے ہیں کہ دجال سے جس طرح کے امور صادر ہوں گے وہ

اللہ کی قدرت اور مشیت سے صادر ہوں گے تو حضرت کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جو خوارق عادات امور صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہی صادر ہوتے ہیں نیز ہمارے افعال عادیہ جو ہم سے صادر ہوتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہی صادر ہوتے ہیں کیا حضرت کا عقیدہ معتزلہ والا تو نہیں ہے کہ عام انسانوں کے افعال عادیہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کو دخل نہیں ہے کیا حضرت نے شرح عقائد کے اندر امام ابو اسحاق اسفرانی کا یہ قول نہیں پڑھا۔

سبعن من لا یجری فی ملکہ الاما یشاء
نیز حضرت کی نظر سے یہ آیت کریمہ نہیں گزری۔

وما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العلمین
نیز صحیح مسلم کی حدیث حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمائی۔

ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن

لہذا سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ تو یہ کر لیں کیونکہ دین کی جو شاہراہ انہوں نے اپنے لئے منتخب کی ہے اگر اس پر وہ چلتے رہے تو ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا اس لئے آج یہی موقع ہے کہ وہ توبہ کر کے سنی ہو جائیں اور نبی کریم علیہ السلام کی غلامی کا طوق جو انہوں نے اپنے گلے سے اتار پھینکا ہے اس کو دوبارہ پہن لیں۔ اور فرمان باری تعالیٰ بھی یہی ہے۔

قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف

ترجمہ:

آپ فرمادیجئے ان کافروں کو اگر وہ اپنی کفر سے باز آجائیں تو ان کے پہلے

سارے گناہ معاف ہو جائیں گے لہذا سرفراز صاحب سے یہی گزارش ہے کہ اپنی عاقبت درست کریں اور انبیاء اولیاء سے عداوت رکھنے سے باز آجائیں اسی میں ان کی بہتری ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

خان صاحب کا مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت سے غلط

استدلال:

خان صاحب مولانا عبدالحی صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ معجزہ اس خوارق عادت امر کو کہا جاتا ہے جو منکرین نبوت کے مقابلہ میں مدعی نبوت کے ہاتھ پر صادر ہو اور اس کی مثال لانے پر کسی کو قدرت حاصل نہ ہو۔

(فتاویٰ عبدالحی جلد ۲ ص ۱۸)

سرفرازی استدلال کا جواب:

خان صاحب کا دعویٰ تو یہ تھا کہ معجزات پر انبیاء علیہم السلام کو قدرت حاصل نہیں ہوتی لیکن جو انہوں نے عبارت پیش کی ہے اس عبارت میں ان کے دعوے کی ذرہ بھر تائید نہیں ہوتی بلکہ اہل سنت کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

کہ منکرین نبوت انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا معارضہ کرنے پر قادر نہیں ہوتی تو سرفراز صاحب کی باقی پیش کردہ عبارت کا بھی یہی مطلب ہے کہ معجزات انبیاء ایسے افعال ہوتے ہیں کہ منکرین اور معاندین اس کی مثل خرق عادت صادر نہیں کر سکتے۔

نوٹ:

اگر سرفراز صاحب کا اس کتاب لکھنے سے مقصد حوالجات کی بھرتی کرنا تھا وہ تو پورا ہو چکا کیونکہ انہوں نے غیر متعلقہ عبارات کی بھرمار کر دی ہے اور اگر ان کا مقصد اپنے دعویٰ کو برہنہ کرنا تھا تو وہ اس مقصد میں قطعی طور پر ناکام ہیں اور انہوں نے تقریباً تمام کا بالکل خیال نہیں رکھا بلکہ کتاب کا حجم بڑھانے کیلئے غیر متعلقہ عبارات نقل کرتے چلے گئے اور ملاں آں باشد کہ چپ نشود والے مقولہ کو بچ کر دکھایا۔

خان صاحب کا ابن ہمام کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ابن ہمام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ اس کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا۔
(المسار و جلد ۲ ص ۱۸۹)

سرفرازی استدلال کا رد:

علامہ ابن ہمام کی جو عبارت حضرت نے پیش کی ہے اس عبارت کے یہ الفاظ کہ معجزہ کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے اس میں مخلوق سے مراد منکرین نبوت ہیں نہ کہ انبیاء علیہم السلام کیوں کہ اللہ رب العزت معجزہ کو اپنے نبی کے ہاتھ پر پیدا فرماتا ہے اور معجزہ کو پیدا کر کے ان کی عزت افزائی فرماتا ہے اگر منکرین بھی انبیاء جیسا فعل صادر کرنے پر قادر ہو جائیں تو پھر اللہ رب العزت کی جانب سے انبیاء علیہم السلام کی تائید تو نہ پائی گئی حالانکہ اللہ رب العزت کا معجزہ کو انبیاء کے ہاتھ پر پیدا کرنا گویا کہ اس کے اس فرمان کی طرح ہے کہ تم میرے چنے ہو اگر منکرین نبوت

بھی اس جیسا خرق عادت امر صادر کرنے پر قادر ہو جائیں تو پھر نبی اور غیر نبی میں امتیاز کیسے رہے گا لہذا سرفراز صاحب کو بزرگان دین کی عبارتیں سوچ سمجھ کر نقل کرنی چاہیں اس طرح حضرت نے علامہ کمال الدین اشعری کا حوالہ دیا ہے کہ معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔
(مسار و جلد ۲ ص ۸۹)

اس عبارت کا بھی وہی مطلب ہے جو پچھلی عبارت کا ہے اس کی تائید میں ہم علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معتبر کتاب شرح المقاصد کا حوالہ خان صاحب کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علامہ تفتازانی ارشاد فرماتے ہیں۔

انا بینا ان لامؤثر فی الوجود الا اللہ وحده سیمافی مثل احباء الموتی والقلوب عصا حبة وانشقاق القمر والسلام الحجر والمدر و علی ان مجردا التمكن وترك الدفع من قبل الحكيم القادر المختار كاف فی افادة المطلوب ولهذا فذهب المعتزلة الى ان المعجزة تكون فعلاً للہ تعالیٰ او واقعاً بامرہ وتمكينہ۔
(شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۷۹)

ترجمہ:

حضرت علامہ ارشاد فرماتے ہیں ہم نے پہلے بیان کر دیا کہ وجود میں کوئی ہستی مؤثر نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے بالخصوص مردے زندہ کرنے کے بارے میں اور عصا کو سانپ بنانے کے بارے میں اور چاند کو توڑنے کے بارے میں اور پتھروں اور وھیلوں کے سلام دینے کے بارے میں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا اپنے انبیاء کو ان امور یہ قدرت دے اپنا اور موانع کا دور کر دینا مقصود کے حصول میں کافی ہے اور اس وجہ سے معتزلہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یا اللہ رب العزت کے حکم سے واقع ہوتا ہے اور اس کے قدرت دینے سے

واقع ہوتا ہے۔

تو خان صاحب اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ وہ بار بار اس طرح کی عبارات نقل کر کے کہ معجزہ کے وجود میں موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا معجزے کو صادر کرنے میں کسی قسم کے ارادے اور اختیار کا دخل نہیں ہوتا لیکن ان کو خیال کرنا چاہیے کہ حضرت علامہ باوجود یہ ارشاد فرمانے کے کہ وجود میں موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے پھر بھی ارشاد فرما رہے ہیں کہ اللہ رب العزت انبیاء علیہم السلام کو معجزہ کے صادر کرنے پر قدرت دیتا ہے بلکہ معتزلہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بعض معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور اس کی خلق کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام کے قصد کے ساتھ صادر ہوتے ہیں۔ پھر خان صاحب کو کم از کم معتزلہ سے پیچھے تو نہیں رہنا چاہیے خان صاحب شرح عقائد پڑھاتے ہوئے اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہوں گے کہ معتزلہ گمراہ فرقہ ہے لیکن حضرت جن کو گمراہ قرار دیتے ہیں مقام نبوت کو جتنا وہ سمجھے اتنا حضرت بھی نہ سمجھ نہ سکے اور ان سے بھی پیچھے رو گئے دعویٰ سنیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضرت کا نظریہ یہ ہوتا کہ حضرت یہ کہتے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور ان کے کسب سے صادر ہوتے لیکن خان صاحب پر بدعتی کا غلبہ ہے کیونکہ جہاں باقی گمراہوں کی گمراہی کی انتہا ہوتی ہے وہاں خان صاحب کی گمراہی کی ابتدا ہوتی ہے۔

خان صاحب سے ایک سوال:

حضرت سے سوال یہ ہے کہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ صرف اللہ رب العزت ہی مختار کل ہے اور کوئی مخلوق مختار نہیں لیکن اس کے باوجود خان صاحب اپنی کتاب راہ

ہدایت کے ص ۱۵۱ پر تسلیم کرتے ہیں کہ دجال کو مختلف قسم کے اختیارات ہوں گے مثلاً آسمان اس کے حکم سے بارش نازل کر دے گا زمین اس کے حکم سے سبزہ اگا دے گی ویران زمین پر سے گزرے گا تو وہاں کے ویران خزانے اس کے قبضہ میں ہو جائیں گے۔

اور حضرت اس بات کو حدیث پاک کی وجہ سے تسلیم کرتے جو کہ صحیح مسلم شریف میں ہے اب حضرت سے گزارش یہ ہے کہ دجال جیسا کافر اپنے ارادے اختیار سے اس طرح کے امور صادر کرتا پھرے تو حضرت کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ حضرت اس کے اختیارات کو سن کر خوش ہوتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ جو خرق عادت کسی کافر سے صادر ہو وہ استدراج کہلاتا ہے اور جو خرق عادت اللہ تعالیٰ کے نبی سے صادر ہو اسے معجزہ کہا جاتا ہے اگر استدرجات میں کفار کا کسب تسلیم کرنے سے آپ کے موحد ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا تو نبی کریم علیہ السلام کو اگر معجزات کے صدور میں با اختیار تسلیم کر لیا جائے اور یہ عقیدہ رکھا جائے معجزات انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادہ سے صادر ہوتے ہیں تو پھر شرک کیسے لازم آ جاتا ہے یہ عجیب ایسی منطق ہے کہ دجال جیسے ملعون کو تو با اختیار تسلیم کر لیا جائے اور نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں یہ کہا کہ جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں اور نیز یہ کہا جائے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا نیز نبی کریم علیہ السلام بھی مخلوق ہیں بلکہ تمام مخلوقات کے سردار ہیں اور آپ کی شان ہے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اور دجال بھی مخلوق ہے اور ملعون ہے اور کافر ہے اس کو با اختیار تسلیم کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس کے استدرجات اس کے ارادے سے صادر ہوں گے اور نبی کریم علیہ السلام کے معجزات کے غیر اختیاری ہونے کے متعلق پوری کتاب لکھ دی جائے یہ کوئی ایمان داری ہے اور کہاں کا تدبیر ہے اگر کسی کو خرق عادت امور میں یا مافوق الاسباب

امور میں با اختیار سمجھنا شرک ہے تو پھر دجال بھی تو مخلوق ہے اس کو با اختیار سمجھنا شرک کیوں نہیں کیا سرفراز صاحب ان لوگوں میں سے تو نہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ دجال خدا ہے؟ لہذا ہم خان صاحب سے یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں۔

وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ ستر تجھے کس سے بخار ہے

خان صاحب کا تجاہل عارفانہ:

سرفراز صاحب صفدر نے اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ نمبر ۳۱ پر شاہ اسماعیل دہلوی کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ معجزات میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا حضرت نے اس سلسلے میں اس کی کتاب منصب امامت کا حوالہ دیا تھا۔

خان صاحب کی خدمت میں ایک گزارش:

حضرت سے گزارش یہ ہے کہ مخالف کے خلاف اپنی کتابوں کے حوالے پیش نہیں کیے جاتے یہ طریقہ نہ برہانی ہے اور نہ جدلی ہے حضرت کو ابھی اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ فریق مخالف جس آدمی کو مسلمان بھی نہیں سمجھتا اس آدمی کی عبارت کو حجت بنا کر اس کے خلاف پیش کر رہے ہیں نیز حضرت اگر اسماعیل دہلوی کو مانتے ہیں تو اس کی کتاب صراط مستقیم سے ہم متعدد عبارات اس امر کے ثبوت میں پیش کر چکے ہیں کہ اولیاء کرام کا نکات میں متصرف ہوتے ہیں اور وفات پا جانے کے بعد بھی فیض یاب کرتے رہتے ہیں اور غوثیت و قطبیت عطا کرتے ہیں اور عرش سے لے کر فرش تک ان کی حکومت ہوتی ہے اور حضرت باوجود اس کے مولوی اسماعیل کو ولی اور شہید سمجھتے ہیں اور اس کی ایسی عبارت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایسے عقیدہ کو شرکیہ عقیدہ تسلیم کرتے ہیں اور اہل سنت تو اس کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتے تو اس کی اس طرح کی عبارات

کو کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں حضرت کو چاہیے کہ اس کی اس طرح کی عبارات اپنی بے وقوف دیوبندی قوم پر پیش کریں اور اہل سنت کو اس بارے میں پریشان نہ کریں۔

سرفراز صفدر کا حضرت محقق کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب نے مدارج النبوہ جلد ۲ ص ۱۱۳ سے عبارت کی ہے کہ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا کہ معجزہ میں نبی کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور دیگر افعال میں لوگوں کے ارادے کو دخل ہوتا ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

ہم گذشتہ اوراق میں حضرت شیخ کی تقریباً ڈیڑھ درجن عبارات نقل کر چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہیں حضرت انہی عبارات کے بارے میں اپنا نظریہ بتلائیں کیا وہ عبارات حق ہیں یا باطل اگر حق ہیں تو حضرت ان کو تسلیم کیوں نہیں کرتے اور اگر وہ عبارات باطل ہیں تو پھر اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ حضرت نے یہ جو عبارت پیش کی ہے وہ حق ہے اگر حضرت شیخ محقق باطل عقائد کے ترجمان تھے تو پھر حضرت خان صاحب ان کی اس عبارت سے استدلال کیوں کر رہے ہیں اگر ان کی عبارات سے اہل سنت کی تائید ہوتی ہو تو پھر حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارات کو پر کاہ جتنی اہمیت بھی نہ دی جائے اور اگر ان کی کسی مجمل عبارت سے بظاہر خان صاحب کی مطلب برآری ہوتی ہو تو پھر ان کی عبارات کو بطور حجت پیش کر دیا جائے یہ کہاں کا انصاف ہے حضرت کی خدمت میں ہم حضرت شیخ کی ایک اور عبارت ان کی ضیافت طبع کیلئے پیش کرتے ہیں امید ہے کہ آپ کرم فرمائیں گے۔

حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا اور وہ اے اندکہ پروردگار وے تعالیٰ سے آیا

دلوے کلید جنت علیہ السلام۔

ترجمہ:

محمد ثین اور بزرگان دین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کی چابی مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمادے گا۔ اسی کتاب میں حضرت مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ دریں روز ظاہر گردد کہ روز اوست و حکم حکم اوست و رب العالمین۔

ترجمہ:

اس دن ظاہر ہوگا کہ قیامت کا دن بھی سرکار علیہ السلام کا ہوگا اور حکم بھی نبی کریم علیہ السلام کا چلے گا۔

نوٹ:

وہابی حضرات کو یہ عبارات پڑھ کر ڈوب کرنا چاہیے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو معاذ اللہ یہ بھی نہیں پتہ کہ میں جنت میں جاؤں گا کہ نہیں جیسا کہ تقویۃ الایمان ص ۳۹ براین قاطعہ کے ص ۵۱ پر ایسی خرافات لکھی گئی ہیں تو پتہ چلا کہ وہابیہ حضرات کے عقیدہ میں اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہاں وہابیہ کا یہ ناپاک عقیدہ کہ نبی کریم علیہ السلام اپنی نجات سے بھی بے خبر ہیں اور کہاں شیخ محقق علیہ الرحمۃ کا وجدانی ایمانی عقیدہ کہ محشر کا نظام سرکار علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا اسی کتاب میں شیخ علیہ الرحمۃ سرکار علیہ السلام کے کمالات کو اجمالاً بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں ایں عین کمال البیت کہ در ذات شریف دے دے ہے ابراز نمود۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ شان سمجھ ہی یہاں سے آتی ہے کہ جب اس کے حبیب علیہ السلام نے اختیارات و کمالات کے مالک

ہیں تو پھر ان کا خالق و مالک کس شان کا مالک ہوگا۔

نوٹ:

یہ عبارت وہابیہ کے لئے اہم بم کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ سرکار علیہ السلام کے کمالات کی نفی کر کے اللہ تعالیٰ توحید کا کمال ثابت کرتے ہیں جبکہ شیخ علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب ہیں اور اتنے اعلیٰ اختیارات کے مالک ہیں اور اللہ رب العزت جو ان کا بھی مالک و مول ہے اس کی قدرت اور علمی کمالات کا عالم کیا ہوگا۔

خان صاحب کی پیش کردہ عبارت کا صحیح محمل:

خان صاحب نے جو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کی عبارت پیش کی ہے کہ معجزہ میں نبی انبیاء علیہ السلام کے قصد کو دخل نہیں ہوتا ان کی اس عبارت میں معجزہ سے مراد کتب سماویہ یعنی قرآن پاک اور دیگر کتابیں ہیں یہ تاویل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اگر اس عبارت کا وہ مطلب لیا جائے جو خان صاحب نے سمجھا ہے تو پھر حضرت شیخ کی اس عبارت سے اور دیگر عبارات میں تعارض اور تقاض لازم آجائے گا جو حضرت شیخ کی ذات سے قطعاً بعید ہے۔

تو خان صاحب سے گزارش ہے بزرگان دین کی عبارات کے ایسے مطالب نہ بیان کیا کریں جس کی وجہ سے یہ شبہ پیدا ہو کہ ان کی عبارات باہم متضاد ہیں اس طرح عوام الناس کے ذہنوں میں ان کی قدرومنزلت کم ہو جانے کا اندیشہ ہے اور قاصر الفہم لوگ زہاں درازی کریں گے اور کہیں گے کہ یہ لوگ بھی عجیب تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے کبھی کچھ کہہ دیتے تھے۔

خان صاحب کا معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر قرآن مجید کی آیات سے غلط استدلال: دلیل نمبر ۱:

سرفراز صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تحریر کیا کہ اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے ان پر آگ کو گلزار بنا دیا تھا اگر ابراہیم علیہ السلام با اختیار ہوتے تو آگ کو خود ہی گلزار بنا لیتے گویا خان صاحب کی وجہ استدلال اس امر سے ہے کہ ان پر آگ کے گلزار ہو جائے ان کا معجزہ ہے لیکن ان کا اس کے اندر کسب نہیں ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ معجزات انبیاء کے ارادے سے صادر نہیں ہوتے۔

اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو دعا بھی نہیں مانگی کہ باری تعالیٰ میرے اوپر اس آگ کو ٹھنڈا کر دے تو پھر کیا سرفراز کا نظریہ یہی ہے کہ معاذ اللہ ابراہیم علیہ السلام دعا مانگنے پر بھی قادر نہیں تھے۔

نعوذ باللہ من سوء الفہم والشقاۃ

نیز مفسرین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پانی والا فرشتہ بھی حاضر ہوا اور ہوا والا فرشتہ بھی حاضر ہوا اور پیش کش کی کہ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم پانی اور ہوا کے ذریعے اس آگ کو ختم کر دیں تو ان مفسرین کی نقل کردہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کو بھی اس امر پر قدرت حاصل تھی کہ اس خرق عادت امر کو صادر کر سکیں تو ظاہر بات ہے فرشتے بھی غیر اللہ ہیں تو پھر اگر کسی غیر اللہ کا معجزہ کے اندر ارادہ اور اختیار ماننا شرک ہے تو پھر فرشتوں کیلئے بھی ان امور پر قدرت ماننی شرک ہونی چاہیے

کیا وہابی حضرات کے نزدیک صرف انبیاء علیہم السلام مخلوق ہیں فرشتے مخلوق نہیں ہیں تو اگر وہ بھی مخلوق ہیں تو پھر خدا کی صفت کسی مخلوق کے اندر بھی مانی جائے تو شرک ہے۔

لہذا پھر ان کے اندر بھی اس صفت کو ماننا شرک ہو جائے گا جب ان کے اندر اس صفت کو ماننا شرک نہیں تو پھر کسی مخلوق کے اندر بھی ماننا شرک نہیں نیز ایک معجزہ کے بغیر اختیار کے صادر ہونے سے یہ قاعدہ کلیہ کیسے ثابت ہو گیا کہ سارے معجزات بغیر ارادے اور اختیار کے صادر ہوتے ہیں یہ استدلال کی کوئی قسم ہے یہ نہ استقرار ہے نہ قیاس سے نہ تمثیل ہے لہذا خان صاحب کم از کم ایسی دلیل تو دیں جو مثبت مدعا بھی ہو اور قواعد مناظرہ کے مطابق بھی ہو محض بولتے رہنے کا نام تو دلیل نہیں ہوتا اس امر کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خان صاحب ملاں اکن باشند کہ چپ نشور کے پورے پورے مصداق ہیں اور کچھ نہ کچھ ہاتھتے رہے ہیں نیز یہ امر بھی خان صاحب کیلئے قابل غور ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اگر چاہتے تھے کہ ان پر آگ گلزار ہو جائے تو پھر یہ امر ان کے ارادے سے صادر ہوا تو پھر سرفراز صاحب کا کلیہ غلط ہو گیا کہ معجزے میں نبی کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا نیز ان کا یہ قول باطل ہو گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اگر نہیں چاہتے تھے تو جب اللہ تعالیٰ نے ان کے چاہنے کے بغیر ہی ان پر آگ کو گلزار کر دیا تو جب اللہ رب العزت بغیر چاہے ان پر اتنا کرم و فضل فرماتا ہے تو جب وہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کیوں نہ فرمائے گا کیا معاذ اللہ رب العزت کو اپنے محبوبان پارگاہ کے ساتھ کوئی عناد ہے کہ جب وہ ارادہ فرمائیں تو اس امر کو پورا نہ فرمائیں اور جب وہ ارادہ نہ فرمائیں تو پھر وہ امر پورا کر دے۔

نوٹ اس امر پر کیا دلیل ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت بھی نبی

تھے حالانکہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کو نبوت چالیس سال کے بعد عطا ہوئی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

دلیل نمبر ۲:

خان صاحب نے آیت کریمہ

وَاللّٰهُ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاَهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا جَان وَلِي مَدْبَرٍ اَوْ لَمْ يَعْقِبْ
(سورۃ قصص پارہ ۲۰)

ترجمہ:

اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو بن جاتے جیسا پتلا
سائب الن پھر منہ بو اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔

خان صاحب کی وجہ استدلال:

خان صاحب کہتے ہیں اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کبھی
خوف کے مارے نہ بھاگتے لہذا ان کا بھاگنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ معجزہ ان کے
ارادے سے صادر نہیں ہوتا۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب کا یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ یہ اس وقت کی بات ہے جب
موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا جا رہا تھا نیز اگر ایک موقع پر بغیر ارادے کے بھی کوئی
امر ثابت ہو جائے تو اس سے یہ قاعدہ کلیہ کیسے ثابت ہو جائے گا کہ کوئی معجزہ کسی نبی
سے بھی ارادے اختیار کے ساتھ صادر نہیں ہوتا نیز جب موسیٰ علیہ السلام نے جادو
گروں کے ساتھ مقابلہ فرمایا اور آپ نے اپنے عصا کو پھینکا تو ان کے تمام جادو کو
آپ کے عصا مبارک نے باطل کر دیا اور ان کی ساری شعبہ بازی ختم ہو کر رہ گئی اور

ان کو اسلام بھی نصیب ہوا۔

نیز سرفراز صاحب نے اس امر پر غور نہیں فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے
دریائے نیل میں عصا مار کر بارہ راستے پیدا کر دیئے تھے تو کیا امر عادی تھا یا غیر عادی
تھا تو کیا سرفراز صاحب بھی کسی دریا پر ڈنڈا مار کر خشک راستے پیدا کر سکتے ہیں کیونکہ
امر عادی تو ہر آدمی کے بس میں ہوتا ہے اور اگر امر غیر عادی ہے تو پھر کیا سیدنا موسیٰ
علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ بارہ راستے بن جائیں یا نہیں چاہتے تھے اگر چاہتے تھے تو
سرفراز صاحب کا یہ کلیہ ٹوٹ گیا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور معجزہ کے
صدور میں انبیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور اگر نہیں چاہتے تھے تو پھر آپ نے
ڈنڈا کیوں دریا پر مارا کیا معاذ اللہ انہوں نے عبث کام کا ارتکاب کیا اور نیز انہوں
نے یہ کام اللہ کے حکم سے کیا تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

واضرب لهم طريقا في البحر يبسا

کہ ان کیلئے سمندر میں خشک راستے بنا دو اگر موسیٰ علیہ السلام اس بات پر
قادر ہی نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ان کو اس بات کا حکم دینا تکلیف مالا یطاق بن جائے
گا۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لا یكلف الله نفسا الا وسعها

نیز جب موسیٰ علیہ السلام نے دریا سے پار اتر کر یہ راستے ختم کرنے چاہے
تاکہ فرعون بھی ان راستوں سے اتر کر دریا پار نہ کر جائیں۔ تو اللہ رب العزت نے
فرمایا کہ

واترك البحر وهو لهم حنة مغرقون

نیز جب موسیٰ علیہ السلام پتھر پر ڈنڈا مارتے ہیں تاکہ چشمے پیدا ہوں تو کیا وہ
اس امر کا ارادہ فرماتے تھے کہ چشمے پیدا ہوں یا نہ نیز کیا وہ عصا اپنے ارادے اور

اختیار سے مارتے یا خود بخود ان کے ہاتھ سے گر پڑتا تھا ظاہر بات ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار سے مارتے تھے تو جب ارادے اور اختیار مارتے تھے تو جو اثر مترتب ہوتا تھا وہ بھی ان کے ارادے اور اختیار سے ہوتا تھا نیز اگر موسیٰ علیہ السلام بارہ خشک راستے ختم کرنے پر قادر نہ ہوتے تو اللہ رب العزت انہیں منع کیوں فرماتا کہ تم یہ راستے ختم نہ کرو اور فرعون کیوں کو فرق ہو جانے دو کیوں کہ یہ امر بدیہی ہے اور امر افعال اختیاری سے متعلق ہوتا ہے اور اس امر سے خان صاحب بخوبی آگاہ ہوں گے اور حضرت کا دعویٰ ہے کہ وہ عرصہ دراز سے پڑھا پڑھا کر بوڑھے ہو چکے ہیں۔

نیز خان صاحب کو یہ آیت کریمہ تو نظر آگئی ان الحق عصاک الخ لیکن یہ آیت کریمہ ان کی نظر سے نہ جانے کیوں اوجھل رہی کہ جب فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا۔

اولو جنسٹ ہشٹی مبین

نیز فرعون کا یہ کہنا فات یہ ان کتتم صدقین کہ اگر تم سچے تو اپنی دلیل لے آؤ تو انہوں نے وہاں اپنا عصا ڈالا تو وہ سانپ بن گیا اور ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو چمکدار محسوس ہونے لگا نہ جانے خان صاحب کو یہ آیات بینات نظر کیوں نہیں آئیں خان صاحب ارشاد فرمائیں کہ اگر معجزات کا ظاہر ہونا موسیٰ علیہ السلام کے بس میں ہی نہیں تھا تو انہوں نے یہ اعلان کیوں فرمایا کہ میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں نیز جب انہوں نے فرعون کے دربار میں عصا پھینکا تو کیا آپ چاہتے کہ یہ عصا سانپ بن جائے یا نہیں چاہتے تھے اگر یہ کہا جائے کہ نہیں چاہتے تھے تو یہ بات بدیہتہ کے خلاف ہے کیوں آپ خود پہلے فرما چکے تھے کہ میں تیرے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں اور فرعون کے اس مطالبے پر کہ اگر تم سچے ہو تو پیش کرو اپنی دلیل کو تو اگر چاہتے تھے تو پھر سرفراز صاحب کا مدعا باطل ہو گیا نیز موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا

دست اقدس گریبان میں ڈالا اور ہاتھ باہر نکالا تو بہت زیادہ چمکدار محسوس ہو رہا تھا تو کیا یہ معجزہ جب ظاہر ہوا یہ آپ کی خواہش کے مطابق صادر ہوا یا خواہش کے برعکس اگر کہا جائے کہ خواہش کے برعکس صادر ہوا ہے تو یہ بات عقل اور نقل کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے خواہش کے مطابق صادر ہوا تو عقائد وہابیہ کے خلاف ہے نیز سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ معجزہ اللہ کا فعل اور اسی کا کسب ہوتا ہے تو پھر کیا معاذ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا اور چمکدار بنا کر ظاہر کیا کچھ تو عقل کی بات کرنی چاہیے۔

الہی سمجھ کسی کو خدا نہ دے
دے موت آدمی کو پر یہ ہدا داندہ دے

خان صاحب کا ابن کثیر کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف واضح اور بڑا معجزہ تھا اور روشن دلیل تھی اس انوکھے امر پر اللہ کے علاوہ کوئی قادر نہیں اور نبی کے بغیر کسی کے ہاتھ پر یہ چیز صادر نہیں ہو سکتی۔

سرفرازی استدلال کا رد:

خان صاحب کا یہ استدلال رکاکت پر مبنی ہے کیونکہ ابن کثیر تو یہ کہہ رہے ہیں کہ معجزہ نبی ہی لاسکتا ہے اگر معجزے میں نبی کے ارادے و اختیار کو دخل ہی نہیں ہوتا تو پھر ابن کثیر کے اس قول کا کیا مطلب ہوگا کہ معجزہ نبی ہی لاسکتا ہے کوئی اور نہیں لاسکتا نیز خان صاحب نے جو ان کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے کہ معجزہ کے اندر اللہ تعالیٰ ہی کو قدرت ہوتی ہے تو یہاں قدرت سے مراد قدرت علی الخلق ہے۔ نیز حافظ ابن نے خود آیت کریمہ۔

ان آیتوں سے قبل البرکۃ الیٰک طرف

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام بلقیس کو دکھانا چاہتے تھے کہ ان کے درباری اور خدام اس مقام کے حامل ہیں کہ چشم زدن میں اتنی مسافت سے تخت لا کر پیش کر سکتے ہیں اور ان کو اس امر پر قدرت بھی حاصل ہے تو جب حافظ ابن کثیر اللہ کے ویوں کیلئے اتنی قدرت مانتے ہیں تو ان کا یہ نظریہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا تو خان صاحب کو ان کی دونوں عبارتوں کو ملا کر نتیجہ اخذ کرنا چاہتے تھا اور اپنی پیش کردہ عبارت کو دوسری عبارت کے ذریعے سمجھنا چاہتے تھا حضرت کی اگر بات مانی جائے تو ان کی کلام میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے تو ان کی اس پیش کردہ عبارت کا وہ مطلب نہیں جو انہوں نے پیش کیا ہے بلکہ وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا ہے۔

سرفراز صاحب کا آیات کریمہ سے بے محل استدلال:

خان صاحب نے ایک آیت کریمہ پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا اور انہوں نے اپنے اس مدعا پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

واذفرقنا بکم البحر فالجی بکم

(پارہ نمبر اسورہ بقرہ)

جب ہم نے پھاڑ دیا تمہاری وجہ سے دریا کو پھر ہم نے بچا یا تم کو تو مولوی سرفراز کا استدلال یہ ہے کہ دریا کو پھاڑنا صرف اللہ کا فعل تھا کیونکہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے تو پتہ چلا کہ یہ خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

سرفراز کی استدلال کا جواب:

خان صاحب کے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حقیقی موثر اللہ رب العزت ہی تھا کیونکہ تمام افعال عادیہ ہوں یا غیر عادیہ ہوں ان پر حقیقی موثر اللہ رب العزت کی ذات والا صفات ہوتی اس وجہ سے اللہ رب العزت نے اس کی نسبت اپنی طرف کر دی ورنہ سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنا عصا مارا تھا تاکہ بارہ راستے بن جائیں تو وہ ارادے اختیار سے مارا تھا یا بغیر ارادے کے اگر بغیر ارادے اختیار کے مارا ہو تو یہ بات بدایت کے خلاف ہے اور اگر ارادے و اختیار سے مارا ہو تو اس خواہش کے ساتھ مارا ہو کہ بارہ راستے بن جائیں تو خان صاحب کا یہ کلیہ ٹوٹ جائے گا کہ معجزے میں انبیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا لہذا خان صاحب کے استدلال بالکل نامتصم ہیں اور انہوں نے بزور اپنا مطلب کشید کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ آیت کریمہ کی ان کے مدعا پر کوئی دلالت نہیں ہے اس طرح سرفراز صاحب نے ایک اور آیت سے اپنے مدعا پر استدلال کیا تم

ثم بعثکم من بعد موتکم لعکم تشکرون

پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا تمہاری موت کے بعد تاکہ تم شکر کرو۔

مولوی سرفراز صاحب کے اس استدلال کی ہمیں سمجھ نہیں آ سکی کیونکہ حضرت نے دلیل تو اس امر پر دینی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا لیکن حضرت نے یہ آیت کریمہ پیش کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو اللہ رب العزت کی اس قدرت کا کون منکر ہے کہ وہ مرنے کے بعد زندہ کر سکتا ہے۔

خان صاحب کو اتنا تو پتہ ہونا چاہیے کہ دلیل وہاں دی جاتی ہے جہاں

بد مقابل اس مدعی کا منکر ہو غیر متعلقہ دلائل پیش کرنا یہ دیوبند کے فاضل کو زیب دیتا ہے۔ خان صاحب نے ایک اور آیہ کریمہ سے استدلال کیا۔

و ظلنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی

سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور نازل کیا ہم نے تم پر من سلوی۔

خان صاحب کے اس استدلال کی بھی ہمیں سمجھ نہیں آسکی کیونکہ اس آیہ کریمہ سے حضرت نے پتہ نہیں کیسے ثابت کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزات میں بے اختیار تھے۔ کیوں کہ اس آیہ کریمہ کی بھی اس امر پر کوئی دلالت نہیں ہے بلکہ اس آیہ کریمہ میں وہابیہ وغیرہ کا رد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا کہ ان پر بادل سایہ کرتا تھا من و سلوی ان پر نازل ہوتا تھا کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ آیہ کریمہ الٰہا ہمارے مدعا پر واضح دلیل ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی تھی تو اس وقت کیا آپ کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ ان پر اور قوم پر بادل سایہ کریں اور ان کی قوم کے لئے من و سلوی نازل ہو یقیناً آپ نے اس ارادے سے دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شرف قبولیت بخش کو انہیں ان تمام انعامات سے نوازا تھا تو مولوی سرفراز صاحب خواخواہ سینہ زوری سے اہل سنت کی دلیلوں کو اپنی دلیل بنا کر پیش کر رہے اس سے بڑی ڈھائی اور سینہ زوری کیا ہو سکتی ہے چہ دلا دامت دزوی بکف چراغ دارد۔

خان صاحب نے اسی طرح ایک اور آیت سے بھی استدلال کیا۔

فارسلنا علیہ الطوفان

تو خان صاحب کا استدلال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے جو مشہور نو معجزات تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت اپنی طرف کی ہے لیکن خان صاحب کا یہ استدلال بھی طفل تلی کے علاوہ کچھ نہیں کیونکہ اس امر کا کوئی منکر نہیں کہ معجزات اللہ رب العزت

نے ہی عطا فرمائے تھے لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ ان معجزات کے صدور میں موسیٰ علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا کیا سرفراز صاحب نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات بینات

اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرمائے تو ہم اس میں تصرف کرنے کے ماذون و مجاز ہوتے ہیں تو اگر اللہ رب العزت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے تو کیا وہ ان کے ارادے اور اختیار کے بغیر ہی صادر ہوتے رہیں گے خان صاحب بلا وجہ کتاب کا حجم بڑھانے کیلئے بلا وجہ آیات کریمہ نقل کرتے چلے جا رہے ہیں اور مقصد یہ ہے اپنی دیوبندی قوم کو تاثر دیا جائے کہ نور ہدایت کا جواب منصفہ شہود پر آپکا ہے اس لئے اور گویا خان صاحب اس طرح کے غیر متعلقہ دلائل پیش کر کے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

دل بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

خان صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں لکھا کہ پہاڑوں کا ان کے ساتھ مل کر خوش آوازوں سے پڑھنا اور پرندوں کا بھی ان کے ساتھ خوش آوازی سے پڑھنا اور لوہے کا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جانا یہ سب ان کے معجزات تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کی نسبت اپنی طرف کی ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے۔

یا جبال اوبی معه والطیر النالہ الحدید

تو خان صاحب کا یہ استدلال بھی ان کی عقل کی خوبی پر گواہی دیتا ہے کیونکہ ظاہر ہے جب یہ معجزات داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائے گئے تو ان کے ارادے اور اختیار کے ساتھ عطا فرمائے گئے کیونکہ معجزہ کے ذریعے نبی منکرین نبوت کو چیلنج کرتا ہے اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی نہیں ہوں تو میرے جیسا

خرق عادت کام تم بھی کر دکھاؤ تو یہ چیلنج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معجزہ انبیاء کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے۔

جیسا کہ علامہ برہاروی نے فرمایا۔

التحدی لا یمکن بدون القصد

نیز سرفراز صاحب اس امر پر غور کریں کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا اور اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی ارشاد ہے۔

فسخر ناله الريح

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے لیکن اس سے ان کے اختیارات کی نفی نہیں ہوتی اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ معجزہ ان کے ارادے کے بغیر صادر ہوتا تھا اسی طرح یہاں داؤد علیہ السلام کے معجزات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان معجزات میں داؤد علیہ السلام کے ارادے و اختیار کو دخل نہیں تھا اور یہ معجزات ان کے ارادے بغیر صادر ہوتے ہیں یہ سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ جب داؤد علیہ السلام لوہے کو ہاتھوں میں لیتے تھے تو کیا آپ کا ارادہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ نرم ہو جائے اگر یہ کہا جائے کہ ارادہ نہیں ہوتا تھا تو یہ بات بدیہی البطلان ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ لوہا میرے ہاتھ میں نرم ہو جائے تو پھر سرفراز صاحب کا اس آیت کو دلیل بنانا غلط ہو گیا بلکہ اس سے اہلسنت کا مدعا ثابت ہو گیا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اہل سنت کی دلیلیں اپنی طرف سے نہ پیش کریں اور کرم کریں نیز جب ان کے صاحبزادے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے اتنا وسیع اختیار دے دیا کہ جن، ہوا، شیا طین سارے ان کے زیر حکم تھے تو جب اللہ رب

العزت نے ان کے صاحبزادے کو یہ اختیار دے دیے۔ اور اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوئی تو اگر اللہ رب العزت داؤد علیہ السلام کو پہاڑوں اور پرندوں پر حکومت دے دے تو پھر اس کی حکومت میں کیا کمی آسکتی ہے۔ حضرت سلیمان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔

فسخر ناله الريح تجرى بامره رخاء حيث اصاب والشیطن کل بناء و غواص و اخرین مقرنین فی الاصفاد هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب۔ (پارہ ۲۳ سورہ ص)

ترجمہ:

پھر ہم نے نالغ کر دیا اس کے ہوا کو چلتی تھی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچانا چاہتا اور نالغ کر دیا شیطان سارے عمارت بنانے والے اور غوطے لگانے اور بہت سے اور بھی جو باہم جکڑے ہوئے ہیں بیڑیوں میں یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا۔ (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس مقام پر حاشیہ میں لکھتے ہیں کسی کو بخشش دینا نہ دو تم مختار ہو اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔

اب خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ جب تمہارے اکابر سلیمان علیہ السلام کیلئے اتنے اختیار مانتے ہیں تو ظاہر بات ہے کہ سرفراز صاحب کو بھی ماننا پڑے گا کیوں کہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے تو پھر حضرت کو ان کے والد گرامی جو جلیل القدر پیغمبر ہیں ان کے لئے صرف پہاڑوں پر تصرف ماننے سے یا ان کے اختیار سے لوہے کا ان کے ہاتھ میں نرم ہو جانا ماننے سے کوئی چیز مانع ہے۔

ایک اہم نوٹ:

آیت کریمہ فسخ نالہ الریح الخ کی مکمل وضاحت ہم گذشتہ اوراق میں اکابر مفسرین کے حوالے سے بلکہ خود سرفراز صاحب کے اکابر کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اس بحث کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔

خان صاحب کی ایک عجیب خیانت:

خان صاحب نے آیت کریمہ فسخ نالہ الریح مکمل نقل نہیں کی بلکہ اس ایک جملے کو نقل فرما کر سکوت اختیار فرمایا ہے۔ حالانکہ آیت کو جو حصہ انہوں نے نقل فرمایا وہ بھی ان کے موقف کے خلاف ہے کیوں کہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کی کوئی چیز کسی نبی ولی کیلئے مسخر نہیں ہے جبکہ یہ آیت کریمہ ان کے نظریہ کا استیصال کر رہی ہے کہ ہوا اللہ رب العزت نے ان کے ماتحت کر دی تھی تو خان صاحب اپنے سینے پہ پتھر رکھ کر یہ حصہ تو بادل غواستہ نقل کر بیٹھے۔ لیکن مکمل آیت نقل کرنا شاید ان کی برداشت سے باہر تھا اور اس سے ان کے فاسد نظریہ کا قلعہ قمع ہوتا تھا اس لئے حضرت کو پوری آیت لکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔

نوٹ:

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ لوہے کو نرم کرنے کے بارے میں داؤد علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو کوئی دخل نہ تھا محض اللہ کا فعل تھا لیکن ان کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن پر لکھتے ہیں یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا بدون آگ اور آلات ضاعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کر کے فروخت

کرتے تاکہ قوت بازو سے کما کر کھائیں اور کڑیوں کی ذرہ پہلے ان ہی سے نکلی کہ کشادہ رہے حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ اور کشادہ زرہیں تیار کرو۔

(تفسیر عثمانی صفحہ ۷۳۶)

گویا شبیر احمد عثمانی نے اپنے حاشیہ میں اس آیت کا ترجمہ کیا ہے۔

ان اعمل سیغت و قدر فی السرد

کاش سرفراز صاحب قرآن مجید کی یہ آیہ کریمہ بھی پڑھ لیتے۔

انا مسخرنا الجبال معہ یسبحن بالعلیٰ والا شراق والطیر
محشورة کل لہ اواب وشد دنا ملکہ.

ترجمہ:

ہم نے تابع کیے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے تھے شام کو اور صبح کو اور اترتے جانور جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے اور قوت دی ہم نے اس کی سلطنت کو۔

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس مقام پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں یعنی دنیا میں اس کی سلطنت کی دھاک بٹھا دی تھی اور اپنی عیانت اور نصرت سے مختلف قسم کی کثیر التعداد فوجیں دے کر خوب اقتدار جما دیا تھا اور اسی کے متصل بعد لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور طرح طرح کے علمی اور عملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۷۸)

نیز سرفراز صاحب اس آیت کا بھی ملاحظہ فرمائیں

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض

ترجمہ:

اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں۔

(ترجمہ محمود الحسن پارہ ۲۳ سورہ ص)

اور شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتا ہے خدا نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنایا۔ اب سرفراز صاحب ہی بتلائیں جو کسی صوبے میں حکومت کا نائب ہو یا کوئی کسی بادشاہ کا نائب ہو وہ اس علاقے کے تمام سیاہ سفید کا مالک ہوتا ہے تو کیا اللہ رب العزت کا جو نائب ہوگا وہ کسی شے کا مالک مختار نہیں ہوگا۔

نوٹ:

قارئین سے گزارش ہے کہ آیت کریمہ

انی جاعل فی الارض خلیفہ

کی بحث میں ہم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ایک عبارت گذشتہ اوراق میں نقل کی ہے اس کا مطالعہ فرمائیں یا اصل تفسیر عزیزی کی طرف مراجعت کریں شاہ صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ زمین و آسمان کا حاکم ہوتا ہے جس طرح اس کا تصرف زمین میں نافذ ہوتا ہے اس طرح آسمانوں میں بھی نافذ ہوتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے مسلک حق اہل سنت و جماعت کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

مولوی سرفراز خان صاحب نے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ان کے معجزات میں ان کے ارادے و اختیار کو دخل نہیں یہ

آیت کریمہ پیش کی ہے۔

واسلنا له عین القطر ومن الجن من يعمل بین یدیه باذن ربہ

ترجمہ:

اور بہا دیا ہم نے اس کیلئے چشمہ پچھلے ہوئے تانبے کا اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے۔

خان صاحب کا اس آیت کریمہ سے استدلال باذن ربہ پر موقوف ہے۔ گویا حضرت کا نظریہ یہ ہے کہ جہاں باذن کا لفظ آجائے وہاں صرف اللہ رب العزت کا فضل ہوتا ہے کسی اور کے ارادے کو وہاں دخل نہیں ہوتا لیکن خان صاحب کو چاہیے تھا کہ اس آیت کریمہ پر غور کرتے۔

ولسین الريح عاصفة تجرى بامرہ الى الارض التي بارکنا فیہا
وکنا بکل شیء عالمین ومن الشیطن من یغوصون له ویعملون عملا دون
ذلک

ترجمہ:

اور سلیمان کے تابع کی ہوا زور سے چپنے والی جو چلتی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف جہاں ہم نے برکت دی اور ہم کو سب چیز کی خبر ہے اور تابع کیے کتنے شیطان جو غوطہ لگاتے اس کے واسطے اور بہت سے کام بناتے اس کے سوا۔

(ترجمہ محمود الحسن)

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں حضرت سلیمان نے دعا کی تھی۔

رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی

ترجمہ:

اللہ نے ہوا اور جن ان کیلئے مسخر کر دیئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک تخت تیار کرایا تھا جن پر مع اعیان دولت بیٹھ جائے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا پھر ہوا آتی زور سے اس کو زمین سے اٹھاتی پھر اوپر جا کر زم ہوا ان کی ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔

رخاء حیث اصحاب

(تفسیر عثمانی ص ۵۶۸)

اسی طرح سورۃ اسہاء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے بناتے تھے اس کے واسطے جو کچھ چاہتا قلعے اور تصویریں اور لگن جیسے تالاب اور دیکیں چولہوں پر جمی ہوئیں۔

(سورۃ سبا پارہ ۲۲ آیت ۱۳)

اس آیت کریمہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ جنوں پر بھی سلیمان علیہ السلام کی حکومت تھی جس طرح آپ چاہتے تھے وہ اسی طرح کرتے تھے تو اسی مقام پر یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر وہ علیکب جانتے تو پھر نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ جن جو کام کرتے تھے اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے تھے کیونکہ ان کے کام کے اندر ان کے ارادے و اختیار کو دخل نہ ہوتا تو اللہ رب العزت یہ ارشاد نہ فرماتے کہ

ان لو كانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المہین

کیونکہ ان کو پتہ نہیں چلا تھا کہ سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے وہ یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اور ہمیں دیکھ رہے ہیں اس سے پتہ چلا کہ وہ کام کے ترک کرنے پر قادر تو تھے لیکن خوف کے مارے کام میں لگے رہے۔

سرفراز صاحب نے جو آیت پیش کی ہے کہ جن اللہ کے امر سے کام میں لگے رہتے تھے اس سے پتہ نہیں ان کا مدعا کیسے ثابت ہو گیا کہ سلیمان علیہ السلام اپنے معجزات میں بے اختیار تھے جبکہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

هذا عطاؤنا فامنن او امسك بغیر حساب

یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا رکھ چھوڑ کچھ حساب نہ ہوگا تو اللہ رب العزت تو یہ بتلا رہے ہیں کہ ہم نے سلیمان پر اسلام کو اتنا تصرف عطا فرمایا تھا اور اتنا اختیار بنایا تھا کہ ان کو یہ تمام تصرفات کسی اور کو بھی عطا کر دینے کی اجازت تھی جیسا کہ اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے۔

دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے معمولی خدمتگاروں کی طرح ان کے کام میں لگے رہتے تھے اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ورنہ انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی حکومت بھی جنوں اور انسانوں پر تھی اصل عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

كان النبی علیہ السلام نافذ الحکم علی الجن والانس

(تفسیر مظہری جلد ۷ ص)

سرفراز صاحب کا ایک اور بھونڈا استدلال:

سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم موت سے ڈر کر کہیں بھاگ نکلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمایا مرجاؤ پس وہ مر گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا۔

سرفرازی استدلال کا رد:

حضرت نے ثابت تو یہ کرنا تھا کہ معجزات کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا لیکن حضرت نے جو آیت پیش کی ہے اس آیت کا ان کے دعویٰ سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے۔ تو مولوی سرفراز صاحب نے جو دو آیتیں پیش کی ہیں۔

۱۔ من الجن من يعمل الخ

۲۔ فقال لهم الله موتوا ثم احياهم

ان دونوں آیات کا ان کے مدعا سے کوئی تعلق نہیں ہے تو حضرت سے گزارش یہی ہے کہ کم از کم یہ تو خیال رکھا کریں کہ جو میں دلائل پیش کر رہا ہوں ان سے میرا دعویٰ ثابت بھی ہوتا ہے یا نہیں نیز حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب ارشاد الطالبین کا حوالہ دیتے رہتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اولیاء کرام کو متصرف جاننا اور حاجت روا ماننا شرک ہے لیکن ہم نے جو انہی کی کتاب تفسیر مظہری کا حوالہ دیا ہے کیا یہ حوالہ بھی حضرت کے نزدیک قابل قبول ہے یا نہیں اگر قابل قبول ہے تو پھر ان کی پوری کتاب ہی لغو ٹھہری کیونکہ انہوں نے کتاب لکھی اس مقصد کیلئے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام بالاختیار نہیں ہیں۔

اور اگر یہ حوالہ ان کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ارشاد الطالبین کی عبارات قابل قبول ہوں اور تفسیر مظہری کی عبارات ناقابل قبول ہوں نیز حضرت یہ ارشاد فرمائیں کہ جب آپ ان کے حوالے پیش کریں تو وہ بہت سی وقت بھی ہوتے ہیں مفسر قرآن بھی ہوتے ہیں اور جب اہل سنت ان کے کسی قول سے استدلال کریں تو پھر ان کی یہ حیثیات ختم ہو جاتی ہیں

اس کی کیا وجہ ہے۔

سرفراز صاحب کا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر قرآنی آیات سے غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے یہ آیت کریمہ معرض استدلال میں پیش کی ہے۔

واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتفتح فيها فتكون طيرا باذني
وتبری الاكمنه والابوص باذني واذا تخرج الموتى باذني

ترجمہ:

جب تو بنانا تھا گارے سے پرندہ کی صورت میرے حکم سے پھر تو پھونک مارتا تھا اس میں تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا تو مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑا کرتا زندہ کر کے مردوں کو میرے حکم سے۔

خان صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ باذنی اور دوسرے مقام پر باذن اللہ محض اس لئے دہرایا گیا ہے کہ ان معجزات کے اندر عیسیٰ علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہ تھا۔

خان صاحب کے استدلال کا حقیقی جائزہ:

خان صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ چونکہ یہاں باذن اللہ کا لفظ واقع ہوا ہے لہذا عیسیٰ علیہ السلام کے ارادے کے بغیر ہی یہ معجزات صادر ہوئے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ باذن اللہ کے لفظ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ جہاں یہ الفاظ آجائیں وہاں کسی مخلوق کا اس کے فعل کے اندر کسی قسم کا دخل

نہیں ہوتا جس طرح آیت کریمہ ہے۔

وما كان لنفس ان تؤمن الا باذن الله

تو یہاں بھی باذن اللہ کا لفظ آیا ہے تو کیا کسی انسان کو ایمان لانے میں کوئی قدرت نہیں ہوتی اور وہ ایمان لانے میں مجبور محض ہوتا ہے اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله

کیا جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کرتے ہیں بغیر ارادے اور اختیار کے کرتے ہیں جو کام بغیر ارادے اور اختیار کے صادر ہو اس پر تو کوئی ثواب مترتب نہیں ہوتا اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کم من فتنه قليلة غلبت فتنه كثيرة باذن الله

اللہ تو کیا جب چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آتی ہیں تو اس غلبہ کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فهزموهم باذن الله

تو کیا مسلمانوں کی اس فتح کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما اصابكم يوم النقي الجمعن فباذن الله

تو کیا جو جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اس میں ان کے کسب کو دخل نہیں تھا اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سابق بالعجرات باذن الله

تو کیا نیکوں میں سبقت لے جانے والے حضرات بغیر ارادے اور اختیار کے سبقت لے جاتے ہیں اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فانه نزلہ علی قلبہ باذن الله

تو کیا جبریل علیہ السلام کے قرآن مجید کو نازل کرنے میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فهدى الله الذين امنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه

تو کیا اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت دی تو کیا اس ہدایت کے پانے کے اندر ان کے ارادے اور اختیار کو کوئی دخل نہیں تھا؟ اس طرح جادو گروں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما هم بضارين به من احد الا باذن الله

تو کیا جادو گر جو نقصان پہنچاتے ہیں اس میں ان کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ جادو کرنا حرام ہے اور حلت و حرمت کا تعلق افعال اختیار سے ہوتا ہے۔

من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه

تو کیا انبیاء علیہم السلام یا باقی لوگ جو شفاعت کریں گے اس میں انہیں کوئی اختیار نہیں ہوگا کیا وہ بغیر ارادے اور اختیار کے کیسے شفاعت کر سکیں گے کیا ان کی زبان سے ویسے ہی شفاعت والے کلمات ادا ہوتے چلے جائیں گے اور کیا معاذ اللہ انہیں اپنی زبان پر ہی کنٹرول کوئی نہ ہوگا اور اسی طرح شیطان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وليس بضارهم شيئا الا باذن الله

شیطان نہیں نقصان دے سکتا ایمان والوں کو مگر اللہ کے حکم سے تو کیا شیطان نقصان دینے میں بالکل بے بس اور مجبور ہے اور کما الجناد ہے اگر شیطان بالکل مجبور محض ہے تو پھر اس کو اگلے جہان لوگوں کو گمراہ کرنے کی وجہ سے عذاب کیوں ہوگا نیز

اگر وہ گمراہ کرنے میں مجبور اور بے بس تھا تو اس نے یہ اعلان کیوں کیا تھا۔

لا غلبنہم اجمعین

اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ

لاحتسكن ذریعہ الا قلیلا

نیز اس کا یہ کہنا ولا ضلنہم نیز باری تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

فمن تعالت منہم فان جہنم جزاؤکم جزاء موفورا

اگر گمراہ کرنا اس کے بس میں ہی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ جو تیری اتباع کرے گا ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم

تو کیا فرشتے اور روح الامین جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں تو کیا معاذ اللہ پتھر کی طرح نیچے آتے ہیں ان کے ارادے اور اختیار کو اس میں دخل نہیں ہوتا اس آیت کی تفسیر کرے ہوئے دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے روح القدس بے شمار فرشتوں کے جہوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفید کریں۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۰۲۹)

اسی طرح ایک اور مقام پر شبیر احمد صاحب لکھتے ہیں یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں سرفراز صاحب سے استفسار یہ ہے کہ ملک الموت جب روح قبض کرتا ہے تو اللہ کے اذن سے کرتا ہے یا بغیر اذن اگر اللہ کے اذن سے کرتا ہے تو کیا اس قبض روح کے اندر اس کا کوئی ارادہ اور اختیار نہیں ہے اور اگر بغیر اذن کے کرتا ہے تو یہ بات بدیہی البطلان ہے تو پھر ثابت ہو گیا کہ جو کام باذن اللہ واقع ہو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس سے وہ کام صادر ہو اس کے ارادے اور اختیار کے بغیر صادر ہوتا ہے نیز

سرفراز صاحب جو کتابیں لکھتے ہیں وہ باذن اللہ لکھتے ہیں یا بغیر اذن اللہ اگر بغیر اذن اللہ لکھتے ہیں تو یہ کتب عقائد کے خلاف ہیں کیوں کہ کتب عقائد میں تصریح ہے کہ دنیا میں جو بھی کام ہوتا ہے اللہ کے اذن اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور اگر وہ اللہ کے اذن ساتھ کتب تصنیف کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے اگر وہ باذن اللہ کرکی کام کریں تو ان کے ارادے اور اختیار کی نفی نہیں ہوتی تو پھر اگر عیسیٰ علیہ السلام باذن اللہ امور سر انجام دیں تو ان کا مجبور محض ہونا کیسے ثابت ہو جائے گا۔

وما لکم کیف تحکمون

نوٹ:

باذن اللہ کے بارے میں کثیر آیات ہم گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں یہ تو ہم بطور مشتمل نمونہ از خروارے چند ایک نقل کی ہیں جو چاہے مزید تفصیلات کیلئے اسی کتاب کے گذشتہ صفحات میں اسی بحث کا مطالعہ کرے۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

حضرت کہتے ہیں کہ جہاں باذن اللہ کا لفظ آجائے تو اسی لئے آتا ہے تاکہ پتہ چلے اس کام میں اللہ رب العزت ہی موثر ہے اور جو باذن اللہ کا لفظ بول رہا ہو اس کے کسب اور ارادے کو اس میں دخل نہیں ہے تو حضرت یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر باذن اللہ کے لفظ کا آنا کسب اور اختیار کا ثانی ہے۔ تو جہاں یہ لفظ نہ واقع ہوں اس مقام پر تو کسب اور اختیار ثابت ہو جائے گا پھر بھی خان صاحب کو ماننا پڑے گا کہ بعض معجزات انبیاء کے ارادے سے بھی صادر ہوئے ہیں تو پھر ان پر یہی چلی آئے گی۔ القرار بامنہ القرار۔

سرفراز صاحب اس آیت پر غور کریں۔

خان صاحب کے استدلال کی کمزوری:

خان صاحب نے یہ جو ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پیش کیا ہے۔ اس کا ان کے دعوے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیوں کہ علامہ پر ہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مردے زندہ کرنے کی قدرت کا مطالبہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں ہے تو انہوں نے عرض کی لیٹھمن قلبی تاکہ میرا دل اس آرزو کے بارے میں مطمئن ہو جائے۔ (مراۃ الکلام ص ۳۷)

یہ آیت کریمہ تو اہل سنت کے مسلک کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہ السلام مردے زندہ کر سکتے ہیں اور علامہ پر ہاروی علیہ الرحمۃ اسی آیت کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے قرب اور منزلت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تمہیں اپنے مرتبے کے بارے میں یقین نہیں کہ تمہارا میرے نزدیک کیا مقام ہے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں بلکہ میں مزید اطمینان کیلئے یہ مطالبہ کرتا ہوں اس طرح کی عبارات تفسیر کبیر اور نہر اس کے اندر بھی موجود ہیں اور خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں تو پتہ نہیں ان کی عقلی نگاہوں سے یہ کتابیں اور ان کی یہ عبارات کیسے اوچھل رہ گئیں؟

نیز اس آیت کریمہ سے تو سرفراز صاحب کے مسلک کی التا تردید ہوتی ہے ان کا مسلک تو یہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے خلیل علیہ السلام کے چاہنے سے چار مردہ پرندے زندہ ہو گئے اور ان کی دعوت پر ان کے پاس پہنچ گئے نیز معجزات کے صدور کی دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں کبھی ان کی دعاؤں سے وقوع پذیر

ہوتے ہیں خان صاحب کو چاہیے کہ خدا کا خوف کریں دلیل اس امر پر دیا کریں جس کا فریق مخالف منکر ہے خان صاحب نے اہل سنت کی کس کتاب میں پڑھا ہے کہ انہوں نے لکھا ہو کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج نہیں ہیں یا اللہ کی بارگاہ میں دعا نہیں کرتے۔ اسلئے تقریب نام کا کچھ خیال رکھیں اور خان صاحب نے عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے جو استدلال کیا ہے اس استدلال سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ عزیر علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے بلکہ خان صاحب نے خود اپنی کتاب ازالہ الریب میں مستدرک کے روایت نقل کی ہے اور اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نہیں پتہ کہ عزیر علیہ السلام نبی ہے یا نہیں تو پھر جب خان صاحب کے نزدیک وہ نبی نہیں تو پھر خان صاحب ان کے دوبارہ زندہ ہو جانے کے واقع سے یہ استدلال کیسے کر رہے ہیں کہ معجزات میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا نیز خان صاحب نے کسی سنی کی کتاب میں یہ پڑھا ہے کہ اس نے کہا ہو کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام معجزات میں با اختیار ہیں لہذا اللہ تعالیٰ ان کو فوت ہونے کے بعد زندہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا علی کل شی قدیر ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا اپنی زندگی میں اور وفات میں اس کا محتاج ہونا ایک مسلک امر ہے۔ جو چہز مسلم بین الفرقین ہو اس پر دلائل قائم کرنے کا کیا فائدہ دیکھیے آپ کے گنگوہی صاحب کو بقول آپ کے دونوں قسم کی قدرتی حاصل تھیں مردوں کو زندہ کرنے کی اور زندوں کو مرنے نہ دینے کی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مارنا چاہا تو مر گئے خان صاحب حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے تو مردے زندہ کرنے کی قدرت نہیں مانتے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کیلئے مانتے ہیں اور اپنے گنگوہی صاحب کے ہاتھ سے ان کا نظریہ یہ ہے کہ۔

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

لہذا خان صاحب سے گزارش یہی ہے کہ غیر متعلق استدلال اہل سنت کے مقابلے میں قائم نہ کیا کریں تاکہ شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا ارشاد موجود

ہے۔

وما كان لنا ان فانبيكم بسلطان الا باذن الله

ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم تمہیں معجزہ لا کر دیں مگر اللہ کے حکم سے تو خان صاحب کا یہ استدلال باذن اللہ کے لفظ سے ہے اور ہم گزشتہ اوراق میں درجنوں آیات پیش کر چکے ہیں کہ جہاں باذن اللہ کا لفظ آیا لیکن وہاں اختیار کی نفی ثابت نہیں ہوتی خان صاحب ہی بتلائیں کہ ہم سے امور عادیہ ثابت ہوتے ہیں کیا یہ باذن اللہ صادر ہوتے ہیں یا بغیر اذن اللہ ثابت ظاہر امر ہے ہمارے امور عادیہ اللہ کے اذن سے ہی صادر ہوتے ہیں تو جس طرح ان امور عادیہ کا باذن اللہ صدور ہمارے اختیار کی نفی نہیں کرنا اسی طرح انبیاء علیہ السلام سے بھی امور غیر عادیہ کا باذن اللہ صدور ان کے اختیار کی نفی نہیں کرنا جس طرح اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو ہم باوجود قدرت کے امور عادیہ کو سرانجام نہیں دے سکتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر معجزات نہیں دکھا سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ذاتی ہے اور ان کا اختیار عطا ہے دیکھیے جس طرح آنکھ دیکھنے کا سبب ہے اور ایسی چیز دیکھتی ہے جو فی الواقع موجود ہو لیکن جنگ ہدر کے اندر مسلمانوں کی آنکھیں بھی سلامت تھی

کافروں کی آنکھیں بھی سلامت تھیں۔ لیکن مسلمان کافروں کو دیکھتے تو وہ تین سو تیرہ سے بھی کم نظر آئے اور کافر اگر مسلمانوں کو دیکھتے تو ان کو دو ہزار نظر آتے ہیں۔

كما قال الله تعالى يقللهم في اعينكم برونهم مثليهم رأي العين

خان صاحب کا ایک اور مغالطہ:

خان صاحب نے ایک اور آیت کریمہ اپنے مدعا پر پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ خان صاحب آیت کریمہ۔

قل انما الايات عند الله

سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ معجزہ نبی کے بس میں نہیں ہوتا۔

خان صاحب کے مغالطہ کا ازالہ:

خان صاحب کا اس آیت سے استدلال کرنا بھی محض سادہ لوح عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش ہے کیونکہ اصل عبارت یہ تھی کہ کفار خواخواہ بطور عناد معجزات کی فرمائش کرتے رہتے تھے تو اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ارشاد فرمائیں کہ معجزات ظاہر کرنے کی حقیقی قدرت اللہ رب العزت کے پاس ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے یہ معجزات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جب کسی قوم کے فرماؤں کی معجزات دکھلا دیئے جائیں تو پھر وہ ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ان کو فوراً عذاب نازل کر کے تباہ کر دیتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

كما قال الله تعالى وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

اسی طرح ارشاد باری ہے۔

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم

یہاں عذاب استیصال کی نفی ہے نیز اللہ رب العزت نے یہ بھی ارشاد فرمایا اگر آپ چاہیں تو جس طرح یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صفاء سونا بن جائے اسی طرح کے دیگر مطالبات پورے کر دیئے جائیں تو پھر اگر ایمان نہیں لائیں گے تو پھر ہم ان کو سخت عذاب دیں گے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں ان کو ان کے حال پہ چھوڑ دیا جائے۔

نوٹ:

یہ جو ہم نے روایت نقل کی ہے تفسیر زاد المسیر۔ اور درمنثور میں بسند حسن موجود ہے جیسا کہ طبرانی مجمع الزوائد وغیرہ میں مرقوم ہے نیز اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمانا ہے۔

ولوانا نزلنا اليهم الملائكة وكلهم الموتى وحشرنا عليهم كل شيء قبلا
ما كانوا اليوموا

اگر ہم اتاریں ان پر فرشتے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ۔ اسی طرح ارشاد ربانی ہے۔

ولوان قرانا سيرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتى بل الله الامر جميعا

ترجمہ:

اگر کوئی قرآن ہوتا کہ چلیں اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہوئے اس سے زمین یا اس سے مردے بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

تو دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں اگر یہ قرآن حسی طور پر ہم وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی جہتیں اور کج بختیاں شروع نہ کرتے تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہو۔ ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں تو اس آیت کریمہ سے بھی ثابت۔ واکہ کفار کے یہ مطالبات محض عناد کے طور پر تھے کوئی ان کا مقصد ایمان لانا نہیں تھا۔ اس لئے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کیونکہ حقیقی موثر اللہ رب العزت کی ذات پا ہے اور وہ احکم الحاکمین بھی ہے تو جب مصلحت ہوگی وہ خود ہی معجزہ کو میرے ہاتھ پیدا فرما دے گا میرا کام تمہیں تبلیغ کرنا ہے لہذا ضروری نہیں جو تم مطالبہ کرو میں ہر ہی پورا کر کے دکھاؤں جیسا کہ شبیر احمد عثمانی اپنے حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ شخص مدعی نبوت ہو اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدمات الہیہ کے خزانے کے قبضہ میں ہیں تو جب بھی اس سے کس امر کی فرمائش کی جائے تو وہ ضرور ہی دکھائے تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا اور انہی کو معیار تصدیق تکذیب رایا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔

(تفسیر عثمانی ص ۲۳۴)

تو خان صاحب کم از کم اورم نہیں تو اپنے شیخ الاسلام کا حاشیہ ہی پڑھ لیتے تو پھر کم از کم اس طرح کا استدلال نہ تے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام باوجود اپنے تمام کمالات کے اللہ رب العزت کے تو محتاج ہی ہیں۔

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ کفار نے نبی کریم علیہ السلام سے چند فرمائشی معجزات طلب کیے تو اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام سے ان کا جواب اس

طرح دلویا اللہ رب العزت نے پہلے ان کے مطالبے کو ذکر فرمایا کہ کفار نے کہا تھا کہ ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک بارغ کججور اور اگجور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے تو آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے یا تو بے آئے اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا تیرے لیے گھر ہوسونے کاے تو چڑھ جائے آسمان پر اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تو نہ اتار لائے ہمارے لئے ایک کتاب جس کو ہم پڑھ سکیں آپ کہہ دیں کہ میں نہیں ہو مگر بشر رسول تو مولوی سرفراز صاحب کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر سرکار علیہ السلام بس میں ہوتا کہ معجزات کو ظاہر کر سکتے تو یہاں ظاہر کر دیتے کیونکہ آپ یہی چاہتے تھے کہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔

الجواب:

خان صاحب کا یہ استدلال بھی اہل سنت کے مسلک کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کیونکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ معجزات کے دکھانے کی ذاتی قدرت اللہ تعالیٰ کو ہے اور ذاتی قدرت سے ہی یہ سارے امور جن کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا پورا انجام دیئے جاسکتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی قدرت جو ہے وہ عطائی ہے تو جہاں اللہ رب العزت نہ چاہے تو وہ معجزات ظاہر نہیں کر سکتا اور اللہ رب العزت کی اپنی حکمت کے تحت ہی معجزات صادر ہوتے ہیں تو جہاں چونکہ اللہ کی حکمت نہیں تھی اس لئے صادر نہ ہوئے پھر سرفراز کا یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ یہ معجزات دکھلا دیئے تو وہ مسلمان ہو جاتے ان کی اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ کے خلاف ہے کیونکہ اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر وہ لکھتے ہیں کہ بطور تعنت اور عناد آنحضرت ﷺ سے معجزات کو طلب کرتے تھے تو ظاہر بات ہے کہ جب بطور تعنت اور عناد کے مطالبہ کرتے تھے تو اگر ان کے فرمانی معجزات دکھلا

بھی دیئے جاتے پھر انہوں نے تو کونسا مسلمان ہو جانا تھا۔ اسی لئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میرا کام صرف تبلیغ کرنا ہے تمہارے مطالبات کا پورا کرنا اصل میں اللہ رب العزت کا کام ہے کیونکہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے خدا ہونے کا دعویٰ نہیں ہے اور نبوت کے لوازم میں سے یہ بات نہیں ہے کہ جب بھی کوئی مطالبہ کسی نبی سے کیا جائے تو وہ ضرور ہی اسے پورا کر کے دکھائے جیسا کہ شبیر احمد نے اپنے حاشیہ پر لکھا ہے نیز اللہ رب العزت نے خود فرمادیا کہ اگر ان کے معجزات پورے کر بھی دیے جائیں پھر بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے ان کے مطالبات پورے نہ کیے تاکہ ایمان نہ لانے کی صورت میں ثباتی اور بربادی کے مستحق نہ بن جائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح کے بیشمار دلائل ہیں جن سے انبیاء علیہم السلام کا معجزات میں بے اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حالانکہ یہ خواہ مخواہ ان کا ایک بلند بانگ دعویٰ اور تعلیٰ ہے ان کے پاس ایک بھی قطعی دلیل ایسی نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہے البتہ بے بنیاد دعوے کرنے کا اور دیکھیں مارنے کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

سرفراز صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

مولوی سرفراز صاحب آیۃ کریمہ۔

وان کان کبر علیک اعراضهم فان استطعت ان تبغی نفقا ضی الارض
اوسلما فی السماء فتاتبهم بایت ولوشا اللہ لجمعهم علی الہدی
فلا یكون من الجہلین۔ (سورۃ النعام پارہ ۷)

ترجمہ:

اے نبی علیہ السلام اگر آپ پر ہر گراں ہے ان کا منہ پھیرنا اگر آپ سے ہوں گے کہ دھوڑ نکالیں کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاویں آپ ان کے پاس کوئی معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سومت ہوں آپ نادانوں میں۔

مولوی سرفراز صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اگر معجزات دکھانے پر قادر ہوتے تو چونکہ آپ کی خواہش تھی کہ کفار سارے مسلمان ہو جائیں تو پھر آپ ایسا کوئی نشان آسمانوں سے لے آتے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا جس کو دیکھ کر لوگ ایمان سے سرفراز ہونے پر مجبور ہو جاتے۔

سرفراز صاحب کی مغالطہ دہی کا جواب:

اہل سنت حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اختیارات عطائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات اور قدرت ذاتی ہے تو اللہ رب العزت کی مشیت میں جو امر نہ ہو تو نبی کریم علیہ السلام کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ اس امر کو موجود کر سکیں کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی قدرت عطائی ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ کی قدرت شامل حال نہ ہو تو عطائی قدرت موثر نہیں ہو سکتی جس طرح ہم بے شمار کاموں کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اللہ رب العزت کی قدرت شامل حال نہیں ہوتی تو ہم ان کاموں کو وقوع پذیر نہیں کر پاتے نبی کریم علیہ السلام کا مختار ہونا بایں معنی تو نہیں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہوں کہ اللہ رب العزت نہ بھی چاہے تو پھر بھی کسی کام کو کر سکیں ایسا عقیدہ رکھنا تو شرک ہے پھر خان صاحب نے اس پر جو یہ تفریع مرتب کی ہے اور اس کو امام سیوطی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ نبی

کریم علیہ السلام کسی معجزہ کے دکھانے پر بھی قادر نہیں ہیں یہ خواہ مخواہ ان کا دجل ہے کیونکہ اس آیت کریمہ سے اگر ثابت ہوتا ہے تو اس معین معجزے کو بھی نہ دکھانا ثابت ہوتا ہے لیکن کسی مخصوص معجزہ پر قدرت کی نفی سے تمام معجزات پر قدرت کی نفی لازم نہیں آتی جو سرفراز صاحب کا باطل مدعا ہے اسی دعویٰ پر خان صاحب نے جلالین کی عبارت پیش کی ہے۔

انك لا تستطيع ذلك فاصبر

اس عبارت کا تعلق ماقبل میں مذکور امر سے ہے اور خان صاحب نے اس عبارت کو ہر معجزہ پر منطبق کر دیا ہے یہ کہاں کی دیانتداری اور شرافت ہے یہ تو اس امر کا مصداق ہے۔

توجیه الکلام بمالا یرضی بہ قالہ

ایک اہم اشکال کا جواب:

اہلسنت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہیں تو اس آیت کریمہ سے تو اس امر کی نفی ثابت ہوگئی کیونکہ اگر نبی کریم علیہ السلام مختار کل ہوتے آپ علیہ السلام کو مذکورہ امر پر قدرت ہوتی سو اسی کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو جو مختار کل کہا جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کو اکثر امور کے بارے میں اختیار حاصل ہیں تو لاکھ کثیر حکم الکل کے تحت آپ کو مختار کل کہا جاتا ہے لہذا اہلسنت کے مذہب پر کوئی اشکال نہیں ہے فریق مخالف کو چاہیے کہ پہلے اہل حق کے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرے پھر اس پر اعتراض کرے۔

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور انوکھا استدلال:

خان صاحب آیت کریمہ۔

سبحان الذی اسری بعبدہ میلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تو خان صاحب کا اس آیت سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا معراج کرنا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے اور آپ کو اس معجزہ کے اندر کسی قسم کی قدرت حاصل نہیں تھی بلکہ صرف اللہ رب العزت کو ہی اس پر قدرت حاصل تھی۔

سرفرازی شبہ کا ازالہ:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے اندر کسی قسم کا کسب نہیں تھا تو کیا نبی کریم علیہ السلام جب براق پر سوار ہوئے تھے تو اپنے ارادے اور اختیار سے ہوئے تھے یا بغیر ارادے و اختیار سے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام نے جو مسجد اقصیٰ میں جماعت کرائی یہ آپ نے ارادے اور اختیار سے کرائی یا دیے ہی کرادی اسی طرح مسجد اقصیٰ میں نماز کے بعد انبیاء علیہم السلام نے جو اپنے خدا داد مراتب بیان کئے اور نبی کریم علیہ السلام نے ہی اپنی خدا داد شان کو بیان فرمایا تو کیا یہ سارے امور جو وقوع پذیر ہوئے ان میں انبیاء علیہ السلام کے کسب اور ارادے کو دخل نہیں تھا کیا وہ امور جو ان سے صادر ہوتے رہے اس طرح ہوتے جس طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہو اور جس طرح اس سے لکھنا صادر ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام پر اور آپ کی امت پر اللہ رب العزت نے پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور نبی کریم علیہ السلام نے نو بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دے کر پچاس کی پانچ کروادیں۔

تو کیا معاذ اللہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ آنا جانا اس طرح تھا جس طرح کہ ایک پتھر کا نیچے گرنا ہوتا ہے اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا مختلف انبیاء کو سلام کرنا کیا

یہ آپ ﷺ کے ارادے کے بغیر صادر ہوا تھا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا جنت کی سیر فرمانا اور جہنم کا ملاحظہ فرمانا یہ بھی تو واقعہ معراج کا حصہ ہے تو کیا سرکار علیہ السلام کے جنت کی سیر کرنا اور جہنم کی ملاحظہ فرمانا یہ آپ کے قصد اور ارادے کے بغیر واقع ہوا اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا مختلف گناہگاروں کو مختلف عذابوں میں مبتلا دیکھنا تو کیا ان امور کو ملاحظہ کرنے میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں تھا کیا نبی کریم علیہ السلام کو اس امر پر قدرت نہیں تھی اگر چاہتے تو ان امور کا مشاہدہ نہ کرتے کیا نبی کریم علیہ السلام ان چیزوں کو دیکھنے میں مجبور محض تھے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ کم از کم کوئی بات تو عقل کی کیا کریں۔

خان صاحب کا ابن کثیر کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب حافظ ابن کثیر کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کو معراج کرانے پر اس طرح کی قدرت حاصل ہے جس طرح کی کسی اور کو حاصل نہیں ہے اور خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی اس قدرت کا کون منکر ہے کہ وہ اپنے نبی کریم کو معراج کرا سکتا ہے جس امر کا کوئی منکر نہ ہو تو اس امر میں دلائل پیش کرنا گمراہی صاحب جیسے شیروں کا ہی کام ہے۔

خان صاحب کی ایک اور غیر متعلق بحث:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ معجزہ واقع نہیں ہوا ہے بلکہ اللہ رب العزت نے آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی معجزہ ہوتا ہے تو خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اہل سنت میں سے کس نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں معجزہ کا لفظ واقع ہوا ہے خان صاحب ایسی چیزوں پر حوالہ جات کیوں پیش کرتے ہیں جس کے اندر فریقین میں اختلاف کی کوئی نہیں ہوتا بلکہ متفق علیہ ہوتے ہیں۔

خان صاحب کا انشقاق قمر والے معجزہ سے غلط استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ (راہ ہدایت ص ۸۳)

ہم شق قمر والے معجزہ کو کتب حدیث سے نقل کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں اور خان صاحب کے غلط استدلال کی داد دیں صحیح بخاری اور مسلم شریف میں حدیث پاک ہے۔

ان اهل مكة سألوا رسول الله عليه السلام ان يريهم آية فآراهم القمر شقتين ترجمہ:

اہل مکہ نے نبی کریم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ فتح الباری اور تفسیر قرطبی کے اندر یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

ان فعلت قومون

تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے کسب سے ہی واقع ہوا کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اگر میں اس طرح کروں تو تم ایمان لے آؤ گے یہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس معجزہ کو صادر کرنے پر قادر تھے تو یہ حدیث پاک اس امر کی دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام معجزہ کے صادر کرنے میں با اختیار ہیں اور خان صاحب الٹا یہ ثابت کر رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا اس معجزہ کے صادر کرنے میں کوئی اختیار نہیں تھا۔

ہم اس مقام پر محدث کبیر علامہ مناوی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔ شاید تیرے دل میں اتر جائے میری بات علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

عرض النصف في خرائن السماء برذا الشمس بعد غروبها وشق القمر و رجم النجوم واختراق السماوات وحبس المطر وارساله ارسال الرياح وامساكها وتظليل الغمام وغير ذلك من الخوارق۔

(حاشیہ سراج منیر جلد ۱ ص ۴۶ فیض القدیر جلد ۱ ص ۱۳۸)

ترجمہ:

یعنی حضور ﷺ کو آسمانوں کے خزانوں میں تصرف ملا جیسے غروب شدہ سورج کو واپس پھیرنا چاند کو چیرنا رجم نجوم آسمانوں کو چیرنا بارش روکنا اور برساتا ہوا نہیں چلانا اور ان کا روکنا ابر کا سایہ کرنا اور اس کے علاوہ جو خوارق ہیں۔

نوٹ:

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ علامہ مناوی تو فرمائیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو چاند توڑنے کی قدرت حاصل ہے۔ بارش کے برساتنے کی یا روکنے کی بھی قدرت حاصل ہے اور ہواؤں کو چلانے کی اور روکنے کی بھی قدرت حاصل ہے۔ تو اب ہمارے لئے قابل عمل آپ کا فیصلہ ہے یا علامہ مناوی کا نیز یہ فرمائیں کہ علامہ مناوی حدیث رسول ﷺ کو بہتر سمجھتے ہیں یا آپ تو کیا علامہ مناوی نے اس طرح عبارتیں لکھ کر قارئین کو شرک میں مبتلا کیا۔ کیا اگر وہ آپ کے دور میں ہوتے تو کیا آپ ان کو گلدستہ توحید اور راہ ہدایت کے پڑھنے کی ترغیب دیتے کہ وہ شرک سے بچ جائیں۔ علامہ مناوی کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔

حدیث پاک اعطيت مفاتيح خرائن الارض کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

المراد خزان العالم ہا سرہ کہ نبی کریم علیہ السلام کو تمام جہان خزانوں کی چابیاں دیدی گئی ہیں اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ مناوی کے نزدیک آقائے نامدار علیہ السلام پوری کائنات میں متصرف ہیں۔ (فیض القدیر جلد اول ص ۵۶۳)

سرفراز صاحب کا حضرت آصف بن برخیا کے تصرف سے انکار: حضرت لکھتے ہیں کہ حضرت آصف بن برخیا جو تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا تھا وہ اصل میں اللہ رب العزت کا فعل تھا اور حضرت آصف کی طرف اس کے لانے کی نسبت مجازی ہے حضرت نے اس بات کو مفسرین کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ کسی ایک تفسیر کا بھی صریح حوالہ پیش نہیں کر سکتے جس میں صراحتاً لکھا ہوا ہو کہ یہ اسناد مجازی ہے اور حضرت آصف اس تخت کے لانے پر قادر نہیں تھے نیز حضرت اس امر پر غور کریں کہ جن جو دعویٰ کر رہا ہے کہ

انا اتیلت به قبل ان تقوم من مقامك

ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کروں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور میں اس پر طاقت رکھتا ہوں امانت دار ہوں۔ (ترجمہ بیان القرآن اشرف فعل تھانوی)

اب سرفراز صاحب یہ بتلائیں کہ جن جو دعویٰ کر رہا ہے کہ میں تخت لا کر حاضر کرتا ہوں اور میں اس پر قادر بھی ہوں کیا جن ابھی اسم اعظم جانتا تھا جس کی وجہ سے وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کیا سرفراز صاحب جن کو متصرف مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کے تصرفات کا انکار کرتے ہیں ان کو سرکش جن سے اتنی محبت کیوں ہے اور اللہ کے ولی سے اتنا بعض کیوں ہے نیز سلیمان علیہ السلام نے جو مطالبہ پیش کیا تھا اکیم یا تینی بعرشھا تو یہ مطالبہ انہوں نے اللہ رب العزت سے کیا تھا یا اپنے درباریوں سے کیا تھا؟

خان صاحب کی نظر سے یہ الفاظ نہیں گزرے یا بھلا الملاء اے الہ دربار نیز کم از کم خان صاحب اپنے تھانوی صاحب کا تفسیری نکتہ جو انہوں نے بیان القرآن میں لکھا ہے وہی دیکھ لیتے۔

تھانوی صاحب تفسیر بیان القرآن کے صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا مقصد جنوں کو سنانا اور دکھانا تھا کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں نیز تھانوی صاحب آیت کریمہ۔

قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیلت به قبل ان یوقد البیث طرفلت تھانوی صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر کھڑا کر سکتا ہوں نگھڑوی صاحب کم از کم اپنے اکابر کی تفاسیر کا تو مطالعہ کر لیا کریں تاکہ ان کو اس طرح کی صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے جو اہل سنت کے مواخذہ کے وقت ان کو پیش آتی ہے نیز دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی بھی اسی مقام پر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام یہ بتلانا چاہتے تھے کہ وہ نرے ظاہری بادشاہ ہی نہیں بلکہ مافوق الاسباب باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں نیز خان صاحب کم از کم سلیمان کے علیہ السلام کے الفاظ پر ہی غور کر لیے جو انہوں نے فرمایا اور درباریو کون ہے جو بقیس کا تخت میرے پاس لائے۔

تو ظاہر بات ہے وہ سمجھتے تھے کہ میرے دربار میں ایسے لوگ ہیں جو اتنی بڑی مسافت پر پڑے ہوئے تخت کو تھوڑی سی دیر میں پیش کرنے کی طاقت رکھتے ہوں تب ہی آپ نے یہ مطالبہ فرمایا نیز نگھڑوی صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے اسم اعظم پڑھ کے تخت منگوا یا تھا لہذا ان کو خود لانے پر قدرت نہیں تھی حضرت یہ بتلائیں کہ ان کو خود لانے پر قدرت نہیں تھی تو انہوں نے یہ اعلان کیوں کیا۔

انا ابلیث بہ قبل ان یرتد الیث طرفت

کیا خان صاحب میرے اگر کوئی مطالبہ کرے کہ تم اتنی بڑی مسافت میں پڑے ہوئے تخت کو جلد از جلد پیش کریں تو کیا وہ یہ دعویٰ کریں گے کہ میں پتک جھپکنے سے پہلے لاسکتا ہوں جیسا کہ حضرت آصف نے دعویٰ فرمایا۔

نیز ایک قابل غور امر یہ ہے کہ خان صاحب اسم اعظم پڑھ کر لانے کو ان کے اختیار کی نفی کی دلیل سمجھتے ہیں جبکہ ان کے حکیم الامت تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت آصف نے کہا کہ میں قوت معجزہ سے لاؤں گا اور آپ نے اسم اعظم کے ذریعے تخت منگوا لیا تو تھانوی صاحب اسم اعظم کے ذریعے لانے کو بھی ان کی قدرت کی دلیل سمجھتے ہیں جیسا کہ تھانوی صاحب کا پہلے ایک حوالہ گزرا کہ سلیمان علیہ السلام جنوں کو دکھانا چاہتے تھے کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں تو کیا تھانوی صاحب اپنے نظریہ میں سچے ہیں یا خان صاحب سچے ہیں نیز خان صاحب کے پسندیدہ مفسر علامہ آلوسی اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ حضرت آصف نے تصرف کر کے تخت کو ملک سہا میں معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس موجود کر دیا۔ نیز خان صاحب اس سلسلے میں تفسیر ابو سعود روح المعانی اور دیگر تفاسیر کا مطالعہ کریں اگر ان تفاسیر کو دیکھنے کی فرصت نہیں ہے تو کم از کم اپنے تھانوی صاحب کی بیان القرآن ہی دیکھ لیں۔

خان صاحب کا شاہ ولی اللہ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب شاہ ولی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جاننا چاہیے کہ مردوں سے یہ جانتے ہوئے حاجتیں طلب کرنا کہ وہ حاجات کے پورا ہونے کا محض

سب ہیں خالص کفر ہے اور اس کو یہ کلمہ شہادت حرام قرار دیتا ہے اور اس زمانہ میں بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ (الکثیر الکثیر ص ۱۱۰۵)

خان صاحب کہتے ہیں کہ مردوں سے حاجت طلب کرنا اور محض ان کو سب سمجھ کر حضرت شاہ صاحب کے نزدیک کفر ہے تو جب سب سمجھ کر ان کے حاجات طلب کرنا کفر ہے تو خود ان کو موثر سمجھ کر حاجات طلب کرنا کیونکہ کفر نہ ہوگا۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے جو خان صاحب نے بات لکھی ہے ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی نہیں ہے کسی دیوبندی وہابی کا الحاق ہے کیونکہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو کوئی حاجت درپیش ہو تو ایک سو گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شفاء اللہ پڑھے تو اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ جو عبارت آپ نے شاہ صاحب کی طرف منسوب کی ہے اگر اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو معاذ اللہ خود شاہ صاحب پر فتویٰ کفر لاگو ہو جائے گا نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی اس کتاب الانتباہ میں فرماتے ہیں کہ وہ ان کے گیارہ مشائخ حدیث جواہر خسرہ کو بطور وظیفہ پڑھا کرتے تھے اور جواہر خسرہ کے صفحہ ۲۸۱ پر یہ شعر موجود ہے۔

ناد علیا مظہر العجائب تجددہ عوناً للث فی النوائب

کل ہم وغم مسیحلی بولا بثلث یا علی

تو پھر خان صاحب کا کیا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب یہ وظیفہ پڑھ کر کافر ہو گئے یا مسلمان رہے۔ اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”مجمعات“

کے صفحہ ۳۳ پر لکھتے بازو اح طیبہ مشائخ متوجہ شود وانجذاب دریوزہ کند۔
مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ اور ان کی قبروں کی زیارت کرے اور
ان سے جذب کی بھیک مانگے اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۶۱ پر حضرت شاہ صاحب
لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ درقبر خود مثل احیا تصرف فی
کند۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ زندوں کی طرح تصرف فرما رہے ہے اسی طرح
حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ پر ارشاد فرماتے ہیں ایں
فقرچوں بعالم ارواح متوجہ شد آنجا چند طبقہ یافت۔ طبقہ ملا اعلیٰ و راجا ملائکہ علویہ
مدبرہ رایافت چوں جبرئیل و میکائیل و بعض نفوس بنی آدم رایافت کہ ہایشاں لاحق شدہ
اندوہم رنگ ایشان گشت۔

ترجمہ:

یہ فقیر جب عالم ارواح کے اندر متوجہ ہوا تو وہاں چند طبقات پائے ایک ملا
علی کا طبقہ پایا اور اسی جگہ بلند مرتبہ ملائکہ کو پایا جو کائنات کا نظام چلاتے ہیں مثل
جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کے اور بعض بنی آدم کے نفوس کو پایا کہ ملائکہ
کے ساتھ لاحق ہو چکے تھے اور ان جیسی صفات سے متصف ہو چکے تھے یعنی جس طرح
ملائکہ کائنات کا نظام چلاتے ہیں وہ نفوس قدسیہ بھی کائنات کے مدبرین میں سے تھے
اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۸۲ اور ۸۳ پر لکھتے ہیں حضرت غوث اعظم ظاہر بات ہے
غوث کا معنی ہوتا ہے فریاد کو پہنچنے والا نیز حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب
انفاس العارفین میں لکھتے ہیں کہ میرے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہ
الرحمۃ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ رہے تھے اور فرمایا

کہ جز یاد دوست بھر چہ کی عمر ضائع است
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطلالت است

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے
چوتھا مصرعہ بھول گیا ایک بزرگ نورانی شکل میں ظاہر ہوئے انہوں نے مجھے وہ مصرعہ
یاد دلایا حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ فرمایا کہ میں نے ان کو پان کی پیشکش کی تو
وہ مسکرائے اور فرمایا کیا یاد دلانے کی اجرت ہے پھر وہ تیزی کے ساتھ چلے ایک
پاؤں اٹھایا اور گئی کے آخر میں پہنچ گئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو پکارا
کہ اپنے نام پر تو مطلع کر دو تا کہ فاتحہ تو پڑھ سکوں تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ سعدی
میں ہی ہوں۔ (انفاس العارفین ص ۴۰ قاری۔ اردو ص ۱۰۰)

اب سرفراز صاحب اپنے نظریہ پر غور کریں ان کا نظریہ یہ ہے کہ فوت شدہ
لوگوں کو مددگار سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ وہ حاجات پوری کر سکتے ہیں یہ عقیدہ شرکیہ عقیدہ
ہے اب حضرت شاہ صاحب نے جو واقعہ نقل فرمایا ہے کیا خان صاحب کے نزدیک
انہوں نے یہ کفریہ واقعہ نقل فرمایا؟

لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ ایسی بہتان طرازی سے توبہ کریں کیونکہ اگر
کسی فوت شدہ کا مدد کرنا شرک ہوتا اور حضرت شاہ صاحب کا بھی یہی نظریہ ہوتا تو ہر
گز اس واقعہ کو اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتے اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی
کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض نفوس انسانہ ملا اعلیٰ کا قرب
حاصل کر لیتے ہیں اور ان میں شامل ہو کر خلق خدا کی مدد کرتی ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو حجتہ
اللہ علی البالغہ جلد اول ص ۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۱۱۱۔

حضرت شاہ صاحب اپنی کتاب اطیب النغم میں ارشاد فرماتے ہیں۔ صلی اللہ
علیک یا خیر خلقہ و یا خیر مامول و یا خیر و اہب صلوٰۃ بھیجے اے بہترین

خلاق آپ پر اللہ تعالیٰ کیونکہ بہترین امید گاہ اور بہترین داتا ہو۔ اسی قصیدہ میں مزید لکھتے ہیں۔

وبأخیر من یرجی لکشف رزیه

ومن حوہ قد فاق جود المسحاب

اے وہ کریم کہ مصائب دور کرنے میں بہترین امید گاہ ہو اور جن کا جود و نوال برستے بادلوں پر خائف ہے۔ اس کے بعد مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

فاشهد ان اللہ راحم خلقہ

واللک مفتاح لکنز المواہب

پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے اور تم عطاؤں کے خزانے کی کھنچی ہو۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

وافت مجیری من هجوم ملہمہ

اذ الشبت فی القلب شر المعالہ

اور تم مجھے پناہ دینے والے ہو نازل ہونے والے مصائب هجوم میں جب دل میں وہ بدترین پہنچے گاڑیں۔ مزید فرماتے ہیں۔

فما انا اخشی ازمة مدلہمہ

ولانا من رب الزمان براہب

تو بھی نازل ہونے والی مصیبت سے خوف نہیں کھاتا اور نہ خواہش زمانہ سے ڈرتا

ہوں۔

فانی منکم فی قلاع حصینہ

وحد حدید من سیوف المحلوب

کیونکہ میں تمہاری بدولت محفوظ قلعوں میں ہوں۔ اور جنگجوؤں کی تلواروں

اے اپنی دیوار کی اوٹ میں ہوں۔

رسول اللہ یا خیر البرایا

توالک ابتغی یوم القضاء

اے رسول خدا! اے بہترین خلاق میں روز قیامت آہی کے جو درنوں کا طالب ہوں مزید فرماتے ہیں۔

اذما حل خطب مدلہم

فالت الحصن من کل البلاء

جب کوئی تاریک مصیبت نازل ہو ہر بلا سے پناہ کا قلعہ آپ ہی ہیں مزید لکھتے ہیں

الیک توجہی ویک استنادی

وفیک مطامعی ویک ارتجالی

میری توجہ آپ ہی کی طرف ہے اور آپ ہی میرا سہارا ہیں اور تم ہی سے طمع ہے اور تم ہی سے امید ہے اسی طرح کے اور بھی کئی اشعار ہیں لیکن اختصار کی ذکر نہیں کر رہے قارئین خود قصیدہ شریف کا مطالعہ فرمائیں۔

اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ تو شاہ صاحب کے ذمہ یہ لگا رہے تھے کہ ان کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ سے حاجت طلب کرنا یا حاجت پورا کرنے میں اس کو سب سمجھنا یہ کفر ہے اور شرک ہے اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو نبی کریم علیہ السلام سے استفاہ کیا ہے تو کیا حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس امر کا ارتکاب کرنے کے بعد مسلمان رہے یا مشرک ہو گئے۔

خان صاحب نے اپنی اسی کتاب راہ ہدایت میں حضرت شاہ صاحب کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ بزرگان دین کو حوائج کے پورا کرنے سے سبب سمجھ بھی مدد

مانگنا شرک ہے اب حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کیا فرمائیں گے کیا معاذ اللہ انہوں نے اپنے آپ کو کافر قرار دے دیا۔

اسی سلسلے میں ہم شاہ صاحب کی ایک اور کتاب فیوض الحرمین کا حوالہ پیش کرتے ہیں ہم اختصار کی خاطر اردو ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہیں جس وقت آپ متوجہ ہوتے ہیں خلق کی طرف تو نہایت قریب ہوتے ہیں تاکہ انسان اپنی کوشش و ہمت سے عرض کرے اور آپ فریاد رسی کریں اس کی مصیبت میں یا اس کو برکتیں افزائے فرمائیں۔

(فیوض الحرمین ص ۳۰)

اسی طرح انفاس العارفین کے صفحہ ۳۱ پر مرقوم ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ کو اپنی داڑھی مبارک کے تین بال عطا فرماتے اور ان بالوں پر ابر سایہ کرتا تھا۔

اسی طرح لکھتے ہیں کہ میرے والد گرامی بیمار ہو گئے تو سرکار علیہ السلام تشریف لائے اور ان کو گلے لگایا تو ان کی علالت دور ہو گئی۔

اسی طرح کتاب درشین میں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کئی واقعات لکھے ہیں جن میں انہوں نے حضور علیہ السلام سے اپنی مشکلات کا حل طلب کیا اور سرکار علیہ السلام نے ان کی مشکلات کو حل فرمایا۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ خود اصل کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور مذہب حق اہل سنت کی حقانیت کی داد دیں۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ایمان افروز اور باطل سوز ارشاد

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

اشتغل حولاً باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لہم لمة خیر
باین ادم دربما اشتاق بعضهم الی صورة جسدیة اشتیاقاً شدیداً الی ان قال

والیہ اشارة فی قوله تعالی ولا تحسین الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتہم اللہ من فضلہ۔

(حجۃ اللہ علی الباقیہ جلد اول ص ۷۵)

ترجمہ:

یہ لوگ کلمۃ اللہ اور اسلام کو سر بلند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لشکروں اور مجاہدین اسلام کی امداد و اعانت میں مصروف ہو جاتے ہیں اور کبھی انسان کے دل میں نیکی کا انشاء کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں رزق رہے جاتے ہیں دراصل حالیکہ خوش ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا تو حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت فوت شدہ بزرگان کے بارے میں ہے کیونکہ اسی عبارت کے شروع میں شاہ صاحب نے فرمایا اذ مات الانسان اور خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کیا فرماتے ہیں اور آپ ان کی طرف کیا منسوب کرتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ہمعات کے صفحہ ۶۹ پر ارشاد فرماتے ہیں ازیں جااست تصرفات ایشان از قبیل ہمت بستن و دفع مرض و دیگر خوارق ایشان۔

ترجمہ:

نقشبندی حضرات کے تصرفات میں سے یہ امر بھی ہے کہ کس کے ارادے کو ختم کر دینا کس کی مرض کو دور کر دینا اس کے علاوہ دیگر خوارق عادات امور۔

تو خان صاحب کہتے ہیں کسی فوت شدہ بزرگ کو سبب سمجھ کر بھی اس سے

مدد طلب کرنا کفر ہے اور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بزرگان دین امراض بھی دور کر دیتے ہیں دیگر مشکلات بھی حل کر دیتے ہیں اب خان صاحب حضرت شاہ صاحب کے بارے میں کیا کہیں گے کہ یہ بات کہہ کر وہ مسلمان رہے یا بریلویوں کی طرح مشرک ہو گئے۔

نوٹ:

ممکن ہے خان صاحب کہیں کہ حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارت زندہ بزرگوں کیلئے ہے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ جو امر شرک ہو اس میں زندہ یا مردہ کا فرق نہیں کیا جاسکتا جب خان صاحب کے نزدیک کسی کو مشکل کشا سمجھنا اس کو خدا سمجھنے کے مترادف ہے تو پھر کیا کسی زندہ کو خدا سمجھا جاسکتا ہے اس لئے خان صاحب کو چاہیے کہ حضرت شاہ صاحب کی کتابوں کا بغور مطالعہ کریں بالخصوص انفاہ الس العارفین، درشمن، ہمعات وغیرہ کا مطالعہ کریں

ان کو سینکڑوں اس طرح کے حوالہ جات مل جائیں گے جن سے مسلک اہل سنت کی پرزور تائید ہوتی ہے اور مذہب وہابیہ کی پرزور تردید ہوتی ہے ہم نے اختصار کی خاطر بطور مشتم نمونہ از خردارے چند ایک حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ تشنہ بمیرہ مستقی و دریا بچناں باقی

اور ملاحظہ ہو۔

اند کے غم دل باتو کفتم و ترسیدم کہ آرزوہ افشوی ورنہ غن بسیار است

سرفراز صاحب کا اسمعیل دھلوی پر فتویٰ کفر:

مولوی اسماعیل صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ سید احمد بریلوی کو چشتی سلسلے کی ولایت اس طرح نصیب ہوئی کہ انہوں نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر

مراقبہ کیا اور اس طرح ان کو چشتی سلسلے کی ولایت نصیب ہو گئی۔

(صراط مستقیم ص ۱۳۶) (اردو)

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ کسی فوت شدہ بزرگ سے حاجات طلب کرنا سبب سمجھ کر ہی کیوں نہ ہو کفر ہے اب خان صاحب اپنے امام اسماعیل دھلوی کے بارے میں کیا کہیں گے اس نے یہ کفر یہ واقعہ بیان کیا ہے یا اس کے مرشد سید احمد بریلوی کے بارے میں کیا کہیں گے کہ اس نے حضرت خواجہ صاحب کے مزار پر چاکر شرک کا ارتکاب کیا اسی صراط مستقیم میں مرقوم ہے کہ حضور غوث رضی اللہ عنہ نے اور شاہ نقشبند علیہ الرحمۃ نے پرزور تاثیر کر کے سید احمد بریلوی کو قادری اور نقشبندی بنادیا۔ اسی طرح مخزن احمدی ص ۹۹ پر مرقوم ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر محمد علی حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بھوک کی وجہ سے لاچار ہوں کوئی چیز کھانے کو عطا فرمائی جائے تو اس کو انگور کے دو خوشے نصیب ہوئے اور اس کی بھوک والی مشکل حل ہو گئی۔

اب خان صاحب ہی ارشاد فرمائیں کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ کسی فوت شدہ بزرگ سے طلب حاجت کفر ہے تو کیا یہ فتویٰ کفر صرف بریلوی حضرات کے لئے ہی ہے یا سید محمد علی کو بھی اسی سے کچھ حصہ پہنچے گا۔

خان صاحب کا متعارض کلام:

سرفراز صاحب اپنی کتاب تسکین الصدر میں لکھا ہے کہ حضرت بلال بن حارث نبی کریم علیہ السلام کے روزہ اقدس پر حاضر ہوئے اور آپ سے بارش کیلئے دعا کی اور عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ رب العزت بارش عطا فرمائے اس کے خان صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام سے اور دیگر بزرگان

دین سے یہ گزارش کرنا کہ اللہ رب العزت سے دعا کرنا کہ ہماری حاجت پوری ہو جائے یہ دعا کرنا جائز ہے اور حضرت نے اس سلسلے میں فقہاء کے حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں کہ حضرات شیخین سے بھی اپنی شفاعت کیلئے عرض کرنا جائز ہے تو ایک کتاب میں حضرت نے اپنا یہ نظریہ بیان کیا ہے اور اپنی اسی کتاب راہ ہدایت میں بطور سبب کے بھی بزرگان دین سے حاجت روائی کی درخواست کرنا کفر قرار دے دیا حضرت کو یہ تو خیال رکھنا چاہیے کہ ایک کتاب میں کیا لکھ چکا ہوں اور دوسری میں کیا لکھ رہا ہوں۔

سرفراز صاحب کا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی عبارت سے استدلال:

خان صاحب شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب شریک عقائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت ثابت کرنا مثلاً علم غیب اور ہر ایک کی ہر جگہ فریاد سننا اور تمام مقدمات پر قدرت ثابت کرنا۔ (تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۲)

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب نے یہ جو عبارت پیش کی ہے اس میں علم غیب سے مراد ذاتی علم ہے اسی طرح قدرت سے مراد بھی ذاتی قدرت ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مشابہ ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اپنے نور نبوت کے ذریعے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ اس کے دین و ایمان کی کیا کیفیت ہے اور اس کی ترقی میں کون کونسی چیزیں

رکاوٹ ہیں بس نبی کریم علیہ السلام اپنی امت کے اچھے اعمال کو بھی جانتے ہیں برے اعمال کو بھی جانتے ہیں اور اپنی امت کے اخلاص کو بھی پہچانتے ہیں نفاق کو بھی جانتے ہیں اسی وجہ سے سرکار علیہ السلام کی گواہی امت کے حق میں قبول ہے۔

(تفسیر عزیزی جلد اول ص ۵۱۲)

اگر شاہ صاحب کی پہلی عبارت جو خان صاحب نے پیش کی ہے اس کا وہ مطلب لیا جائے جو خان صاحب باور کرانا چاہتے ہیں تو پھر شاہ صاحب کی اس منقول عبارت کا کیا مطلب ہوگا کیوں کہ اس عبارت میں شاہ صاحب نے صاف طور پر نبی کریم علیہ السلام کیلئے علم غیب ثابت کیا ہے اسی طرح شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی کے پارہ نمبر ۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ غیب کی دو قسمیں ہیں عیب مطلق غیب اضافی تو غیب مطلق سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں ہر روز نئے پیش آنے والے واقعات کا علم اور قیامت کے بارے میں علم تو یہ اللہ تعالیٰ کے خاص عیوب میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص عیوب میں سے بعض عیوب پر اپنے انبیاء کو مطلع فرماتا ہے اور اسی مقام پر مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب پر تسلط عطا فرماتا ہے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء کرام سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا بطور تواتر منقول ہے۔

اب خان صاحب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ لوح محفوظ میں کیا کچھ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ہر خشک و تر چیز لوح محفوظ میں موجود ہے۔ (سورہ النعام پارہ ۴) اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہر چھوٹی بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہے۔

(پارہ ۲۷ سورہ القمر)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہم نے ہر چیز لوح محفوظ میں بیان کی دی ہے۔

(پارہ ۲۲ سورہ یس)

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ہر چیز جو زمین و آسمان میں غائب ہے وہ لوح محفوظ پر موجود ہے سورہ النحل پارہ ۲۰ تو اب خان صاحب اندازہ لگائیں کہ حضرت شاہ کا اولیاء کرام کے علم کے بارے میں کیا نظریہ ہے اور خان صاحب انبیاء کیلئے علم غیب کے عقیدے کو کفر قرار دے رہے ہیں اسی طرح حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ سورۃ تکویر کی تفسیر میں آیت کریمہ۔

وما هو علی الغیب بضنین

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم علوم غیبیہ پر بکل ظاہر کرنے والا نہیں ہے اب خان صاحب خیال کریں اور اس امر پر غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا الرحمن علم القرآن تو جب قرآن پاک میں تمام امور غیبیہ موجود اور نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا علم عطا فرمایا تو یہ امر اظہر من الشمس ہو گیا کہ نبی کریم علیہ السلام کو علم غیب حاصل ہے اسی طرح شاہ صاحب آیت کریمہ والضحی واللیل ادا بھیجی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام پر عالم غیب کے اندر تمام چھپی ہوئی چیزیں اللہ رب العزت نے ظاہر کر دیں۔

تصرفات کے بارے شاہ صاحب کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی سورۃ النازعات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ فالمدبرات امرا سے مراد بزرگان دین اور اولیاء کرام کی ارواح ہیں جو کائنات کا نظام چلاتی ہیں اس تفسیر میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ بعض اعلیٰ درجے کے اولیاء عظام جنہوں نے اپنے آپ کو لوگوں کی راہنمائی اور تکمیل کے لئے وقف کیا ہوا تھا دنیا سے انتقال فرمانے کے بعد بھی ان کو دنیا میں تصرف عطا کیا جاتا ہے اور برزخی امور میں اس کا مصروف ہونا دنیاوی امور کی طرف ان کی توجہ سے

رکاوٹ نہیں بنتا پر اویسی سلسلے کے بزرگ ان سے کمالات باطنی کی تحصیل کرتے ہیں اور ارباب حاجات اور مشکلات ان سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور وہ بزرگ فوت ہونے کے باوجود ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں گویا وہ زبان حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں من آیم بجاں گر تو آئی تن اگر تو جسم کے ساتھ میری طرف آئے گا میں اپنی روح سے تیری طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب فتاویٰ عزیزیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام کو کائنات میں تصرف حاصل ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۴۱)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ غوث پاک اور دیگر چند مشائخ اپنی قبور میں اسی طرح متصرف ہیں جس طرح دنیاوی زندگی میں متصرف تھے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۶۲)

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ تحفہ اثناء عشریہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت بلکہ تمام امت حضرت علی پاک اور آپ کی اولاد و امجاد کو پیروں مرشدوں کی طرح سمجھتے ہیں اور کائنات کے امور ان سے وابستہ جانتے ہیں۔

(تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۳۲)

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور ارشاد:

حضرت شاہ صاحب تفسیر عزیزی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے اس کو زمین و آسمان پر مکمل بادشاہی اور تصرف عطا فرما دیتا ہے زیر آیت الی جاعل فی الذی فی خلیفہ خان صاحب نے بھی تفسیر عزیزی پارہ اول صفحہ ۵۲ کا حوالہ پیش کیا ہے لیکن خان صاحب کو اسی جملہ اور اس بارے میں ہماری پیش کردہ

عبارت نظر نہیں آسکی کاش خان صاحب اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے شاہ علیہ الرحمۃ اسی تفسیر عزیزی کے پارہ تیس میں سورۃ اقرار کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک نان ہائی کو اس کے مطالبے کے مطابق اپنے جیسا بنا دیا۔

شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کا ایک اور فرمان:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اپنی کتاب بستان المحدثین میں ایک بزرگ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت زروق فاسی ایسے بزرگ تھے جو شریف طریقت اور حقیقت کے جامع تھے اور علوم ظاہری اور علوم باطنی کے امام تھے پھر اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے ان کے دو اشعار نقل کیے ہیں اور شاہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ان کا ایک قصیدہ ہے جو قصیدہ غوثیہ کی طرز پر ہے۔ ان کے جو دو اشعار شاہ صاحب نے نقل کیے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

انا لم یبدی جامع لشماتہ اذا ما سطاجور الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ فنادیہا زروق انت بسرۃ

میں اپنے مریدوں کی ہر پریشانیوں کو دور کرنے والا ہوں جب زمانہ اپنی سختیوں سے اس پر حملہ آور ہو جائے اگر تو کسی مصیبت میں ہو یا تنگی میں ہو پریشانی میں ہو تو یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً تیری مدد کو پہنچ جاؤں گا۔

تو خان صاحب کو چاہیے کہ شاہ صاحب کی ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھیں اور اپنے اس نظریہ پر نظر ثانی کریں کہ انبیاء کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا اور تصرفات کا نظریہ رکھنا شرک اور کفر ہے کیونکہ یہ امور کفر اور شرک ہوں تو شاہ صاحب کی منقولہ بالا عبارتوں کی رو سے معاذ اللہ شاہ صاحب مشرک ثابت ہو جائیں گے لہذا شاہ صاحب کی عبارت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے پہلے عرض کیا کہ انبیاء علیہم السلام

کیلئے ذاتی علم غیب کا تسلیم کرنا اور ذاتی قدرت سے تعریف تسلیم کرنا یہ شرک ہے کیونکہ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کسی مخلوق میں ثابت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی طور پر علم غیب جانتا ہے اور اس کی قدرت بھی ذاتی ہے نیز شاہ صاحب کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوازم الوہیت انبیاء کیلئے ثابت کرنا شرک ہے اور لازم الوہیت میں سے ذاتی علم غیب اور ذاتی قدرت ہے نہ کہ عطائی علم غیب اور عطائی قدرت ہے۔

خان صاحب کا قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب ارشاد الطاہرین کے حوالے سے لکھتے ہیں اگر کوئی کہے کہ خدا رسول اس بات پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے رزق پہنچانے اور اولاد دینے بلا دور کرنے مرض سے شفاء بخشے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔

خان صاحب کا یہ عبارت نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ علم غیب کا عقیدہ رکھنا یہ کفر یہ عقیدہ ہے ہم قاضی ثناء اللہ صاحب کی عبارات سے علم غیب ثابت کریں گے۔ حضرت قاضی صاحب تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کتابیات کو جانتے ہیں اور آیت کریمہ

وما یعلم قلوبہ الا اللہ

میں حصر اضافی ہے۔ جس طرح آیت کریمہ

قل لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الا اللہ

میں حصر اضافی ہے۔ اسی طرح قاضی صاحب

علمت ما لم تکن تعلم

کی تفسیر میں لکھتے ہیں

من الاسرار والمغیبات

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کو تمام اسرار اور غیب کی باتیں بتا دیں اسی طرح قاضی صاحب علیہ الرحمۃ علمہ البیان کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کو قرآن پاک سکھایا جس میں تمام

ماکان وما یکون

کا ازل سے لے کر ابد تک بیان ہے اسی طرح قاضی صاحب آیت کریمہ

علم الانسان ما لم يعلم

کے تحت فرماتے ہیں کہ یہاں انسان سے مراد نبی کریم علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام

ماکان وما یکون

کا علم عطا کر دیا ہے اسی واسطے قاضی صاحب نے یہ شعر نقل کیا ہے۔

فان من جو دلک الدنيا وضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم

اسی طرح قاضی صاحب آیت کریمہ

یسئلونک عن الروح

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب ولی کی شان یہ ہے کہ

كنت سمعه الذی یسمع به ویصره الذی یبصر به

تو جب ان سے بھی روح کا علم مخفی نہیں رہ سکتا تو سید الکونین ﷺ سے کیسے روح کا علم مخفی رہ سکتا ہے اسی طرح قاضی صاحب

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے بغیر کوئی علم

غیب نہیں جان سکتا جو بھی جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے جتنا نے سے ہی جانتا ہے۔
اسی طرح آیت کریمہ

ثم ان علینا بیانہ

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو حکمت اور مشابہات کا علم عطا فرمائے یعنی اسی کے ذمہ کرم پر ہے

خان صاحب نے جو قاضی صاحب کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش

کی ہے کہ اولیا کو مشکل کشا سمجھنا شرک ہے۔ قاضی صاحب تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ولیوں کی روحوں کو ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ زمین آسمان میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں دوستوں کی مدد کرتے ہیں دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور بہت سارے اولیاء سے ابواب منقول ہے کہ وہ دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں لہذا قاضی صاحب کی ان صریح عبارات کے ہوتے ہوئے حسن ظن یہی ہے کہ خان صاحب نے جو ارشاد الطالین کی عبارت پیش کی ہے وہ الحاقی عبارت ہے۔

نوٹ:

خان صاحب نے ارشاد الطالین کی ایک اور عبارت پیش کی ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ کہنا شرک ہے۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

ہم پچھلے اوراق میں نقل کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ارشاد فرمایا کہ حاجات پوری کرنے کیلئے ایک سو گیارہ باریا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ پڑھنا چاہیے اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب قاضی صاحب کے

استاد ہیں کیا قاضی صاحب نے اپنے استاد صاحب کو مشرک قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح فتاویٰ خیر یہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ پر ہے کہ بہت سارے بزرگان دین یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیانہ پڑھا کرتے تھے اس میں حضور غوث پاک سے اللہ تعالیٰ کے واسطے سے کوئی چیز طلب کی جارہی ہے اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ علامہ خیر الدین رملی جو بلند پایہ فقیہ تھے اور صاحب درمختار کے استاد تھے کیا وہ مشرک تھے نیز خان صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ یہ وظیفہ مشرکانہ وظیفہ ہے لیکن ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اور امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ سلیم اللہم اور صحیح العقیدہ کیلئے یہ وظیفہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح کی ایک عبارت فیض الباری کے اندر بھی موجود ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۳ ص ۱۹۴)

اب سرفراز صاحب سے سوال یہ ہے کہ آپ اس وظیفہ کو مشرکانہ کہتے ہیں جبکہ ان کے حکیم الامت اور ابن حجر مانی انور شاہ کشمیری اس کو جائز قرار دیتے ہیں نیز تھانوی صاحب کے یہ الفاظ قابل غور ہیں کہ سلیم اللہم کیلئے یہ وظیفہ پڑھا جائز ہے خان صاحب یہ بتلائیں کہ وہ سلیم اللہم ہیں یا نہیں اگر سلیم اللہم ہیں تو ان کو بھی یہ وظیفہ پڑھنا چاہیے اور اس کو مشرک کہنے سے باز آ جانا چاہیے اور اگر سلیم اللہم نہیں ہیں تو بے شک نہ پڑھیں لیکن اہل سنت کو تو منع نہ کریں وہ تو بحمدہ تعالیٰ سلیم اللہم ہیں۔ ہم خان صاحب کو گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ شعر پڑھیں۔

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغ ہائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

مذکورہ بالا شعر خان صاحب کے مقتضائے حال کے مطابق ہے اور خان صاحب کو ہم یہ بھی گزارش کرتے ہیں کہ ہم تو اپنے پرانے نظریے پر قائم ہیں ہمارے مسلک کے اندر اس طرح کی بھانت بھانت کی بولیاں نہیں ہیں کہ ایک عالم ایک چیز

کو شرک قرار دے اور دوسرا عالم اس کو جائز قرار دے دے ہمارے حال کے مطابق یہ شعر ہے جو خان صاحب نے خود اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر نقل کیا ہے۔ وہ تیری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکٹڑ گئے
یہ میری جبین نیاز تھی کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

خان صاحب کی ایک شکایت کا ازالہ:

خان صاحب نے شکایت کی ہے اہل سنت حضرات ہمیں چڑانے کیلئے بار بار یہ شرکیہ اشعار پڑھتے ہیں۔

امداد کن امداد کن از رخ غم آزاد کن
دردین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر

خان صاحب کی اس شکایت کا ازالہ کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں قاسم نانوتوی صاحب بانی دیوبند لکھتے ہیں۔

کہ مدد کرائے کرم احمدی

کہ نہیں تیرے سوا قاسم بے کس کا کوئی حامی کا
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے

کون بنے گا تیرے سوا میرا غم خوار

اب خان صاحب یہ بتلائیں کہ نبی کریم علیہ السلام بھی غیر اللہ ہیں حضور غوث پاک بھی غیر اللہ ہیں اگر سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں استغاثہ کرنا شرک نہیں تو پھر حضور غوث پاک سے استغاثہ کرنا بھی شرک نہیں ہے کیا شرکیہ شعر لکھنے جائز ہیں اور پڑھنے حرام ہیں نیز خان صاحب اگر اپنے قطب عالم رشید احمد گنگوہی کا فتاویٰ رشیدیہ دیکھ لیتے جس میں گنگوہی صاحب کہتے ہیں اگر کوئی شیخ عبدالقادر جیلانی سے

مدد طلب کرے اور یہ سمجھے کہ غوث پاک اپنی ذاتی قوت سے نہیں بلکہ اللہ کے اذن سے اور اس کے اطلاع دینے سے میری حاجت پر مطلع ہو جائیں گے اور میری حاجت برآری کر دیں گے تو یہ شرک نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۵۲)

گنگوہی کا اپنے بارے میں اعلان:

گنگوہی کہتا ہے کہ سن لو حق وہی ہے جو میرے منہ سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں مگر نجات موقوف ہے میری اتباع پر۔ (تذکرہ الرشید ص ۳)

سرفراز صاحب کو چاہیے کہ جب وہ اس طرح کے شعر میں امداد کن امداد کن الخ تو گنگوہی صاحب کا تذکرہ الرشید والا فرمان احمد اور فتاویٰ رشیدیہ والا فتویٰ جو ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے گنگوہی صاحب کے یہ دونوں اقوال ذہن میں رکھا کریں انشاء اللہ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

سرفراز صاحب کا معجزات کے غیر اختیاری ہونے پر احادیث سے استدلال:

مولوی سرفراز صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے اور یہ فرماتے رہے کہ اے پتھر میرے کپڑے دے لیکن پتھر نے ان کی کوئی بات نہ سنی اور کپڑے لیکر مجمع کے سامنے چلا گیا تو سرفراز صاحب کا استدلال اس امر سے ہے کہ اگر یہ معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے بس اور اختیار سے صادر ہوتا تو پھر پتھر آپ کے کہنے پر رک جاتا۔

سرفراز صاحب کا جواب:

مولوی سرفراز صاحب کا اس حدیث سے استدلال کرنا ان کے عقلی افلاس کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اہل سنت کا یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام معجزات کے صدور میں اس طرح با اختیار ہیں کہ اللہ رب العزت کی مشیت نہ بھی ہو تو پھر بھی معجزہ ظاہر کر دیتے ہیں چونکہ اللہ رب العزت کو یہاں یہ دکھانا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے اندر کسی قسم کا کوئی جسمانی عیب نہیں ہے اور جس چیز کا انہوں نے الزام لگایا تھا کہ ان کے اندام نہانی میں کوئی نقص ہے تو ظاہر بات ہے ان کو بغیر دیکھے کے تسلی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اللہ رب العزت کا حکم یہی تھا کہ وہ کپڑے لے کر مجمع کے سامنے چلا جائے تاکہ موسیٰ علیہ السلام بھی اس پتھر کے پیچھے چلتے ہوئے اس مجمع کے سامنے پہنچ جائیں تاکہ ان کو عین یقین حاصل ہو جائے کہ موسیٰ علیہ السلام ہر قسم کے جسمانی نقص سے پاک ہیں کیونکہ حدیث پاک ہے۔

لیس الخیر کالمعاينة

اور یہ حدیث پاک مسند امام میں مسند صحیح ہے تو ظاہر امر ہے جس طرح ان کو مشاہدہ کرنے میں تسلی ہوئی زبانی بتلانے سے نہ ہوتی۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فبما راہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجہہا

اور خان صاحب نے امام نووی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے پتھر پر نشان ہر جانے کے حوالہ سے بھی معجزہ کے غیر اختیاری ہونے پر استدلال کیا ہے حالانکہ یہ امر معجزہ کے اختیاری ہونے پر دلیل ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ پتھر پر اپنا عصا مارا تھا چونکہ آپ غصہ میں تھے تو ظاہر بات ہے آپ یہی چاہتے تھے کہ اس پتھر کو ضرب لگائی جائے اور اس کو تکلیف پہنچے تو یہ تو ایسا معجزہ

ہے جو ان کے اختیار سے صادر ہوا اور خان صاحب نے اس کو غیر اختیاری معجزات کی بد میں شمار کر دیا تو خان صاحب نے یہ شعر لکھ کر گویا اپنی ہی ترجمانی کی ہے۔

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد و چمکے
فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

نوٹ:

خان صاحب نے جو روایت پیش کی ہے وہ بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

خان صاحب کا دوسرا استدلال:

خان صاحب حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ پندرہ سال تک جانی اور مالی تکلیف میں مبتلا ہے پھر اللہ رب العزت نے ان کو فرمایا۔

ار كض برجلث هذا مفصل بار دو شراب

یعنی اے ایوب لات مار اپنے پاؤں سے چشمہ نکل نہائے کو ٹھنڈا اور پینے کو تو خان صاحب کا اس سے استدلال یہی ہے کہ یہ ایوب علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن ان کے ارادے و اختیار کو اس میں دخل نہیں ہے کیونکہ خان صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ ان کے ارادے سے صادر ہوا ہو تو ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہلے دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی اور وہ یہ دعا نہ کرتے۔

الهی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

اور ایوب علیہ السلام نے پکارا کہ اے رب مجھ پر تکلیف پڑی اور تو زیادہ رحم کرنے والا ہے رحم کرنے والوں میں۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب کا یہ استدلال کہ اگر ایوب علیہ السلام معجزہ کے صدور میں اختیار ہوتے تو ان کو دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن حضرت کا یہ استدلال بالکل رکیک ہے کیونکہ اہل سنت کا یہ نظریہ نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعا کرنے کے محتاج نہیں ہیں نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ ایوب علیہ السلام نے جب اپنا پاؤں زمین پر مارا تو کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ پانی کا چشمہ ظاہر ہو جس سے میں غسل کروں اور اس کا پانی پیوں یا آپ نہیں چاہتے تھے اور دوسری شق تو بدلتے باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگئی تو پھر اس سے تو اس معجزہ کا ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہونا ثابت ہو گیا نیز سرفراز صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے آج تک کسی مفسر نے استدلال کیا ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے بغیر ارادے کے صادر ہوتے ہیں اگر نہیں کیا تو پھر خان صاحب کو یہ جرات کیونکہ ہوئی پھر خان صاحب کا یہ لکھنا بھی عجیب ہے کہ پانی کا چشمہ جاری کرنا اور اپنی بیماری و تکلیف کو رفع کرنا اور سونے اور چاندی کی ٹڈیاں برسانا اگر ان کے بس میں ہوتا تو جب آپ کا دل چاہتا ان کو ظاہر فرما دیتا کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام مقام امتحان میں تھے اور اللہ رب العزت کی طرف سے جو امتحان کی مدت مقرر تھی وہ پوری ہونی تھی کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ تکالیف اور آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں تو اللہ رب العزت کے نزدیک جس کا جتنا قرب زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی اس پر آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ اگر خان صاحب کا یہ استدلال صحیح ہے کہ اگر یہ معجزہ ان کے اختیار میں ہوتا تو پہلے صادر کر لیتے تو پھر اس سے تو یہ بھی

لازم آئے گا۔ کہ اگر ایوب علیہ السلام مستجاب الدعوات ہوتے تو ان کی دعا فوراً قبول ہو جانے والی ہوتی تو جب تکلیف شروع ہوئی تھی اس وقت فوراً دعا کر لیتے تو خان صاحب کو غور کرنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال میں کتنی حکمتیں ہوتی ہیں اس لئے ہمیں خواہ مخواہ ایسے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔

کار باکان را قیاس از خود مگیر

گر چہ مانند در روشن شیر و شیر

خان صاحب نے اس مقام پر یہ روایت بھی پیش کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام فرما رہے تھے تو ان پر سونے کی ٹڈیاں برسا شروع ہو گئیں انہوں نے اپنے کپڑے میں ان کو سینا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوئی کہ اے ایوب کیا میں نے تجھے اس سے مستغنی نہیں کر دیا فرمایا کیوں نہیں مگر اے مالک مجھے تیری برکت سے استغناء نہیں ہو سکتی۔ (بخاری و مسلم)

خان صاحب کا یہ استدلال بھی بالکل انوکھا ہے کیونکہ اہل سنت اس بات کے بالکل قائل نہیں ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہیں بلکہ وہ ہر ان اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کے کرم کے محتاج ہیں بلکہ اس حدیث پاک سے تو وہابیہ کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہاں ایوب علیہ السلام کے چاہنے سے ان کو سونے کی ٹڈیاں حاصل ہو گئیں اور ساری تکالیف بھی دور ہو گئیں نیز وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی بھی اس حدیث سے تردید ہو گئی کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں کیونکہ جب ایوب علیہ السلام سونے اور چاندی کے خرمن کے مالک بن گئے جیسا کہ خود خان صاحب نے نقل کیا ہے کہ دو بادل کے ٹکڑے آئے اور ایک ان کے گندم کے خرمن پر سونے کی ٹڈیاں برسا گیا اور دوسرا ان کے جو کے خرمن پر چاندی کی ٹڈیاں برسا گیا تو جب

سیدنا ایوب علیہ السلام ان چیزوں کے مالک و مختار بنا دیئے گئے تو پھر نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں اس طرح کہنا کتنی بڑی گستاخی ہے کہ وہ کسی شے کے مالک و مختار نہیں ہیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب نے اپنی اسی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ دجال جب آئے گا تو آسمان اس کے کہنے پر بارش نازل کر دے گا اور زمین کے خزانے اس کے قبضے اور اختیار میں ہوں گے تو جب دجال کیلئے خان صاحب اتنے اختیارات مانتے ہیں کہ آسمانوں پر بھی اسی کا تصرف ہو زمین پر بھی اس کا کنٹرول ہو تو پھر سیدنا ایوب علیہ السلام کیلئے پانی کے چشمے جاری کرنے کی قدرت تسلیم کرنے میں خان صاحب کیوں لیت و لعل سے کام لیتے ہیں اگر دجال جیسا ہے دین شخص اللہ تعالیٰ کے قدرت دینے سے آسمان سے بارش نازل کروا سکتا ہے تو سیدنا ایوب علیہ السلام اپنی ایزبوں سے پانی کے چشمے اللہ کی قدرت سے کیوں نہیں جاری کر سکتے جو خدا ایک کافر اور بے دین شخص کو پانی برسانے کی قدرت دے سکتا ہے تو وہ اپنے محبوب اور نبی کو چشمہ جاری کرنے کی قدرت کیوں نہیں دے سکتا اگر دجال کو قدرت دینے سے اللہ تعالیٰ کی توحید میں فرق نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا اختیار ذاتی ہے اور دجال کا عطائی ہوگا اور ایوب علیہ السلام کا معجزہ اگر ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہو جائے تو اس سے بھی توحید خداوندی میں کوئی فرق نہیں آئے گا دیوبندی دھرم میں انبیاء اولیا ہی غیر اللہ ہیں دجال غیر اللہ نہیں ہے۔

نوٹ:

دجال والی حدیث پاک مسلم شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور استدلال:

سرفراز صاحب ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ والے واقعہ کو نقل کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت سارہ کی عزت کا محفوظ رہنا بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے دعا فرمائی اور آپ کی دعا کی وجہ سے ظالم بادشاہ اپنے مقصد میں ناکام رہا تو سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ یہ ان کا معجزہ تو ہے لیکن اس میں ان کے ارادے اور کسب کو دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا رد:

خان صاحب کو استدلال کرتے وقت کم از کم اپنے ہوش و حواس بحال رکھنے چاہیں جب ان کا دعویٰ یہ ہے کہ کسی معجزہ کے اندر کسی نبی کے ارادے اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا تو ان کی اس دلیل سے ان کا یہ دعویٰ کیسے ثابت ہوگا کیونکہ اس حدیث میں تو اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت سارہ رضی اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ کرامت اور معجزہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا سرفراز صاحب ہی بتلائیں کہ اچھے بھلے تندرست آدمی کے ہاتھوں کا شل ہو جانا یہ امر عادی ہے یا غیر عادی اگر عادی ہے تو کتاب لکھتے وقت آپ کے ہاتھ کیوں نہیں شل ہو جاتے اور کلام کرتے وقت زبان کیوں نہیں ماؤف ہوتی تو ثابت ہوا کہ اس کے ہاتھوں کا شل ہو جانا یہ امر خرق عادت تھا تو یہ خرق عادت بھی ان کے ارادے سے صادر ہوا باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ اگر یہ معجزہ ان کے ارادے سے صادر ہوا ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ ظالم بادشاہ کا کیا انجام ہوا تو گویا خان صاحب کا یہ مطلب ہے کہ سوال اسی مقام پر کیا جاتا ہے جہاں پہلے کسی کو واقعہ کے بارے میں پتہ نہ ہو تو کم از کم خان صاحب نے یہ آیت کریمہ پڑھی ہوتی تو یہ وسوسہ نہ خود ان کے

ذہن میں آتا اور نہ ہی یہ وسوسہ وہ لوگوں کے ذہنوں میں ڈالتے۔

کذلک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین جس ہستی کو اللہ رب العزت نے عرش سے کرخت الشری تک تمام بادشاہی دکھا دی ہے ان سے یہ واقعہ کیسے چھپ سکتا ہے انہوں نے محض اپنی دعا کا عملی نتیجہ معلوم کرنے کیلئے یہ سوال فرمایا تا کہ خود ان کی زبان مبارک سے بھی ان کا مستجاب الدعوات ہونا اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا مستجاب الدعوات ہوتا ثابت ہو جائے نیز یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر مزید یقین دلانے کیلئے سوال فرمایا ہو کہ جہاں بظاہر اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی سہارا نہیں تھا تو اللہ رب العزت نے اپنے خاص فضل و کرم سے اپنے خلیل علیہ السلام کی عزت کا بھی تحفظ فرمایا اور ان کی زوجہ مطہرہ کی عصمت کا بھی تحفظ فرمایا بلکہ اس حدیث پاک سے تو وہابیہ کے ایک اور اعتراض کا جواب ہو جاتا ہے وہابیہ نبی پاک علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں اکثر یہ واقعہ پیش کرتے رہتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو نبی کریم علیہ السلام پریشان ہوئے اگر علم غیب ہوتا اور وحی آنے سے پہلے ان کی پاکدامنی کا یقین ہوتا تو آپ پریشان کیوں ہوتے۔ تو خان صاحب کی نقل کردہ حدیث سے ہی ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کی عصمت کی حفاظت کی خاطر اس ظالم بادشاہ کے پاؤں زمین میں دھسا دیئے تو جب نبی کریم علیہ السلام نے خود یہ واقعہ بیان فرمایا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو اپنی زوجہ مطہرہ کے تقدس کے بارے میں بدگمانی کیسے ہو سکتی تھی کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کی ازواج مطہرات کی شان یہ ہے۔

یا نساء النبی لستن کا حدمن النساء

اسی طرح آیت کریمہ

الما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا
 تو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نقل کردہ مذکورہ بالا حدیث پاک سے معمولی عقل و فہم والا انسان بھی اس سر کا بخوبی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات کی عصمت کا تحفظ کرنا اپنے ذمہ کرم پر لیا ہوا ہے تو کیا نبی کریم علیہ السلام جن کا عقل مبارک پوری کائنات میں سے ننانوے درجے زیادہ ہے اور پھر آپ نے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ خود بیان فرمایا تو پھر سرکار علیہ السلام کو معاذ اللہ کسی قسم کا شک کیسے ہو سکتا ہے تو تعجب ہے وہابی حضرات پر کہ جن احادیث سے کمالات انبیاء علیہم السلام پر روشنی پڑتی ہو انہی کو اپنی سینہ زوری کی وجہ سے کمالات انبیاء علیہ السلام کی نفی میں پیش کر دیتے ہیں۔

نیز خان صاحب کا یہ سمجھنا کہ معجزہ صرف وہ ہوتا ہے جو کسی کے ہاتھ پر صادر ہو یہ بالکل غلط نظریہ ہے بلکہ جس طرح معجزات انبیاء علیہم السلام کے دست اقدس پر ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح ان کی دعاؤں سے بھی ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں بلکہ اس حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کا رد ہوتا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عصمت محفوظ رہے کہ نہیں چاہتے تھے دوسری شق بالکل باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگئی تو جب پہلی شق متعین ہوگئی تو وہابیہ کا یہ نظریہ زمین بوس ہو گیا نیز وہابی حضرات یہ بتائیں گے جس کو آپ دوست بتلائیں تو آپ اس کی خواہشات پوری کرتے رہتے ہیں اور جن کو اللہ رب العزت جیسی ہستی اپنا دوست بنائے کما قال اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً تو کیا اللہ رب العزت ان کی خواہشات پوری نہیں فرمائے گا اگر وہابی حضرات یہ کہیں جو کہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اس سے مراد صرف نبی علیہ

السلام کی ذات تو پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ کیا تم کو صرف اس سے بغض ہے جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
 نجد یوا کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
 وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بسر
 اسے ساتھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخلا ہے

مولوی سرفراز کا ایک اور مغالطہ:

خان صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے ارض مقدسہ پر حملہ کیا اور شہر کے قریب پہنچ گیا اور ہفتہ کی رات آنکھیں اور سورج غروب ہونے پر ہی تھا تو انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ سورج کو ہمارے لئے روک دے تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو حرکت کرنے سے روک دیا اور وہ علاقہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کے ہاتھ پر فتح کر دیا۔ سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہ معجزہ ان کا ذاتی فعل ہوتا تو انہیں دعا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

سرفرازی مغالطہ کا ازالہ:

مولوی سرفراز صاحب کا یہ استدلال بالکل لغو ہے کہ یہاں حضرت یوشع بن نون کا کسب نہیں تھا کیونکہ دعا مانگنا بھی تو ان کا ہی کسب ہے خان صاحب یہی بتلائیں کہ جب انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ سورج کو روک دے تو کیا انہوں نے اس امر کا ارادہ کیا تھا کہ نہیں کہ سورج رک جائے تاکہ ہم آج کے دن جہاد سے فارغ ہو جائیں یا نہیں چاہتے تھے ظاہر بات ہے یہ شق تو بالکل باطل ہے تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگئی اور کسب کی بھی یہی تصرف ہے کہ اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ کس

امر کی طرف متوجہ ہو جانا اور اللہ رب العزت کا اس فعل کو وجود میں لے آنا یہ خلق ہے نیز سورج کا غروب ہونے میں تاخیر کر دینا یہ امر خرق عادت ہے تو اس حدیث پاک سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امور خارقہ للعادت انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں۔

نیز اس حدیث پاک سے وہابیہ کی اس عقیدہ کی بچ کٹی ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا نیز اگر خان صاحب کا یہ استدلال صحیح ہے کہ اگر حضرت یوشع بن نون متصرف ہوتے تو سورج کو خود ہی حکم دیتے کہ رک جا انہیں دعا کی ضرورت پیش نہ آتی تو پھر انہیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سورج پر متصرف تھے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک بار سورج کو حکم فرمایا کہ ٹھہر جا ابھی غروب نہ ہونا طہرائی میں یہ حدیث مروی ہے۔

علامہ سیوطی نے مجمع الزوائد کے اندر اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے موضوعات کبیر میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے ہم قارئین کی تسلی کیلئے اصل عربی الفاظ پیش کر رہے ہیں ان رسول اللہ ﷺ امر القس فآخرت ساعۃ من النہار پھر کیا خان صاحب نبی کریم علیہ السلام کو سورج پر متصرف تسلیم کر لیں گے؟ کاش سرفراز صاحب اسماعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کا ہی مطالعہ کر لیتے اس میں اسماعیل دہلوی صاحب صاف طور پر لکھتا ہے کہ اولیاء کرام اتنے عالی مراتب لوگ ہوتے ہیں کہ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلقا ماذون ہوتے ہیں اور ان کو حق پہنچتا ہے کہ یہ کہیں کہ عرش سے لے کر فرش تک ہماری حکومت ہے۔ (صراط مستقیم ص ۱۳۳)

سرفراز نے امام نووی کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا لیکن حضرت یہ بتلائیں کہ امام نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ معجزہ

ان کے ارادے اختیار کے بغیر صادر ہوا جو نقطہ شارحین کو نہیں سوجھا وہ خان صاحب کو کیسے سوجھ گیا نیز امام نووی علیہ الرحمۃ حدیث جرج کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ کرامت بعض اوقات اولیاء کے ارادے اور اختیار کے ساتھ صادر ہوتی ہے تو حضرت کو امام نووی کے اس طرح کے حوالے کیوں نظر نہیں آتے اور حضرت ان کے غیر متعلق حوالہ جات پیش کرتے رہتے ہیں جن کا اصل دعویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

معجزہ کا غیر اختیاری ہونے پر خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

سرفراز صاحب نے اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۹۹ پر تحریر کیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جب معراج کے سفر سے واپس تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے آپ سے بیت المقدس کی علامات دریافت کیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے وہ علامات مستح مسخر نہیں تھیں اور نہ میں ان کے سمجھنے کیلئے گیا تھا اس کے بعد سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اتنا پریشان ہوا کہ اتنا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے پیش کر دیا اور وہ جو کچھ مجھ سے پوچھتے میں دیکھ کر بتلا دیتا اس سلسلے میں میں خان صاحب نے بخاری و مسلم کا حوالہ دیا ہے تو خان صاحب کا استدلال اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس کا اس وقت آپ کے سامنے پیش کیا جانا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا رد۔

خان صاحب کا یہ استدلال بھی بالکل ناقص ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام

یہی چاہتے تھے کہ میں بیت المقدس کی ان علامات کے بارے میں بتاؤں تو اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اس امر پر قدرت دے دی کہ آپ علیہ السلام ان کو ان کے ہر سوال کا جواب دے دیں تو اس سے تو نبی کریم علیہ السلام کی رفعت شان کا پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی پریشانی کی وجہ سے اللہ رب العزت نے بیت المقدس آپ کے پیش نظر کر دیا تو اس سے بھی وہابیہ کے عقیدہ باطلہ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کی تردید ہوتی ہے نیز نبی کریم علیہ السلام کا بیت المقدس کے بارے میں حالات بتلانا یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے جیسا کہ خود خان صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر شاہ عبدالعزیز سے نقل کیا ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ معجزہ آپ کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوا خان صاحب ہی بتائیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام ان کو بیت المقدس کے حالات کی خبر دے رہے تھے تو وہ خبر دینا نبی کریم علیہ السلام کی زبان مبارک سے باارادہ صادر ہو رہا تھا یا بغیر ارادے کے تو دوسری شق کا تو کوئی ذی شعور التزام نہیں کر سکتا تو پھر پہلی شق ہی متعین ہوگئی خان صاحب خو وغور کریں کہ جب ہم کسی کو کسی واقعہ کی خبر دیں تو ہم تو اپنے ارادے اور اختیار سے دیتے ہیں تو کیا نبی کریم علیہ السلام جب کسی کو خبر دیتے تھے تو کیا الفاظ آپ کے ارادے اور اختیار کے بغیر آپ کی زبان سے پھسل جاتے تھے لہذا خان صاحب کچھ خدا کا خوف کریں یہ بہت بڑی ابلیسی سوچ ہے کہ دجال کے استدراجات میں تو اس ارادے اور اختیار کو تسلیم کیا جائے لیکن انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کو معاذ اللہ پھر کی طرح بے اختیار سمجھا جائے کیا خان صاحب نے یہ حدیث قدسی نہیں ہر دہی کہ من عادی لی ولیا فقد آذنت بالحرב بخاری شریف جو میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت رکھے گا اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔ تو جس آذنی کو نبی الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ بغض ہو تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا اعلان جنگ ہوگا۔ لہذا

خان صاحب سے گزارش یہی ہے کہ اپنی سوچ پر نظر ثانی کریں اور بہتر یہی ہے کہ تو بد کر کے سنی ہو جائیں اور اپنے آپ کو جہنم کی سیاہ آگ سے بچائیں۔

خان صاحب کی ایک اور غلط فہمی:

خان صاحب ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انی لاعرف حجرة بمكة كان يسلم على قبل ان ابعث اني لاعرفه الان
مولوی سرفراز صاحب اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو پتھر کا سلام دینا یہ آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ کا سوال بعثت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے قبل از نبوت معجزہ کا کیا مطلب خان صاحب کہتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے پتھر کو یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے سلام کرے۔

خان صاحب اس عبارت میں عجیب خطبہ کے اندر مبتلا ہوئے جس پر ان کی یہ عبارت دلیل ہے کہ معجزہ کے اختیاری اور کسی ہونے کا سوال تو بعثت کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے قبل از نبوت معجزہ کا کیا مطلب اور اس سے پہلے علامہ نووی سے یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ پتھروں کا سلام دینا نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے تو گویا دو متضاد عبارتیں لکھ دیں یہ بھی لکھ دیا کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ اور نبوت سے پہلے کی بات ہے اور یہ بھی لکھا کہ قبل از وقت نبوت معجزہ کا کیا مطلب؟ تو جو آدمی ایک ہی عبارت کی دو سطروں کے اندر متوازن کلام نہیں کر سکتا تو وہ بزعیم خویش ملت وہابیہ کا بے ہاک ترجمان بنا بیٹھا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس کو میں اب بھی پہچانتا ہوں وہ ان دنوں مجھے سلام کہا کرتا تھا جب مجھے بعثت سے سرفراز کیا گیا تو خان صاحب نے یہ روایت بھی نقل کی ہے تو اس

روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگرچہ نبوت و رسالت آپ کو مل چکی تھی لیکن بعثت کے بالکل ابتدائی ایام میں تو صفحہ ۱۰۰ پر فرمایا کہ یہ نبوت سے پہلے کی بات ہے اور صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں کہ نبوت و رسالت آپ کو مل چکی تھی لیکن بعثت کے ابتدائی ایام تھے تو حضرت کو چاہیے کم از کم کچھ تو سوچ کر بات کیا کریں متعارض اور متناقض باتیں اسکرنا اتنے ماہر عالم ہونے کے مدعی کو ذیہ نہیں دیتا نیز خان صاحب کو اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جب نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے بغیر پھر آپ کو سلام پیش کیا کرتے تھے تو پھر نبی کریم علیہ السلام جب ان کو حکم ارشاد فرمائیں تو پھر وہ آپ کے مطیع و فرمان بردار کیوں نہیں بنیں گے نیز خان صاحب کو کم از کم اپنے شیخ الہند کی اس عبارت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی کتاب اولہ کاملہ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام بعد از خدا مالک ہیں جمادات ہوں نباتات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم یا حیوانات سب کے آپ مالک ہیں نیز اللہ رب العزت کی توفیق سے جب پھر وغیرہ آپ کی خواہش کے بغیر آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے تھے تو پھر نبی کریم علیہ السلام اگر ارادہ فرماتے تو پھر وہ سلام پیش کیوں نہ کرتے کیا اللہ رب العزت کو معاذ اللہ اپنے نبی پاک سے کوئی ضد ہے کہ اگر وہ ارادہ فرمائیں تو معجزہ کو پیدا نہ فرماتے اور اگر وہ ارادہ نہ فرمائیں تو معجزہ کو پیدا فرما دے نیز خان صاحب کو بخاری شریف کی یہ حدیث پاک بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ جب نبی کریم علیہ السلام حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان کی مصیبت میں احد پہاڑ پہ چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کو ٹھوکر مار کر فرمایا۔

اسکن احد فانما علیک لبی و صدیق و شہیدان

اے پہاڑ ٹھہر جا تیرے اور ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں تو جب نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر حکومت عطا فرمائی تو پھر باقی

پتھروں پر کیوں نہ فرمائی ہوگی کیا سرفراز صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے پہاڑ کو ٹھہرنے کا حکم دیا تھا تو اس کے بعد پہاڑ نے جنبش کی ہو تو جس ہستی پاک علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے پہاڑوں پر حاکم بنا دیا ہو تو ان کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ وہ بالکل مجبور تھے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے اللہ رب العزت تو نبی کریم علیہ السلام کو پہاڑوں کی حکومت عطا فرمائے اور خان صاحب انبیاء علیہم السلام کو صدور معجزہ میں پتھر کی طرح سمجھیں کہ جس طرح ہم پتھر کو چیتکتے ہیں اور پتھر کس جگہ پر پہنچ جاتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام صدور معجزات میں بے اختیار ہیں۔

خان صاحب سے ایک گزارش:

بخاری شریف میں حدیث پاک ہے۔

احد جبل یحبنا ونحبہ

احد ایک ایسا پہاڑ ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں کہ گویا پتھر بھی نبی کریم علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں حالانکہ کسی کی محبت سے خالی ہونے کی مثال دینی ہو تو کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا سنگ دل ہے تو پھر خان صاحب تو پتھروں سے بھی پیچھے رہ گئے کہ دجال کو بھی با اختیار مانتے شیطان کو بھی با اختیار مانتے ہیں کہ وہ ایک لمحے کے اندر جہاں چاہے پہنچ سکتا ہے اور سرکش جن کو بھی تخت لانے پر قادر مانتے ہیں اگر انہیں انکار ہے تو اس ہستی کو مختار ماننے سے جن کو دم قدم سے یہ دنیا وجود میں آئی اور اب تک باقی ہے۔ یہ کونسی دینداری ہے کیا یہ نبی کریم علیہ السلام سے بغض نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو تو با اختیار مانا جائے اور جن کے دم قدم سے یہ دنیا وجود میں آئی اور جن کے طفیل اب بھی قائم ہے ان کے بارے میں کہا جائے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں شاید اس لئے ہمارے امام نے

فرمایا۔

وہ پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جو دہی سر بر
اے تھ کو کھائے تپ ستر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

خان صاحب کی خصوصی توجہ کیلئے ایک گزارش:

خان صاحب اپنے آپ کو شیخ الحدیث کہلاتے ہیں یہ حدیث تو انہوں نے پڑھی ہوگی بلکہ پڑھائی بھی ہوگی جو بخاری و مسلم شریف میں موجود تھے کہ نبی کریم علیہ السلام کفار کی بدسلوکی کی وجہ سے ایک مرتبہ پریشان تھے تو اللہ رب العزت نے فرشتہ آپ کے پاس بھیجا اور اس فرشتے کے ساتھ جبریل امین بھی حاضر ہوئے۔ جبریل امین علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ فرشتہ اللہ رب العزت نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور یہ فرشتہ پہاڑوں پر موکل ہے آپ اسے جو حکم فرمائیں یہ آپ کی تعمیل کرے گا کفار کے بارے میں جو حکم دیں گے یہ اس پر عمل پیرا ہوگا پھر پہاڑوں کے فرشتے نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں دو پہاڑوں کو ان کے اوپر رکھ اور انہیں تباہ کر ڈالوں نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں میں انہیں ہلاک نہیں کرتا چاہتا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

نوٹ:

یہ حدیث پاک بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۵۸ مسلم شریف جلد ثانی صفحہ

۱۰۹ پر موجود ہے۔ اس حدیث پاک سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ بھی نبی کریم علیہ السلام کا تابع فرمان ہے۔

خان صاحب نبی کریم علیہ السلام کو پتھروں پر بھی حاکم نہیں مانتے اور بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث بتلاتی ہے کہ پہاڑوں کا فرشتہ نبی کریم علیہ السلام کے حکم کا پابند ہے اب خان صاحب ہم یہ استفسار کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا ہم وہ عقیدہ رکھیں جو بخاری و مسلم کی احادیث سے ثابت ہو یا وہ عقیدہ رکھیں جو تقویۃ الایمان یا راہ ہدایت میں ہے؟ نیز خان صاحب سے ایک گزارش اور ہے کہ وہاں کیلئے تو آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ آسمان پر بھی حکمرانی کرے گا اور زمین پر بھی اس دشمن خدا کیلئے تو آپ اتنے اختیارات تسلیم کریں تو نبی کریم علیہ السلام جو محبوب خدا ہیں ان کے لئے آپ پتھروں پر حکومت بھی تسلیم نہ کریں تو پھر اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

ذکر رو کے فضل کا لئے نقص کا جو یاں رہے
پھر بھی کیے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

خان صاحب کا ایک اور استدلال:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے تو لوگوں نے آپ کیلئے ایک منبر بنایا تو کھجور کا وہ خشک تنہ اس طرح ہلہلایا جیسا کہ اونٹنی ہلہلاتی ہے نبی کریم علیہ السلام منبر سے اترے اور اس کو تھکی کر دی تو وہ خاموش ہو گیا یہ حدیث پاک بخاری شریف اور ترمذی شریف میں موجود ہے۔

خان صاحب کا استدلال یہ ہے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ تو تھا لیکن اس میں آپ کے ارادے کو دخل نہیں ہے۔

سرفرازی مغالطہ کا ازالہ:

اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ کمال ثابت ہوتا ہے کہ ایک بے جان کھجور کے تنے کے اندر نبی کریم علیہ السلام کے جسم سے مس ہونے کی وجہ سے زندگی بھی پیدا ہوگئی۔ عقل شعور بھی پیدا ہوگیا اور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ اتنی محبت پیدا ہوگئی کہ جب سرکار علیہ السلام نے منبر کو رفتی بخشی تو آپ کی مفارقت کی وجہ سے وہ کھجور کا تنا بلبلانے لگا اس حدیث پاک سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ مس ہونے والی چیز بھی حیات کی اور علم شعور کی بھی مالک بن جاتی ہے تو پھر جب نبی کریم علیہ السلام خود کسی کے اندر تصرف کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو پھر ان اشیاء کے کمالات کا کیا حال ہوگا اس حدیث پاک کے اندر مزید الفاظ بھی تھے جن کو خان صاحب نے حذف کر دیا شفاء شریف اور داری میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے اس کھجور کے تنے کو اپنے صدر اقدس کے ساتھ لگایا اور پوچھا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں لگا دوں اور اگر تو چاہے تو میں مسجد شریف میں موجود ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے اس کی خواہش پر اس کی جنت کے اندر لگایا اس مفصل حدیث پاک سے وہابیہ کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید ہو جاتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا نیز اس حدیث پاک سے یہ بھی مسئلہ ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السلام جنت کے بھی مالک ہیں اور ستون کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبی کریم علیہ السلام اگر چاہیں تو مجھے جنت میں لگا سکتے ہیں تو گویا ستون بھی یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام جس کو چاہیں جنت عطا کر سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس فریق مخالف کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنا جنتی ہونے کا بھی علم نہیں ہے یہ باوجود مولوی اور عالم ہونے کے مقام نبوت اتنا بھی نہ سمجھ سکے جتنا کہ کھجور کا تنا سمجھ گیا تھا۔

خضر کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر مائی پوچھے کہ دریا کہاں ہے

خان صاحب کا ایک بے جا حوالہ دینا:

خان صاحب امام ابو القاہر بغدادی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام سے متعدد معجزات صادر ہوئے مثلاً چاند کے دو ٹکڑے ہونا خشک تنا کا رونا اور تھوڑے طعام کا بہت سارے لوگوں کیلئے کافی ہو جانا۔

تو خان صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان امور کے معجزہ ہونے کا کسی نے انکار کیا ہے کہ آپ کو علامہ بغدادی کا حوالہ دینے کی ضرورت پیش آگئی حوالہ تو وہاں دیا جاتا ہے جہاں فریق مخالف کسی امر کا منکر ہو تو اس امر کا ثبوت پیش کیا جائے جب ایک چیز مسلم بین الفریقین ہو تو وہاں حوالے دینے کی کیا ضرورت پیش آئے گی سوائے اس کے کہ محض اپنے رسالہ کے حجم میں اضافہ کیا جائے۔

خان صاحب کا ایک اور غلط استدلال:

خان صاحب نے مشہور حدیث پاک نقل کی ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے بازو کے گوشت میں زہر ڈال کر نبی کریم علیہ السلام کو گوشت کھلایا ایک لقمہ آپ نے بھی اس سے تناول فرمایا اور بعض صحابہ کرام نے بھی کھلایا اور ان کی وفات واقع ہوگئی اور آپ نے یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے اس گوشت میں زہر کیوں ملا یا تھا اس نے کہا کہ آپ کو کس نے بتلایا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے ہاتھ میں جو زہر آلود بازو لیے اس نے مجھے بتلایا ہے۔

تو خان صاحب کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ بکری کے زہر آلود گوشت کا سرکار علیہ السلام کو فر دینا یہ آپ کا معجزہ ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کا اس

مجزے کے صدور میں کوئی دخل نہیں ہے۔

سرفرازی استدلال کا جواب:

یہ حدیث پاک بھی اہل سنت کے بارے میں ہی دلیل ہے کیونکہ مسند احمد اور دیگر کتب احادیث میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ جب سرکار علیہ السلام نے اسی عورت سے پوچھا کہ تم نے زہر کیوں ملا تو اس نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی۔ کہ آپ کی نبوت کے بارے میں پتہ چلے کہ آپ سچے نبی ہیں یا نہیں اگر سچے نبی ہوئے تو تمہیں زہر نقصان نہیں دے گا اور اگر سچے نبی نہ ہوئے تو پھر زہر موثر ثابت ہو جائے گی اور یہودیوں کی پریشانی ختم ہو جائے گی اسی طرح کے الفاظ ابو داؤد شریف اور بخاری شریف میں بھی موجود ہیں اس حدیث پاک سے تو نبی کریم علیہ السلام کی شان اعجازی کا ظہور ہوتا ہے کہ باوجود زہر ملا کھانا کھانے کے نبی کریم علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ تین سال بعد بھی دنیا میں جلوہ افروز رہے حالانکہ زہر کھانے کا تقاضا تو یہی تھا کہ فوراً اثر کرے لیکن نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے فوری اثر سے محفوظ رکھا نیز اس سے نبی کریم علیہ السلام کا ایک کمال یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زہر پلے بازو نے خود بتلادیا کہ میرے اندر زہر ملا ہوا ہے حالانکہ عادتاً کسی زندہ بکری کا بھی کلام کرنا ناممکن ہے اور یہاں اس بکری کے ذبح ہونے کے باوجود اس کا گوشت پک جانے کے باوجود اس بازو کا یہ بتلایا کہ مجھے تناول نہ فرمایا جائے میرے اندر زہر ملایا گیا ہے تو جب نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے بغیر اس بازو نے نبی کریم علیہ السلام کو اپنی زہر آلودگی کے بارے میں گزارش پیش کر دی تو اگر نبی کریم علیہ السلام ارادہ فرماتے تو پوری بکری یقیناً اٹھ کھڑی ہوتی باقی رہا خان صاحب کا یہ کہنا کہ اگر نبی کریم علیہ السلام جانتے ہوتے تو خود کیوں تناول فرماتے

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کیوں کھانے دیتے تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ اللہ رب العزت بعض اوقات کاملین کی توجہ کسی حکمت کے پیش نظر کس معاملے سے ہٹا دیتا ہے جیسا کہ سرفراز کے پسندیدہ مفسر علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قد یسند باب الفرائض علی الکاملین لحکم یریدھا اللہ

(تفسیر روح المعانی پارہ ۱۲)

تو یہاں توجہ ہٹانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی کریم علیہ السلام کو یہ زہر ملا گوشت کھانے کی وجہ سے شہادت سری نصیب ہو جائے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے۔

و ددت ان اقل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقل

بخاری شریف اور ادھر اللہ رب العزت کا یہ ارشاد بھی تھا۔ واللہ یحصک من الناس تو پھر اللہ رب العزت نے نبی کریم علیہ السلام کی دعا کو اس رنگ میں شرف قبولیت بخشا کہ آپ کو شہادت سری عطا فرمائی اور بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا فرمائی اور سرکار علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے کہ اس زہر آلود کھانے کو تناول کرنے کی وجہ سے میری انتزایاں کٹ رہی ہیں تو اس حکمت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے سرکار علیہ السلام کی توجہ اس امر سے ہٹائی نیز صحابہ کرام کیلئے بھی اللہ رب العزت نے شہادت سری کا فیصلہ کیا ہوا تھا اس لئے ان کو بھی شہادت نصیب ہوتا تھی اگر کسی آدمی کو گولی سے مرنا ہو تو اس کی آنکھیں بھی لھیک اور سلامت ہوں لیکن جب اس کی موت کا وقت آجائے تو باوجود آنکھوں کی سلامتی کے اس کی توجہ گولی سے اور گولی چلانے والے سے ہٹ جاتی ہے اور وہ بھاگ کر اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ کو اس

کا بچانا مقصود ہو تو اگرچہ جس کو نشانہ بنایا جائے وہ بالکل سامنے ہو اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والا خوب دیکھ بھال کر نشانہ باندھے پھر بھی اس کا نشانہ چوک جاتا ہے خان صاحب یہاں تو نبی کریم علیہ السلام کے علم پر اعتراض کرتے ہیں اگر نبی کریم علیہ السلام کو پتہ ہوتا تو آپ زہر آلود گوشت کیوں کھاتے لیکن خان صاحب کو اللہ کے علم غیب کے بارے میں تو شک نہیں ہے اور اس امر میں بھی شک نہیں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اور صحابہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہیں تو پھر اللہ رب العزت ہی وحی بھیج کر بتلا دیتا کہ یہ کھانا نہیں کھانا چاہیے اس سے کچھ لوگوں کی شہادت ہو جائے گی اگر خان صاحب یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں حکمت ہوتی ہے اور اس کا وحی نہ بھیجنا حکمت سے خالی نہیں۔ خان صاحب کو یہ کس نے بتایا کہ نبی کریم علیہ السلام کے افعال حکمت سے خالی ہیں نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جنگ بدر کے اندر پانچ ہزار فرشتے بھی موجود تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

انی ممدکم بالف من الملئکہ مردفین

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بمددکم ربکم بخسمة آلاف زمین الملئکہ مسومین

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انی معکم ففتبوا الذین امنوا

اس کے باوجود جنگ بدر کے اندر کے اندر چودہ صحابہ شہید ہو گئے یہاں خان صاحب کیا گل افشانی فرمائیں گے۔

خان صاحب کی ایک اور غلط فہمی:

خان صاحب نے بخاری شریف سے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب ہم کھانا کھاتے تو اس سے تسبیح سنا کرتے تھے تو خان صاحب کا استدلال تو یہ ہے کہ کھانے کا تسبیح پڑھنا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا ارادہ نہیں پایا گیا۔

خان صاحب کی غلط فہمی کا ازالہ:

اس حدیث پاک سے پتہ نہیں خان صاحب نے یہ کیسے ثابت کر دیا کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوا دوسری گزارش یہ ہے کہ جب اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وسعونا مع داؤد الجبال بالعشی والاشراق والطیر محشورة کل لہ اواب جب اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور

پرندوں کو بھی مسخر کر دیا تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو خواہش ہے اگر طعام تسبیح بیان کرے اور وہ سنی بھی جائے تو اس میں کونسا استحالہ ہے نیز خان صاحب یہ بتلائیں کہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کسی شارح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کے بغیر صادر ہوا اگر نہیں لکھا تو پھر خان صاحب کو اپنا یہ استدلال کرنے کی جرات کیسے ہوئی۔

خان صاحب کی ایک اور مغالطہ وہی کی کوشش:

خان صاحب ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ جنوں کے ایک وفد نے نبی کریم علیہ السلام سے قرآن پاک سنا تو سوال ہوا کہ حضور علیہ السلام کو کس نے بتایا کہ جنوں نے سنا ہے ابن مسعود نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ السلام کو درخت نے بتایا کہ یہ جنوں سے سنا ہے۔

خان صاحب کی غلط فہمی کا تدارک:

اس حدیث پاک سے بھی خان صاحب کا استدلال کرنا ان کی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتا ہے خان صاحب کا مدعا تو یہ ہے کہ معجزے کے اندر انبیاء علیہم السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا اور اس حدیث پاک کی اس امر پر کوئی دلالت نہیں بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ درخت بھی نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ کلام کرتے ہیں اور درختوں کا نبی کریم کے ساتھ کلام کرنا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے تو پھر ظاہر ہی ہے کہ آپ نے اس درخت سے پوچھا اور آپ کے پوچھنے پر اس نے بتلایا بالفرض سرکار علیہ السلام نے نہ بھی پوچھا ہو تو پھر بھی اس نے نبی کریم علیہ السلام کی شان ظاہر ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پوچھنے کے بغیر جب درخت یہ خدمت بجالا رہا ہے تو اگر سرکار علیہ السلام اس سے دریافت کرتے تو پھر تو بطریق اولیٰ وہ یہ خدمت بجالاتا۔

مولوی سرفراز صاحب کی ایک اور کج روی:

خان صاحب نے نبی کریم علیہ السلام کے فرمودات میں سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک شخص کہیں ایک بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا جب وہ شخص تھک گیا تو بیل پر سوار ہو گیا تو بیل بول اٹھا کہ ہمیں اس لئے تو نہیں پیدا کیا گیا کہ ہم پر سواری کی جائے ہمارے پیدا کرنے کی غرض تو اہل کھیتی باڑی کے لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل کلام کر رہا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا بھی اس پر ایمان ہے اور ابو بکر عمر کا بھی اس پر ایمان ہے۔ یہ حدیث پاک بخاری و مسلم شریف میں ہے۔

خان صاحب کا اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے دور میں بیل کا اس طرح کلام کرنا یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا لیکن نبی

کریم علیہ السلام کا اس بیل کے بولنے میں کوئی دخل نہیں تھا تو گویا یہ آپ کا معجزہ بھی تھا اور آپ کے اختیار میں بھی نہیں تھا۔

خان صاحب کی کج روی کا جواب:

کیا خان صاحب کسی حدیث پاک کی کتاب سے دکھا سکتے ہیں کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس کی بات ہے بلکہ شارحین حدیث نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے پہلے کی بات ہے اور خان صاحب کو پتہ ہونا چاہیے کہ معجزہ کی تعریف شرح عقائد میں اس طرح کی گئی ہے کہ معجزہ ایک ایسا امر ہے کہ جو منکرین کے چیلنج کے وقت انبیاء علیہم السلام سے صادر ہو اور ایسے طور پر ظاہر ہو کہ منکرین اس کی مثل لانے سے عاجز ہو جائیں کیا معجزہ کی یہ تعریف یہاں سچی آتی ہے نیز بخاری مسلم کے شارحین مثلاً علامہ یعنی حافظ ابن حجر۔ امام نووی صاحب ارشاد الساری۔ صاحب تیسیر القاری۔ اسی طرح صاحب مرقاہ اور صاحب اشعۃ المعانی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ پہلی امتوں کا واقعہ ہے

جب نبی کریم علیہ السلام نے واقعہ ہی گذشتہ امتوں میں سے کسی کا بیان فرمایا ہے تو یہ آپ کا معجزہ کیسے بن گیا۔ اسی طرح خان صاحب نے ایک اور روایت پیش کی کہ بھیڑیا نے ایک بار کلام کی تو نبی کریم علیہ السلام کے فرمان پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس پر میرا بھی ایمان ہے اور ابو بکر و عمر کا بھی ایمان ہے۔ خان صاحب اگر بھیڑیے والی روایت مکمل نقل کر دیتے تو اس میں قارئین کا بھی فائدہ ہوتا ہم وہ مفصل روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چارہا تھا ایک بھیڑیے نے آکر اس کی بکری کو اٹھالیا تو چرواہے نے اس سے اپنی بکری کو چھین لیا تو بھیڑیا اپنی دم دبا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھے رزق دیا تھا تم نے چھین لیا ہے تو چراو ہے نے کہا کہ عجیب بات ہے بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے تو بھیڑیے نے کہا کہ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مدینہ کے نخلستانوں میں ایسے نبی ظاہر ہوئے ہیں جو ماضی کی خبر بھی دیتے ہیں اور مستقبل کی بھی پھر وہ چرواہا نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ساری صورت حال بیان کی تو نبی کریم علیہ السلام نے بھیڑیے کی بات کی تصدیق فرمائی یہ حدیث پاک شرح السنہ کے اندر موجود ہے اور علامہ مٹھی نے مجمع الزوائد میں فرمایا کہ حدیث صحیح ہے۔

اور علامہ تنقیح الروات اور دیگر کتب میں تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے تو اس حدیث پاک سے نبی کریم علیہ السلام کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کے ارادے کے بغیر ہی بھیڑیا نبی کریم علیہ السلام کے عالم ماکان و مایکون ہونے کی گواہی دے جب نبی کریم کے ارادے کے بغیر ہی ورنہ بھی نبی کریم علیہ السلام کے علم غیب کی گواہی دیں تو پھر جب نبی علیہ السلام ارادہ فرمائیں گے تو پھر بھیڑیا کلام کیوں نہیں کرے گا جبکہ ہر نبی اور گوہ نے بھی نبی کریم علیہ السلام سے کلام کیا تھا جیسا کہ روح المعانی میں علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا کما صح عن اجدادنا رضی اللہ عنہم جب نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اختیار سے ہر نبی اور گوہ آپ کے ساتھ کلام کر سکتی ہے اور ہر نبی اپنے وعدے کے مطابق دوبارہ حاضر ہو جاتی ہے۔

نوٹ:

بھیڑیا بھی اس بات کا قائل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام ماکان و مایکون کو جانتے ہیں تو جتنا بھیڑیا مقام نبوت کو سمجھ گیا ہمارے یہ مہربان باوجود مولوی اور عالم کہلانے کے نہ سمجھ سکے نیز یہ صرف بھیڑیے کے بات ہی نہیں تھی نبی کریم علیہ السلام نے بھی بھیڑیے کی بات کی تصدیق فرمائی۔

نیز خان صاحب نے جو روایت کی ہے کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری اٹھالی اور چرواہے نے چھڑائی تو بھیڑیے نے کہا کہ اس وقت کیا صورت حال ہوگی جب ان کا حفاظت کرنے والا میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہوگا تو خان صاحب کی اس نقل کردہ روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم علیہ السلام کو بھیڑیے سے کلام کرنے کی قدرت نہیں تھی کیونکہ وقوع کی نفی سے قدرت کی نفی نہیں ہو سکتی نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی سموں سے جو مٹی لگ گئی تھی وہ بے جان چیز یعنی سونے کے پھڑے کے منہ میں رکھنے سے اس کے اندر بولنے کی طاقت آگئی جب جبرئیل امین علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں سے لگنے والی مٹی پھڑے کے کلام کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے تو نبی کریم علیہ السلام جو سید لکھو بین ہیں اور جبرئیل علیہ السلام آپ کے وزرا میں شامل ہیں بلکہ مختار قول کے مطابق آپ کے امتی بھی ہیں تو آپ کو اس امر پر قدرت کیوں نہیں ہو سکتی کہ آپ بھیڑیے سے کلام کروا سکتے ہیں نیز جب خان صاحب کے شیخ الہند لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات کے مالک ہیں نباتات ہو یا جمادات یا حیوانات یا نبی آدم سب کے آپ مالک ہیں۔ (ادارہ کاملہ ص ۱۵۲)

جب نبی کریم علیہ السلام تمام اشیاء کے مالک ہیں تو پھر ظاہر بات ہے کہ مالک کو اپنی مخلوق چیزوں میں تصرف کرنے کا کلی اختیار ہوتا ہے پھر خان صاحب کو اپنے اسماعیل دہلوی کی عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کی حکومت عرش سے لے کر فرش تک ہوتی ہے۔ تو آپ کے امام تو اولیاء کرام کو عرش سے لے کر فرش تک حاکم تسلیم کر رہے ہیں اور آپ نبی کریم علیہ السلام کی حکومت بھیڑیوں پر بھی تسلیم نہیں کرتے۔

خان صاحب کا ایک آیت کریمہ سے ناروا استدلال:

خان صاحب نے آیہ کریمہ۔

وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى

خان صاحب نے اس آیت کریمہ سے اپنا استدلال اس طرح کیا کہ ظاہری طور پر نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی خاک اور کنکریوں کی پھینکی تھی لیکن اس مٹھی خاک کا ہر لشکری کی آنکھ میں پڑ جانا اور پورے لشکر کی شکست کا سبب بن جانا یہ نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ ہے لیکن اس معجزہ میں بھی نبی کریم علیہ السلام کے ارادے و اختیار کو دخل نہیں تھا خان صاحب کی دلیل کا جواب خان صاحب کی سینہ زوری یہ ہے کہ اہل سنت کے دلائل کو اپنی طرف سے پیش فرما لیتے ہیں حالانکہ یہ آیہ کریمہ تو اہل سنت کی دلیل تھی جیسا کہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی نے تفسیر مدارک میں علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اسی طرح تفسیر صادی اور جمل میں اور روح المعانی اور روح البیان اور مرقاہ اور مدارج النبوة ان تمام کتب میں لکھا ہوا ہے کہ یہ پھینکنا اور اس مٹھی بھر خاک کا ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ جانا اس میں کسب تو نبی پاک علیہ السلام کا تھا اور خلق اللہ تعالیٰ کی تھی اب خان صاحب کہتے ہیں کہ نبی پاک علیہ السلام کے کسب کے بغیر ہی یہ معجزہ صادر ہوا اور یہ اکابر فرما رہے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادے اور اختیار سے یہ معجزہ صادر ہوا بلکہ خان صاحب کے پسندیدہ مفسر علامہ محمود آلوسی صاف طور پر لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ کمال بخشا کہ آپ نے ایک مٹھی بھر خاک سے پورے لشکر کو وقتی طور پر اندھا کر دیا اور آپ کے اس پھینکنے پر ایسا اثر مترتب ہوا جس کا انداز کرنے سے عقول قاصر ہیں۔

نوٹ:

خان صاحب کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے بس اور اختیار کے بغیر یہ معجزہ صادر ہوا خان صاحب خود ہی بتلائیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر پھینکی تھیں تو کیا آپ کا یہ ارادہ تھا کہ ان کافروں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں یہ بھاگ جائیں یا نہیں تھا اگر وہ کہیں کہ ارادہ نہیں تھا تو یہ تو بالکل لغو ہے کیوں ظاہر ہے کہ آپ نے اسی مقصد کیلئے خاک پھینکی ارادہ ہی نہ ہوتا تو آپ کیوں یہ خاک پھینکتے تو جب ارادہ اور اختیار ثابت ہو گیا تو معجزہ کا اختیاری ہونا بھی ثابت ہو گیا تو خان صاحب کا دعویٰ باطل ہو گیا خان صاحب ذرا احناف کے عقائد کے امام۔ امام ماتریدی کی اس عبارت پر غور کریں۔

ای اصاب رمیث المقصد الذی قصدت

(تفسیر ماتریدی جلد ۲ ص ۳۳۸)

تو خان صاحب کو چاہیے کہ عقائد کے احناف کے امام جو ہیں ان کی بات کو کم از کم تسلیم کر لیں کیونکہ آپ حنفی کہلواتے کچھ تو احناف کی بھی لاج رکھیں۔ اسی خان صاحب کے لئے امام ماتریدی کے یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں۔

ولكن الله بالغ ذلك المقصد الذی قصدت

اسی طرح امام ماتریدی مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

انه رمى كفامن تراب فغشى ابصار المشركين فانهمزوا بهذالك

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے ایک مٹھی خاک کی پھینکی اور اس مٹھی بھر خاک نے مشرکین کی آنکھوں کو اندھا کر دیا یا نبی کریم علیہ السلام نے مٹھی بھر خاک سے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اسی وجہ سے وہ شکست کھا گئے۔

نوٹ:

اس سے ملتا جلتا مضمون تفسیر مظہری جلد ۴ ص ۳۸-۳۹ پر مرقوم ہے اور تفسیر شیخ زادہ علی البہاوی جلد ۴ ص ۳۷۶ پر بھی موجود ہے۔

خان صاحب نے اپنے موقف پر ابن کثیر کی عبارت بھی پیش کی ہے کہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ تو صرف اللہ ہی کی ذات تھی جس نے یہ ریزے ان کافروں تک پہنچائے اور ان کی وجہ سے ان کو ذلیل کر دیا آپ نے یہ نہیں پہنچائے۔ لیکن خان صاحب کا اس عبارت سے نبی کریم علیہ السلام کے اس معجزے پر آپ کے کسب کی نفی کرنا یہ درست نہیں کیونکہ اگر ہم کسی کی طرف کوئی چیز پھینکیں تو جس کی طرف ہم نے کوئی چیز پھینکی ہے اس تک اس چیز کا پہنچنا تو خالص اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے لیکن اس پھینکنے والے کے ارادے کو بھی دخل ہوتا ہے اس لئے اگر کوئی آدمی کسی کو پتھر مارے تو اس پتھر کو اس تک پہنچانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن وہ پتھر پھینکنے سے کسی کو نقصان ہو جائے تو اس پر تادان لازم آ جاتا ہے تو جس طرح امور عادیہ کے اندر فعل کی خلق اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور حقیقی موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اسی طرح امور غیر عادیہ کے اندر حقیقی موثر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے اور کسب انبیاء اولیاء کا ہوتا ہے۔ خان صاحب ہمیں بتلائیں کہ اگر ایک آدمی کی طرف کوئی چیز پھینکیں اور اللہ تعالیٰ نہ پہنچانا چاہے تو کیا ہم وہ چیز اس کی طرف پہنچا سکتے ہیں تو جس طرح یہاں پہنچانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن کسب اور اختیار ہمارا ہے اسی طرح جب نبی کریم علیہ السلام نے کنگریاں پھینکیں اور تمام کفار کی آنکھیں ان کنگریوں سے بھر گئیں تو یہ کسب نبی پاک علیہ السلام کا تھا اور خلق اللہ تعالیٰ کی تھی۔

خان صاحب کا اہل سنت پر ایک بیہودہ الزام:

خان صاحب کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے وارمیت اور میت سے نبی کریم علیہ السلام کو خدا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تو خان صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خدا ماننے والا کافر ہے۔ لہذا یہ خان صاحب کا اہل سنت پر بے بنیاد اور جھوٹا الزام ہے اور اس طرح کے الزام لگانے والے کیلئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انما یفتخری الکذب الذین لا یؤمنون

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے

لعنة الله على الكاذبین

نیز خان صاحب کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کو صحابہ کو بھی خدا مان لینا چاہیے کیونکہ ارشاد باری ہے۔

فلم یقتلوهم ولكن الله قتلهم

سوان کافروں کو تم نے نہیں مارا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مارا ہے تو اس آیت کریمہ سے خان صاحب کے مذہب کی تردید ہوتی ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے جہاں صحابہ کرام کے قتل کی نفی کی ہے اور اپنے لئے اس کو ثابت کیا ہے۔ تو ظاہر بات ہے ان صحابہ نے اپنی تلواریں تو چلائیں تھیں اور ان کا ارادہ بھی یہی تھا کہ کفار کا قتل ہمارے ہاتھ سے ہو جائے تو اللہ رب العزت نے جو ان سے نفی فرمائی وہ خلق موت کی ہے اور اپنے لئے جس چیز کا اثبات کیا ہے وہ بھی موت کی خلق کا ہے کیونکہ دنیا جہاں میں جو بندہ بھی فوت ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے حقیقت میں اس کو مارنے والا تو اللہ ہی ہے لیکن اس کے باوجود جب ایک آدمی کسی کو قتل کرتا ہے تو حقیقت میں تو

مقتول کو اللہ نے ہی مارا ہے لیکن قاتل کے بھی تو ارادے و اختیار کو دخل ہوتا ہے تبھی تو اس سے قصاص لیا جاتا ہے اور دیت وصول کی جاتی ہے تو جس طرح یہاں کسب انسان کا ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی ہے اس طرح آیت کریمہ

وَمَارِمِيتَ اِذْ رَمِيتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

اور آیت کریمہ

فَلَمۡ تَقْتُلُوْهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ

میں خلق اللہ رب العزت کی ہے اور کسب صحابہ اور نبی پاک علیہ السلام کا ہے غیر اللہ کو غیر اہل سنت ہرگز خدا نہیں مانتے بلکہ یہ تو خان صاحب کے اسلاف کا نظریہ ہے کہ اپنے پیروں اور مولویوں کو خدا مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے شیخ الہند محمود الحسن مرثیہ گنگوہی میں لکھتے ہیں۔

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ

کہوں بار بار ارانی دیکھی میری بھی نادانی

یہاں صاف طور پر اپنے آپ کو کلیم کے منصب پر فائز کیا جا رہا ہے اور اپنے پیر گنگوہی کو خدائی منصب پر فائز کیا جا رہا ہے اگر خان صاحب واقعی اپنے موصد ہونے میں سچے ہیں تو اپنے شیخ الہند پر فتویٰ لگائیں۔

اسی طرح جب حسین احمد مدنی کا انتقال ہوا تو اس غالی مرید نے اس کے بارے میں مضمون لکھا۔ کہ کیا تم نے کبھی خدا کو بھی عرش نیچے آکر فانی انسانوں سے فروتنی کرتے ہوئے دیکھا ہے کیا تم نے تصور بھی کیا ہے کہ خدا اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کر ہمارے پاس رہے گا اور گلی کوچوں میں ہمارے ساتھ پھرے گا۔

(شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۰)

اب خان صاحب یہ بتائیں کہ اپنے پیروں اور مولویوں کو خدا تسلیم کرنے

کے حوالے ان کی کتابوں میں ملتے ہیں اور الزام اہل سنت کو دیا جاتا ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں کیا آخرت میں جواب دہی کا خوف بالکل جاتا رہا اور کیا خلق خدا اور خدا سے شرم بالکل باقی نہیں رہی کہ دن دیہاڑے اسے جھوٹ بولے جا رہے ہیں حالانکہ جس طرح کی باتیں اہل سنت کی طرف منسوب کی جا رہی ہیں وہ تو ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہے تو اس پر تو یہی بات سچی آتی ہے کہ۔

الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

باب کرامات کے غیر اختیاری ہونے میں خان صاحب کا

استدلال

احادیث نبوی کی روشنی میں اور اس کے جوابات

نمبر ۱:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہمان آئے اور کھانا کھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ جب تک حضرت سیدنا صدیق اکبر نہیں آئیں گے ہم کھانا نہیں کھائیں گے جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کو پتہ چلا کہ مہمانوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا تو آپ کو غصہ آیا اور آپ نے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا ان کی اہلیہ کو بھی طیش آیا انہوں نے بھی کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ہم سے کام غلطی سے ہو گیا کھانا لے آؤ چنانچہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی

اللہ عز نے بھی کھانا کھایا مہمانوں نے بھی کھایا اور جب انہوں نے کھانا شروع کیا تو جب وہ ایک لقمہ اٹھا لیتے تو اس سے اور زیادہ ظاہر ہو جاتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے تو ان کی اہلیہ نے عرض کیا کہ یہ تو پہلے سے تین گناہ زیادہ بڑھ گیا ہے یہ حدیث شریف بخاری و مسلم شریف میں ہے تو خان صاحب کا استدلال اس امر سے ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کرامت بھی ہے لیکن آپ کو پہلے علم ہی نہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے تو پھر ارادہ و اختیار کیسے ہو سکتا ہے۔

جوابی گزارش:

اس حدیث پاک سے تو حضرت سیدنا صدیق اکبر کی شان مبارک ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ نے ارادہ ہی نہیں کیا لیکن اللہ رب العزت نے آپ کی عزت افزائی کی خاطر کھانے میں تین گنا اضافہ کر دیا تو جب آپ ارادہ فرمایا لیتے تو اللہ تعالیٰ بطریق اولیٰ اپنے فضل و کرم کا اظہار فرماتا نیز اہل سنت اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ ہر کرامت ولی کے اختیار سے صادر ہوتی بلکہ جس طرح شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ

ظاہری شوند از قصد و از بے قصد

نمبر ۳:

خان صاحب نے ایک دوسری روایت اس طرح نقل کی ہے کہ دو صحابہ کرام سرکار علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوپہر تک گفتگو کرتے رہے جب واپس گھروں کو جانے لگے تو اگرچہ ان دونوں کے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی لٹھیاں تھیں لیکن ان میں سے ایک کی لٹھی روشن ہو گئی۔ اور وہ اس کی روشنی میں چلتے رہے جہاں سے آگ ہو کر انہوں نے اپنے اپنے گھروں کو جانا تھا تو وہاں سے دوسرے کی

لٹھی بھی روشن ہو گئی حتیٰ کہ دونوں اپنے گھروں تک پہنچ گئے اس حدیث پاک سے خان صاحب کا استدلال اسی امر سے ہے کہ یہ ان دونوں صحابہ کی کرامت ہے لیکن ان کو اس بات کا پہلے علم نہ تھا کہ ہماری لٹھیاں روشن ہو جائیں گی تو جب علم ہی نہیں تھا تو ارادہ و اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا۔

جوابی گزارش:

خان صاحب کی یہ دلیل بھی ان کے دعوے کو ثابت نہیں کر سکتی ہے کیونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی کرامت کسی ولی کا ارادہ سے صادر ہوتی نہیں سکتی تو یہ دعویٰ اس حدیث پاک سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مخصوص واقعہ میں اختیار کی لٹھی سے مطلقاً اختیار کی لٹھی نہیں ہوتی۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث پاک مروی ہے کہ ان کو بھی نبی علیہ السلام نے ایک چھڑی عطا فرمائی اور فرمایا تیرے دس ہاتھ آگے روشنی کرے گی اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی اور تیرے گھر میں ایک سانپ ہوگا اس کو مار دینا حدیث پاک مسند امام احمد اور صحیح ابن جہان میں موجود ہے تو شیخ محقق ان دونوں احادیث کی تشریح کرتے ہوئے مدارج النبوة میں ارشاد فرماتے ہیں ایں احادیث اول دلیل اند بر نورانیت آنحضرت علیہ السلام و سرایت نورانیت دے بخادمان درگاہ و بمانند عصا و تازیانہ ایشان چہ جائے ذوات و اعضائے ایشان۔

(مدارج النبوة جلد اول ص ۱۱۰)

یہ احادیث نبی کریم علیہ السلام کی نورانیت پر واضح دلیل ہیں۔ بلکہ آپ کے نور اقدس کے خادمان ہر گاہ میں بلکہ ان کی چھڑیوں میں بھی سرایت کرنے پر ان کی ذوات اور اعضا میں آپ کی نورانیت کے سرایت کرنے پر اس کا اندازہ ہی کیا

ہوسکتا ہے۔ تو شیخ علیہ الرحمۃ کی اس تشریح سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کا ان کی لائچیوں کو روشن کر دینا یہ سرکار علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ آپ کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام نے چاہا تھا کہ میرے ان صحابہ کی لائچیاں روشن ہو جائیں کیونکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک صحابی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی قوم کی طرف دعوت اسلام کے لئے آسان فرمایا اس نے عرض کیا کہ کوئی ایسا نشان عطا فرمائیے جو ان کیلئے علامت صدق بن جائے پس نبی کریم علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور پیدا کر دیا انہوں نے عرض کیا کہ لوگ تو اس کو برص خیال کریں گے تو نبی کریم علیہ السلام نے وہ نور ان کے عصا کے اندر منتقل فرما دیا اس حدیث پاک سے پہلی دو حدیثوں کی وضاحت ہوگئی کہ ان چھڑیوں کا روشن ہو جانا نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ بھی ہے اور آپ اس کے صادر کرنے کے اندر با اختیار بھی ہیں کیونکہ صحابی کا یہ عرض کرنا کہ آپ اس نور کو آنکھوں کے علاوہ کہیں اور منتقل فرما دیں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معجزات سرکار علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوئے کیونکہ اگر ان معجزات میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہ ہوتا تو صحابی کا یہ عرض کرنا کہ میری آنکھوں والا نور کہیں اور منتقل فرما دو اس کا کوئی مطلب نہیں ہوسکتا تو اس حدیث سے جو سرفراز صاحب نے پیش کی ان کے اس عقیدہ کی بیخ کنی ہوتی ہے کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہ السلام بے اختیار ہوتے ہیں بلکہ اس سے تو اہل سنت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام معجزہ کے صدور میں سے با اختیار ہیں۔

نمبر ۳:

خان صاحب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

راستہ بھول گئے اور سامنے سے ہر شیر ظاہر ہو گیا حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تو نبی علیہ السلام کا غلام ہوں تو شیر اپنی دم ہلاتا ہو آپ کے قریب آیا اور ان لے کر آگے آگے چلنے لگا حتیٰ کہ ان کو لشکر کے ساتھ جا ملایا۔

خان صاحب کا یہاں سے استدلال یہ ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کی کرامت تو ہے لیکن اس میں آپ کو ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے لیکن خان صاحب کا یہ استدلال محل نظر ہے کیونکہ خان صاحب کو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی چاہتے تھے کہ شیر سے ان کو جان بچ جائے اور وہ لشکر میں پہنچ جائیں تو کیا ان کا شیر سے بچ جانا اور لشکر میں پہنچ جانا اور امر فرق عادت نہیں تو جب امر خارق للعادت ہے اور ان کے ارادے سے صادر ہو رہا ہے تو ظاہر امر ہے کہ یہ کرامت ان کے ارادے و اختیار کے ساتھ ہی صادر ہو رہی ہے کیونکہ آپ نے جو شیر سے کہا کہ میں نبی کریم علیہ السلام کا غلام ہوں تو آپ بھی چاہتے تھے کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا نام سن کر مجھے نقصان پہنچانے سے باز رہے تو آپ کی خواہش پوری ہوگئی نیز خان صاحب نے کیا قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر نہیں پڑھا۔

ومن تکن برسول اللہ تصرتہ ان تلقہ الاسد فی اجامہا تجم

ترجمہ:

جس کو نبی کریم علیہ السلام کی مدد حاصل ہو جائے ان کو اگر شیر بھی غاروں میں ملیں تو دم بخود رہ جائیں اور تھانوی صاحب لکھتے ہیں یہ قصیدہ الہامی ربانی سے لکھا گیا ہے۔

نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جرتج والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قسطلانی۔ حافظ بدر الدین، امام نووی، قاضی عیاض علیہم الرحمۃ نے لکھا

ہے کہ کرامت ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی ہے۔ تو پھر خان صاحب کو مان لینا چاہیے کہ بعض اوقات کرامات اختیار اور ارادے سے بھی صادر ہوتی ہیں اور اس ضمن میں احادیث مصطفیٰ علیہ السلام اور اقوال علما کرام ہم کثرت سے گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں۔

نمبر ۴:

خان صاحب نے ایک حدیث پاک بیان کی ہے جس میں نبی کریم علیہ السلام نے تین آدمیوں کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ غار میں پھنس گئے تھے تو ان تینوں نے اپنی اپنی نیکی کو یاد کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ رب العزت نے ان کی نیکیوں کے طفیل غار کے منہ پر پڑا ہوا پتھر ہٹا دیا تو خان صاحب اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کہ حدیث پاک میں ان لوگوں کی کرامات کا ذکر بھی ہے لیکن اس کرامت کے صدور میں ان کے کسب کو دخل نہیں تھا تو خان صاحب کا یہ استدلال ان کے دعوے سے بالکل مطابقت کوئی نہیں رکھتا کیونکہ خان صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی کرامت کسی ولی کے ارادے سے صادر نہیں ہوتی تو دعویٰ عام ہے دلیل خاص ہے تو یہ استدلال کا کوئی قسم نہیں ہے کہ بندہ جزوی واقعات سے قاعدہ کلیہ ثابت کر لے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ پتھر کا غار کے منہ سے ہٹ جانا یہ ان بزرگوں کی کرامت تھی جو کہ ان کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتی تھی خان صاحب ہی بتلائیں کہ جب وہ تینوں حضرات اللہ بارگاہ میں دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ اگر ہمارے وہ اعمال تیری رضا کیلئے تھے تو ان اعمال کے صدقے ہماری یہ مشکل آسان کر دے تو کیا وہ یہ چاہتے تھے کہ غار کے منہ پہ پڑا ہوا پتھر ہٹ جائے یا نہیں چاہتے

تھے اگر نہیں چاہتے تھے تو دعا کیوں کی اور اگر چاہتے تھے تو پھر خان صاحب کے مذہب کی نیا ڈوب گئی۔

نیز خان صاحب کا یہ نظریہ بھی بڑا عجیب ہے کہ کرامت وہی ہوتی ہے جو کسی کے ہاتھ پر صادر ہو حالانکہ کرامت کا اسی چیز کے اندر حصہ نہیں ہے بلکہ بعض اوقات اولیا کرام کسی امر کی دعا کرتے ہیں اور عادتاً اس امر کے وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نہیں ہوتا لیکن اللہ رب العزت اپنے ولی کی دعا کی وجہ سے اس امر کو واقع کر دیتا ہے مثلاً ایک آدمی کو بظاہر اولاد ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو اللہ رب العزت اپنے کسی ولی کی دعا کی وجہ سے اس کو اولاد سے سرفراز کر دے۔

تو خان صاحب ہی بتائیں کہ کیا یہ اس ولی کی کرامت نہیں ہوگی نیز آپ کے تھانوی صاحب بھی تو ایک مجذوب کی دعا سے پیدا ہوئے اور اس مجذوب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تیرے دو بیٹے ہوں گے ایک کا نام اشرفی ہوگا اور ایک کا نام اکبر علی ہوگا جیسا کہ مکمل واقعہ ارواح شگاشہ میں مرقوم ہے۔ تو کیا خان صاحب ہی بتلائیں کہ مجذوب کا تھانوی صاحب کی کی ولادت کی خبر دینا اور تھانوی صاحب کا اس کی دعا سے متولد ہونا کیا اس مجذوب کی کرامت نہیں ہے اور آپ کے سید احمد شہید کو غوث پاک اور خواجہ نقشبندی کا قادری اور نقشبندی بنانا کیا ان بزرگوں کی کرامت نہیں اور کیا یہ کرامت ان کے اختیار سے صادر ہوتی ہے یا بے اختیار صادر ہوتی ہے؟ اگر بغیر اختیار کے صادر ہوتی تھی تو پھر شاہ اسماعیل کا یہ لکھنا کہ دونوں ارواح کے درمیان تنازعہ رہا اس کا کیا مطلب ہوگا۔

نوٹ:

خان صاحب نے جو غار والی حدیث پاک نقل کی ہے اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کے چاہنے سے غار کے منہ پر پڑے ہوئے پتھر ہٹ جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود خان صاحب کا نبی کریم علیہ السلام کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ اولیاء عظام کے چاہنے سے ان کی مشکل دور ہو جائے اور وہ بھی بنی اسرائیل کے اولیاء ہوں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کی امت کے اولیاء کی کیا شان ہوگی اور پھر سید الانبیاء علیہ السلام کی کیا شان ہوگی؟ تو پھر خان صاحب کا یہ کہنا کہ اولیاء کرام کی دعا سے پتھر ہٹ گیا اور نبی کریم علیہ السلام کے چاہنے سے کچھ بھی نہیں ہوتا تو یہ ایسا گورکھ دھندہ ہے جو ہماری عقل سے بالاتر ہے۔

خان صاحب کا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں اور ان کو ایمان میں اخلاص کا درجہ حاصل ہوتا ہے ان کرامات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے۔

تو خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آیا کیوں کہ اس عبارت میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کرامات کے صدور میں اولیاء کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس اہل سنت کا نظریہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کرامات کے ذریعے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عزت بخشا ہے تو اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ کرامات ان کے ارادے سے صادر ہوتی ہیں کیونکہ اگر وہ ارادہ کریں اور کرامت صادر نہ ہو تو پھر

ان کی عزت افزائی تو نہ ہوگی بلکہ توہین ہوگی جس طرح میلہ کذاب نے کانے کی آنکھ پر ہاتھ پھیرا تو وہ کان نہ رہا بلکہ اندھا بن گیا تو اگر اولیاء کرام کی کرامات کا صدور ان کے ارادے کے مطابق نہ ہو سکے تو ان کی بھی توہین لازم آجائے گی نیز ہم اس مسئلے کی وضاحت کیلئے شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی کتاب جمعاعات کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ ایں فقیر را آگاہانیدہ اند کہ خوارق عادات در حد ذات خویش امور عادیہ اند و ازین معنی کہ سنت اللہ جاری شدہ کہ چون نفس ناطقہ کہنہ و حیلہ بر مرتبہ رسد اور امور غیبیہ متکشف شوند یا دعائے او مستجاب شود و علیٰ هذا القیاس ہم چنان کہ سنت اللہ جاری شدہ کہ چون کسے اثر یاق خورد اثر زہر ازوے منفع مے گردد یا گوشت و من تناول کند قوی تر شود علیٰ هذا القیاس لیکن چون مخالف عادت معروفہ است اور خوارق عادت گویند نیز آگاہانیدہ اند کہ ہر نوع از خوارق کسب است کہ چون ہاں تمسک نمایند آن خوارق ازوے صادر شود۔

ترجمہ:

جاننا چاہیے کہ اس فقیر کو مطلع کیا گیا کہ خوارق عادات بذات خود امور عادیہ ہیں اس معنی کے لحاظ سے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ جب نفس ناطقہ اپنے کسب اور محنت کے ساتھ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کیلئے امور غیبیہ متکشف ہو جاتے ہیں اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے کہ جب کوئی تریاق کھائے تو زہر کا اثر اس سے دور ہو جاتا ہے یا گوشت اور گھی کھائے تو وہ طاقتور ہو جاتا ہے لیکن چون کہ کرامت عام عادت کے مخالف ہوتی ہے اور مردہ طریقہ کار کے برعکس اس کا ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو خوارق عادت کہتے ہیں شاہ

صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ خرق عادت میں سے ہر قسم جو ہے وہ ایک کسب ہے (کسی چیز ہے) تو جب اس کسب کے ساتھ تمسک کیا جائے تو وہ خرق عادت اس سے صادر ہو جاتا ہے۔

تو شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح عام آدمی اگر زہر کے اثر کو دور کرنا چاہے تو تریاق کھانے سے زہر کا اثر اس سے دور ہو جاتا ہے یا جس طرح گوشت اور گھی کھانے سے طاقتور ہو جانا عام آدمی کے بس میں ہے اس طرح کرامت کا صدور بھی اولیاء کرام کے بس میں ہے گویا شاہ صاحب فرماتا ہے چاہتے ہیں کہ جس طرح عام آدمی کیلئے امور عادیہ ہوتے ہیں اولیاء کرام کیلئے امور غیر عادیہ ان کے بس میں ہوتی ہے۔

سرفراز صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۱۲ پر لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے معانی سمجھنے کیلئے دل کا نکھر اور دنیا کی محبت اور گناہوں کے اقرار کی محبت سے خالی ہونا ضروری ہے خان صاحب کہتے ہیں کہ یہ تمام عیوب اہل سنت میں موجود ہیں۔ ہم خان صاحب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کا یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ وہ معصوم ہیں لیکن وہ خان صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی طرح بارگاہ رسالت میں گستاخ نہیں ہیں کیا خان صاحب نے بخاری شریف کی حدیث نہیں پڑھی ایک آدمی بار بار شراب پیتا تھا تو اس کو سرکار علیہ السلام کی خدمت میں لایا جاتا اس کو سزا دی جاتی تو بعض صحابہ نے اس پر لعنت بھیجی تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس پر لعنت نہ کرو۔

انہ یحب اللہ ورسولہ

لہذا خان صاحب کو اس طرح کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ گناہوں سے پاک ہیں اور اہل سنت و جماعت گناہوں سے تھڑے ہوئے ہیں۔ اگر خان صاحب

کا بقول ان کے اور کوئی گناہ بھی نہ ہو لیکن ان کی جو گستاخانہ عبارات ہیں ان کی وجہ سے وہ اپنے ایمان سے جب محروم ہو چکے ہیں اور ان کے نامہ اعمال میں ان تجلید اعمالکم کی وجہ سے کوئی نیکی باقی نہیں رہیں تو وہ کس منہ سے اپنی نیکیوں پر ناز کرتے ہیں۔

نوٹ:

جو حضرات دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارات کا تفصیلی مطالعہ کرتے ہیں وہ حضور غزالی زمان کی کتاب الحق المبین۔ تعارف علمائے دیوبند۔ دیوبندی مذہب۔ دعوت فکر۔ اور راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جو دو جلدوں میں چھپ چکی ہے کا مطالعہ فرمائیں۔

خان صاحب نے یہ بھی مشورہ دیا ہے کہ اہل سنت و جماعت دیوبندی ہو جائیں تو ان کے دلوں کی بستیاں آباد ہو جائیں گی تو خان صاحب سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ آپ ہمیں یہ مشورہ نہ دیں کیونکہ ہمارے اندر تو دنیاوی آگ برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں چہ جائیکہ اخروی آگ برداشت کریں اور ہمیشہ کیلئے کریں اور اس امر کے مصداق بن جائیں۔

بخالدین فیہا ابدان

ان المنفقین فی الدولۃ الاسفل من النار

نیز خان صاحب کا یہ کہنا کہ اہل سنت بدعتی اور مشرک ہیں تو اس الزام کی حقیقت کا جائزہ لینے کیلئے ہم قارئین سے گزارش کریں گے کہ علامہ ارشد القاری علیہ الرحمۃ کی کتاب زلزلہ کا مطالعہ فرمائیں اور انصاف کریں کہ جن امور کی وجہ سے اہل سنت کو مشرک بدعتی کہا جاتا ہے کہ وہ امور بدرجہ اتم ان حضرات میں موجود ہیں یا نہیں

اور اپنے اکابر کیلئے ان تمام امور کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں کرتے جن امور کا نبی کریم علیہ السلام کیلئے تسلیم کرنا شرک قرار دیتے ہیں۔ لہذا خان صاحب اپنے ساتھ ساتھ ہمیں بھی خلود فی النار کا مستحق بنانا چاہتے ہیں اور موحّد بننے کی دعوت دیتے ہیں لیکن ہم ایسی توحید کو بھی جس میں بزرگان دین کی تعظیم کی بجائے توہین کا درس دیا جائے اس کو شیطانی توحید سمجھتے ہیں لہذا خان صاحب اس کا مصداق نہ بنیں۔

خود بھی ڈوبے تھے صنم تھے کو بھی لے ڈوبیں گے

اس لئے ہمارا بیڑہ غرق نہ کریں اور کرم کریں

باب خان صاحب کا علماء امت کے اقوال سے غلط استدلال:

خان صاحب نے بعض علماء کے حوالہ جات اس بارے میں پیش کیے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ساتھ نہ خلق میں نہ تقدیر میں اور نہ وجوب وجود کے اندر کوئی شریک ہے اسی طرح رزق دینے والا وہ ہے اسی طرح کی عبارتیں خان صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت ملا علی قاری، امام شعرانی، شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی نقل کی ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں تصرف کرنے والا کوئی نہیں اور کوئی کسی چیز کا مختار نہیں سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں لیکن خان صاحب نے جتنے بھی یہ حوالے پیش کیے سب بے سود ہیں کیونکہ اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ رب العزت ہی کائنات میں تصرف ہے بلکہ اہل سنت و جماعت کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں بھی اللہ تعالیٰ ہی تصرف ہے اس کی مرضی کے بغیر کوئی اپنا ہاتھ نہیں بلا سکتا البتہ خان صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ ماتحت الاسباب میں تو

بندے متصرف ہیں لیکن مافوق الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے۔

خان صاحب نے جو ان عبارات کا مطلب سمجھا ہے اگر وہ مراولیا جائے تو پھر ان آیات کریمہ کا کیا مطلب ہوگا جن میں ارشاد باری تعالیٰ کہ اللہ رب العزت ہی تمام ملکوں کا مالک ہے جس کو چاہے سارا عطا کر دے اسی طرح سلیمان علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کی بادشاہی عطا فرمائی جس کے بارے میں مفصل حوالہ جات ہم پچھلے اوراق میں دے چکے ہیں اور ہم نے قرآن پاک کی تفاسیر معتبرہ اور بلکہ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی اور ان کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی شیخ الہند محمود الحسن کے حوالہ جات سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے خان صاحب نے اس طرح کی بھی عبارات نقل کی ہیں کہ تمام کائنات کے معاملات کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق کے تمام احوال اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے وابستہ ہیں لیکن خان صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ماتحت الاسباب امور میں بندے متصرف ہو سکتے ہیں مافوق الاسباب میں نہیں ہو سکتے تو پھر خان صاحب کی ان عبارات سے تو پتہ چلتا ہے کہ ماتحت الاسباب میں بھی بندے متصرف نہیں ہیں نیز خان صاحب ہی بتلائیں کیا ملک الموت کو اللہ رب العزت نے روح قبض کرنے کی طاقت دی ہے یا نہیں کیا روح قبض کرنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اگر ماتحت الاسباب ہے تو کیا خان صاحب بھی کسی کی روح قبض کر سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب ہے تو کیا ملک الموت روح کے قبض کرنے میں متصرف نہیں ہے یا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے حالانکہ ارشاد ربانی ہے۔

اللہ يتوفى الانفس حين موتها

اور یہ بھی ارشاد پاک ہے۔

قل يتوفىكم مملكت الموت الذی وکل بکم

تو ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت کے متصرف ہونے سے مخلوق کے متصرف ہونے لگی نہیں ہوتی خان صاحب نے جو باتیں نقل کی ہیں کہ کائنات میں اکیلا خدا ہی متصرف ہے تو ان کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ حقیقی متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ رب العزت معاذ اللہ معطل ہے جس طرح روزی و رزق دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن میکائیل علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے روزی پہنچانے کی ذیولٹی سونپ رکھی ہے۔

خان صاحب کا ایک عجیب خط:

خان صاحب نے اپنی اس کتاب راہ ہدایت میں اس امر پہ بڑا زور دیا ہے کہ کوئی مافوق الاسباب نہیں ہے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے بڑی بینا کا حوالہ پیش کیا کہ ہر چیز کے کچھ طبعی اسباب ہوتے ہیں تب وہ وجود میں آتے ہیں پھر خود ہی کہہ دیا کہ ابن علی سینا دینی مقتدا نہیں ہے اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہے جس طرح آپ کہتے ہیں۔ تو پھر یہ فرق کیوں کرتے کہ مافوق الاسباب ماتحت الاسباب پھر تو ہر چیز ہی ماتحت الاسباب بن گئی دوسری گزارش یہ ہے کہ فی الواقع ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے یہ بات مسلم ہے لیکن بزرگان دین جب یہ لفظ بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو چیز عام عادی اسباب کے ذریعے واقع ہو وہ ماتحت الاسباب ہے اور جو چیز عام عادی اسباب سے مٹ کر ہو وہ مافوق الاسباب ہوتی ہے۔ جس طرح ایک آدمی پانی پی کر سیر ہو جائے اور اس کی پیاس بجھ جائے پانی پینے سے اس کی پیاس کا بجھ جانا اس کا تعلق ماتحت الاسباب امور سے ہے اور کسی بزرگ کی زبان چوسنے سے پیاس کا بجھ جانا یہ مافوق الاسباب امور میں شمار ہوتا ہے۔

خان صاحب سے ایک سوال:

اگر آپ کے نزدیک تحت الاسباب ہی تھی تو پھر آپ نے تنقید متین میں یہ کیوں کہا کہ ماتحت الاسباب امور میں استعانت جائز ہے اور مافوق الاسباب امور میں استعانت شرک پھر حضرت کو یہ فرق کرنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی خان صاحب کو چاہیے کم از کم سوچ سمجھ کر کوئی بات کیا کریں تاکہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

نوٹ:

خان صاحب اس کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے ملک عطا فرمایا تھا وہ ماتحت الاسباب تھا ہم قارئین کے سامنے دوبارہ حضرت سلیمان علیہ السلام والی آیت پیش کرتے ہیں وہ خود انصاف فرمائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا۔

رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب۔ ففسخونا له الريح تعجری بامرہ رخاء حیث اصاب۔ والشیاطین کل بناء وغواص واکثرین مقررین فی الاصفاد هذا عطاؤنا فامنن او املک بغیر حساب۔

ترجمہ:

اے اللہ مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے علاوہ کسی کے لائق نہ ہو بے شک تو سب سے بڑا عطا کرنے والا ہے پھر ہم نے ہوا ان کے تابع کر دی جو ان کے حکم سے جہاں چاہتے تھے چلتی تھی اور شیطان اور عمارتیں بنانے والے اور سمندروں میں غوطے لگانے والے اور بیڑیوں میں بندھے ہوئے جن ان کے ماتحت کر دیئے اس کے بعد فرمایا کہ یہ ہماری بخشش ہے چاہے احسان کرو یا روکے رکھو۔ تم سے کوئی

صاحب کتاب نہیں ہوگا۔

اسی آیت کے تحت کتب تفسیر میں یہی لکھا ہوا ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا مثلاً تفسیر مظہری، تفسیر صاوی، تفسیر قرطبی، تفسیر بیضاوی، تفسیر کشاف، تفسیر کبیر، روح البیان، روح المعانی، تفسیر جمل، تفسیر خازن، تفسیر مازیدی، ان تمام کتب اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب میں تصریح ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا مثلاً البحر المحیط، تفسیر زاد المسیر، تفسیر معالم التنزیل، مدارک، بیضاوی، شیخ زادہ، خفاجی علی البیضاوی، تفسیر حسینی، تفسیر ابن جریر، نیشاپوری، ابن کثیر۔

اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ معجزہ امور عادیہ میں ہوتا ہے یا امور غیر عادیہ میں اگر معجزہ امور عادیہ کے اندر صاد ہو جاتا ہے تو پھر اس سے تو ثابت ہوا کہ غیر انبیاء کرام بھی معجزے دکھاتے رہیں کیوں کہ امور عادیہ تو ہر کسی کے اختیار کے تحت ہوتے جناب کچھ تو عقل کی بات کیا کرو

نوٹ:

خان صاحب ویسے تو اہل سنت پر طعن کرتے ہیں کہ خواہش نفس کی پیروی اور تکبر کی وجہ سے ان کو قرآن پاک کو سمجھنے کی توفیق نہیں ہوتی لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ بموجب مشہور مقولہ

المرء بقیس علی نفسه

حضرت نے اپنا ہی حال بیان کیا۔

خان صاحب اہل سنت کی فکر نہ کریں اور نہ ہی ان کو نصیحتیں کریں بلکہ وہ اپنی فکر کریں ہم خان صاحب سے عرض کرتے ہیں۔

اے بلیل رنگیں نوا تجھ کو تو پڑی ہے گانے کی

مگر مجھ کو تو پڑی ہے تیرے آشیانے کی

خان صاحب کو اتنا سمجھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ ہوا کا سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق چلنا جنوں شیطانوں کا ان کے تابع ہونا اور کچھ جنوں کا بیڑیوں میں ان کی حراست میں ہونا یہ ماتحت الاسباب امور ہیں یا مافوق الاسباب کیا ہمیں بھی ایسے امور پر قدرت حاصل ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کو تھی ماتحت الاسباب قدرت میں تو ہمارے بندے ہی یکساں ہوتے ہیں ہم قارئین سے دوبارہ گزارش کریں گے کہ اس آیت کی تفسیر میں اشرف علی تھانوی اور شبیر احمد عثمانی کی تفاسیر جو ہم پچھلے اوراق میں ذکر کر چکے ہیں دوبارہ ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب نے یہ جو عبارتیں نقل کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پہ واحد متصرف ہے کوئی اس کے علاوہ ملک میں شریک نہیں تو کیا جن دنوں میں اللہ رب العزت نے سلیمان علیہ السلام کو یہ سارے تصرفات عطا فرمائے تھے وہ خدا کے شریک بن گئے تھے اگر سلیمان علیہ السلام بھی اتنے عالی شان ملک کے باوجود خدا کے شریک نہیں بنے تو نبی کریم علیہ السلام کیلئے اگر زمین آسمان کی حکومت اللہ تعالیٰ کی عطا سے تسلیم کر لی جائے پھر سرکار علیہ السلام خدا کے شریک کیسے بن سکتے ہیں۔

نیز خان صاحب یہ بھی ارشاد فرمائیں کیا کسی بڑے سے بڑے دنیاوی بادشاہ کو اللہ رب العزت نے اتنا عظیم الشان ملک عطا فرمایا ہے جو سلیمان علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے یہ عجیب تحت الاسباب تصرف ہے جو سلیمان علیہ السلام کے علاوہ کسی دنیاوی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوا جنوں پر بھی آپ کی حکومت ہو شیطانوں پر بھی

ہواؤں پر بھی آپ کی حکومت ہو اور آصف بن برخیا جیسے صحابی آپ کے تابع فرمان ہیں جو چشم زدن میں تخت لاکر پیش کر دیں اور ایسے قوی ہو کر جن ان کے تابع فرمان ہوں۔ جو محفل پر خواست ہونے سے پہلے تخت حاضر کرنے پر قادر ہوں اتنی عظیم الشان حکومت کے باوجود اگر سلیمان علیہ السلام صرف ماتحت الاسباب میں ہی متصرف تھے تو پھر پتہ نہیں مافوق الاسباب کس چیز کا نام ہے۔

خان صاحب سے ایک گزارش:

خان صاحب نے اس کتاب میں تفسیر اقان کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس کے دل میں تکبیر ہو یا خواہش نفس کا پیروکار ہو اس کو قرآن پاک کی سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی اور خان صاحب کے متکبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ مولانا حسین الدین شاہ صاحب کو علمی گہرائی حاصل نہیں ہے اور علمی طور پر ہر وہ بالکل ناقص ہیں لہذا ان کو چاہیے کہ کچھ عرصہ علماء دیوبند سے آکر پڑھ لیں تاکہ انہیں کچھ علم حاصل ہو جائے۔

خان صاحب کا یہ مشورہ دینا ان کے متکبر ہونے کی دلیل ہے خان صاحب یہ بتائیں کہ جو علماء دیوبند بریلی کی تقسیم سے پہلے گزر رہے ہیں ان کو علمی رسوخ کیسے حاصل ہو گیا مدرسہ دیوبند اور باقی دیوبندی مدارس تو بعد میں وجود میں آئے اور ان کا رسوخ علمی اتنا ہے کہ کوئی دیوبندی ہو یا بریلوی ہو ان کی کتابوں کا محتاج ہے۔ تو خان صاحب کا اس طرح کے دعوے کرنا یہ دوسروں کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے اور حدیث شریف جو مسلم شریف میں مروی ہے اس میں نبی کریم علیہ السلام نے تکبر کی یہی تعریف فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا

الکبر بظن الحق و غمط الناس

کہ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کا انکار کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے اسلئے خان صاحب کو چاہیے کہ اپنی متکبرانہ روش کو چھوڑ کر توبہ کر کے سنی ہو جائیں اسی میں ان کا بھلا ہے ورنہ آخرت کے اندر سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ اپنے ٹھکانے میں جا کر یہ کہیں گے۔

سواء علينا اجر عنا ام صبرنا مالنا من محيص

باب مدبرات امر کے بارے میں ایک بحث اور خان صاحب کے وساوس کا ازالہ:

صاحب نور ہدایت مولانا حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے آیہ کریمہ

فالمداہرات امرا

کی تفسیر میں تفسیر کبیر، خازن، معالم، جمل کے حوالہ سے لکھا کہ جبرئیل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل علیہ السلام امور الہیہ کی اہل زمین میں تدبیر و تقسیم فرماتے ہیں جبرئیل علیہ السلام ہوا اور لشکروں پر موکل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی پر مقرر ہیں عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انہیں حکم پہنچانے پر متعین ہیں اور حضرت شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی کے حوالہ سے لکھا کہ مدبرات امرا سے مراد ملائکہ عظام جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل مع احوالہم و جودہم کہ ہر ایک برائے تدبیر امور کو نبی مقرر فرمودہ اندر تو خان صاحب بھڑا دے ان تفاسیر کے حوالوں کا کیا جواب دے سکتے تھے اس لئے زبان درازی پر اتر آئے اور حضرت شاہ صاحب کو بخشتی اونٹ کے ساتھ تشبیہ دے دی اور خان صاحب کی بوکھلاہٹ کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس اس آیت کریمہ سے

استدلال کا کوئی جواب نہیں تھا ہم خان صاحب کی اطلاع کیلئے مزید عرض کرتے ہیں کہ صرف ان تفاسیر میں یہ تفسیر نہیں کی گئی بلکہ تفسیر ابن کثیر جو خان صاحب کی معتد علیہ تفسیر ہے، تفسیر مظہری، تفسیر کشاف، تفسیر روح المعانی، تفسیر روح البیان، تفسیر زاد المسیر، تفسیر نیشاپوری، تفسیر درمنثور، تفسیر صاوی، تفسیر قرطبی، مدارک اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی تفسیر عثمانی میں یہی تفسیر بیان کی ہے تو اہل سنت کا استدلال یہ تھا کہ مدبر امر تو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے لیکن اللہ رب العزت نے یہ صفت فرشتوں کیلئے بھی ثابت کی ہے تو جب تک ذاتی عطائی کا فرق نہیں کیا جائے گا ان آیات میں تطبیق نہیں کی جائے گی خان صاحب اہل سنت کے اس استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کا متصرف ہونا اس آیت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ اعتقادی مسائل قیاسی نہیں ہوتے تاکہ ملائکہ مدبر اور متصرف ہونے سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متصرف ہونے پر استدلال کیا جاسکے۔

جوابی گزارش:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر کسی غیر اللہ کا متصرف ہونا شرک ہے تو قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کیا قرآن عظیم سے شرک بھی ثابت ہو جاتا ہے اور پھر خان صاحب نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہے کہ مافوق الاسباب طریقے پر مختار کل اور متصرف فی الامور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سرورق پر یہ بات لکھنے کے باوجود اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۸ پر حضرت نے یہ تسلیم کر لیا کہ ملائکہ کائنات کے اندر متصرف ہیں۔

تو پھر خان صاحب خود ہی بتلائیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی متصرف فی الامور

ہے تو پھر فرشتے کیسے متصرف ہو گئے کیا خان صاحب کے نزدیک فرشتے غیر اللہ نہیں ہیں؟ صرف انبیاء کرام اور اولیاء عظام غیر اللہ ہیں نیز جب خان صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ کائنات میں متصرف ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور کسی غیر اللہ میں ماننا شرک ہے تو اپنے قول کے مطابق خان صاحب خود مشرک ہو گئے۔

خان صاحب کا دوسرا اعتراض:

خان صاحب کہتے ہیں کہ عقیدے کے لئے قطعی دلیل چاہیے اور اس کی تو کئی تفسیریں کی گئی ہیں لہذا یہ تو ظنی دلیل ہے اور ظنی سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا تو خان صاحب کی اس بے جا حرکت کے جواب میں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ ہر عقیدہ قطعی نہیں ہوتا بعض عقائد ظنی بھی ہوتے ہیں اور ظنی عقائد پر ظنی دلائل قائم کیے جاسکتے ہیں جیسا کہ شرح عقائد نیر اس اور شرح مقاصد میں اس کی تصریح موجود ہے۔
نوٹ:

نیر اس کے صفحہ ۵۹۸ شرح مقاصد جلد ۲ ص ۱۹۹ شرح مواقف ۶۹۹ نیز عقائد نشی میں بھی افضلیت رسل بر ملائکہ کی بحث میں یہ تصریح موجود ہے۔

خان صاحب کا تیسرا اعتراض:

خان صاحب کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کی کئی تفاسیر ہیں لہذا اس آیت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے جواب میں گزارش یہ ہے کہ جس آیہ کریمہ کی کئی تفسیریں کی گئی ہوں اگر اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا تو پھر تو قرآن مجید کی کسی آیہ کریمہ سے استدلال کرنا صحیح نہیں رہے گا کیونکہ ہر آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین کرام کئی

کئی تفاسیر فرمادیتے ہیں اس لئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے اپنے حاشیہ بیضاوی میں ارشاد فرمایا استدلال باحد التفاسیر اور بات ہے اور استدلال باحد الاحتمالین اور بات ہے خان صاحب نے اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت کی احکام شریعت کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا بواسطہ فرشتگان اور سیارگان اور عقول عشرہ ہی ہو رہا ہے یا ہر آن میں بلا توکل ان سب کے خود حاکم حقیقی نظم نسق فرماتا ہے اعلیٰ حضرت نے جواب بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر حاکم حقیقی عزوجل پاک ہے اس سے کہ کسی سے توکل کرے وہی اکیلا حاکم اکیلا خالق۔ اکیلا مدبر ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں اس نے عالم اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فالمدبرات امر۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

خان صاحب نے جو اعلیٰ حضرت کی عبارت سے استدلال کیا ہے اس عبارت کی خان صاحب کے مدعا پر کوئی دلالت نہیں کیونکہ خان صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ ماتحت الاسباب امور میں بندے بھی تصرف کر سکتے ہیں اور مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ ہی متصرف ہے لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امور کائنات میں تدبیر و تصرف کرنے کے اندر فرشتوں کا محتاج نہیں ہے کیونکہ فلاسفہ کا یہ نظریہ تھا کہ اصل کارکنان قضا و قدر ملائکہ اور عقول عشرہ وغیرہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا تو اس طرح ان کے افعال بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو گئے۔ یہ گویا فلاسفہ کا تقویض امور والا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ فرشتوں کے حوالے کر کے خود مغاڑ اللہ معطل ہے تو اعلیٰ

حضرت نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حقیقی مدبر متصرف ہے اور ملائکہ کرام تدابیر امور کائنات کی انجام دہی کیلئے اسباب ہیں اگرچہ فوق الطبیعت ہی کیوں نہ ہوں جس طرح جبریل علیہ السلام کے حضرت مریم علیہ السلام کے گریبان میں پھونک مارنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اگرچہ سبب اور مسبب کے باہم ربط اور تعلق اور جبریل علیہ السلام کی تدبیر سے تھا۔

کما قال انما انا رسول ربک لا ھب لک علماً ذکیرا

لیکن توالد و تاسل کا سبب طبعی یہ نہیں ہے تو گویا اعلیٰ حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اسباب ظاہرہ اور ان کے مسببات میں بھی حقیقی موثر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھا جائے اور نظر اسباب پر نہ رکھی جائے بلکہ مسبب پر اور اسباب غیر عادیہ میں بھی نظر اس کی ذات پر ہونی چاہیے اور موثر حقیقی اس کو سمجھنا چاہیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ عبارت تفسیر عزیزی کی ایک عبارت کا خلاصہ ہے کیونکہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تفسیر عزیزی میں ارشاد فرمایا۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیر اللہ سے استعانت اس طرح کہ اعتماد صرف اس پر ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کا مظہر نہ جانے تو حرام ہے اگر توجہ اور التفات محض اللہ کی طرف ہے اور اس غیر کو اللہ کی امداد اور اعانت کے مظاہر میں سے ایک مظہر سمجھ کر اور کا خانہ اسباب اور حکمت باری پر نظر رکھتے ہوئے غیر اللہ سے ظاہری استعانت کریں تو عرفان سے دور نہیں ہوگی اور شریعت میں بھی جائز ہے اور درست ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے اس طرح کی استعانت سے کی ہے اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں بلکہ حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔

(تفسیر عزیزی جلد اول ص ۸)

اگر اعلیٰ حضرت کا یہی نظریہ ہوتا جو خان صاحب کا ہے تو آپ یہ کیوں

فرماتے۔

حاکم حکیم داد و دادیں یہ کچھ نہ دیں

مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

نیز خان صاحب یہ بتلائیں اگر اختیارات کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا نظریہ آپ جیسا ہے تو پھر ان کو مختار کل ماننے پر مشرک کیوں مانتے ہیں نیز اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش کے اس شعر پر شرک کا فتویٰ کیوں لگاتے ہو۔

احمد سے احمد اور احمد سے تجھ

سب کن ممکن حاصل ہے یا غوث

نیز اعلیٰ حضرت نے خود اپنی کتاب الامن والاعلیٰ میں ارشاد فرمایا کہ ولایت مآب حضرت اور ملائکہ عظام کائنات میں متصرف ہیں نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ حقیقۃً یہ صفت اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ مشرکین مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ من یدبر الامر تو وہ کہہ دیتے کہ اللہ اور اللہ رب العزت نے یہ صفت اپنے فرشتوں کیلئے بھی ثابت کی ہے اس کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اوا تا پاک طائفہ کی سنگت والو! جب تک ذاتی اور عطائی کے اس فرق پر ایمان نہیں لاء گئے قرآن پاک کے ان قہروں سے امان نہیں پاؤ گے اور جب اس فرق پر ایمان لے آؤ گے تو تمہارے شرک و کفر کی یہ بحثیں ختم ہو جائیں گی اس لئے خان صاحب کو چاہیے کہ آئندہ اعلیٰ حضرت کا اس طرح کا حوالہ دینے سے تو یہ کریں اور اپنی زبان کو لگام دیں اور اعلیٰ حضرت کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کیا کریں تاکہ اس طرح کی ذلت و رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اس آیت کریمہ کی ایک اور تفسیر بھی ہے قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہم اختصار کی خاطر اردو ترجمہ پیش کریں گے۔

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ صفات غصہ موت کے بعد کالمیلین کی ارواح کی صفات ہیں وہ اپنے شرف و فضل اور قدرت کی بدولت مدبرات امر میں سے بن

جاتے ہیں یا زندہ حضرات کے نفوس فاضلہ کی یہ صفات ہیں جو حالت سلوک میں شہوات سے الگ تھلگ ہو جاتے ہیں اور عالم قدس کی طرف بخوشی راغب ہوتے ہیں اور مراتب و ارتقاء میں تیرتے ہیں پس کمالات کی طرف سبقت لے جاتے ہیں حتیٰ کہ استکمال کے بعد تکمیل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی علی حاشیہ شہاب جلد ۸ ص ۲۱۳)

اب خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ مروجہ درسی کتاب بیضاوی شریف کے اندر بھی ایسا مواد موجود ہے جو شرک پر مشتمل ہے تو پھر کیوں معاذ اللہ آپ نے ایک مشرک کی کتاب درس نظامی کے نصاب میں داخل کی ہوئی ہے۔ اس کتاب کو خارج کر کے کوئی اپنی لکھی ہوئی کتاب شامل کر لیں تاکہ لوگ شرک سے محفوظ رہیں علامہ خفاجی بھی بیضاوی کی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں کہ مدبرات کے لفظ سے ملائکہ بھی مراد ہیں اور اولیاء کرام بھی مراد ہیں کیونکہ اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ اپنے ابدان سے جدا ہونے کے بعد ملائکہ کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہیں اس وجہ سے لوگوں کا اتفاق ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دینی چاہیے اگرچہ بعض ملحد لوگ اس امر کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے اس فساد کی شکایت ہے اس وجہ سے کہا گیا اگرچہ حدیث نہیں ہے۔ کہ جب تم امور میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو اسی سے ملتی جلتی عبارت تفسیر روح المعانی کے اندر بھی موجود ہے بیضاوی کے مشہور عالم شارح علامہ شیخ زادو نے بھی قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ کی تفسیر کے ساتھ مکمل اتفاق کیا ہے اور ان کی تائید فرمائی ہے شیخ محقق نے بھی ائمة المدعات میں قاضی بیضاوی کی اس عبارت کی تائید فرمائی ہے امام رازی قاضی بیضاوی سے پہلے اپنی تفسیر بھی یہ معنی بیان کر چکے ہیں ہم ان کی کثیر عبارات گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں تفسیر روح البیان کے اندر بھی یہی تفسیر موجود ہے اسی طرح

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجتہ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۴۱ میں اولیاء کرام کو مدبرات امر میں شمار کیا ہے ان کی عبارات بھی گذشتہ اوراق میں نقل کر چکے ہیں اسی طرح شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز کے اندر یہی معنی صوفیاء کرام سے نقل فرمایا ہے دیوبندیوں وہابیوں کے مسلمہ پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط مستقیم فارسی کے ص ۱۳۶ پر تحریر کیا ہے ائمہ ایں طریق واکابر ایں فریق درزمرہ ملائکہ مدبرات الامر معدود اند پس احوال ایں عظام براحوال ملائکہ کرام قیاس باید کرد۔

اس طریقے کے امام اور اس گروہ کے اکابر کا شمار ان ملائکہ میں ہوتا ہے جو کائنات کا نظام چلانے پر مامور ہیں پس ان بزرگوں کے حال کو ملائکہ کے احوال پر قیاس کرنا چاہیے اب خان صاحب سے استفسار یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ اولیاء کرام یا فرشتوں کو متصرف تسلیم کرنا شرک ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے اور آپ کے امام اسماعیل دہلوی جن کو آپ شہید کہتے ہیں وہ اولیاء کرام اور فرشتوں دونوں کو کائنات میں متصرف تسلیم کر رہے ہیں کیا آپ کے شرک کا فتویٰ اسماعیل دہلوی پر بھی لگے گا یا صرف اہلسنت کیلئے ہی ہے خان صاحب کہتے ہیں کہ یہاں ماتحت الاسباب امور مراد ہیں کیا انہوں نے یہ آیت نہیں پڑھی فالْمَقْسَمِ امرا تفسیر ابن کثیر تفسیر درمنثور، تفسیر مظہری، ابن جریر رواح المعانی وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ مقسمت سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کائنات میں رزق بارش وغیرہ تقسیم کرتے ہیں دیوبند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنی تفسیر عثمانی میں یہی بات لکھی ہے کیا بارش اور رزق تقسیم کرنا ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد پاک مسند امام احمد، دلائل النبوة للبیہقی میں بھی موجود جس میں فرمایا اللہ یرزق وانا اقسم۔ خان صاحب کو چاہیے کہ سرکار علیہ السلام کے اس فرمان

کو تسلیم کرتے ہوئے اس بات کے قائل ہو جائیں کہ نبی کریم علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تقسیم کرنے والے ہیں ہمارے امام نے فرمایا انا اعطیک الکوز کی ساری کثرت پاتے یہ ہیں رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں مزید ارشاد فرمایا۔

آسمان خوان زمین خواں زمانہ مہمان
صاحب خانہ کس کا لقب ہے تیرا تیرا

نوٹ:

تھانوی صاحب اپنی کتاب جمال الاولیاء کے صفحہ ۳۰ پر ایک بزرگ ابو العباس شاعر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ چند بیسوں کے عوض بارش بیجا کرتے تھے اگر بارش بیچنا ماتحت الاسباب ہے تو پھر کیا خان صاحب بھی بارش بیچ سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب ہے تو پھر خان صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ مافوق الاسباب امور میں کسی کو متصرف سمجھنا شرک ہے یا تو اس نظریہ سے تو پہ کریں اور سنی ہو جائیں یا پھر اپنے حکیم الامت کو مبلغ شرک قرار دیں اور جو فتویٰ اہلسنت پر لگاتے ہیں اگر واقعی آپ میں انصاف اور دیانت ہے تو یہی فتویٰ اپنے تھانوی صاحب پر بھی لگائیں۔

خان صاحب نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھا ہے کہ ہم تھانوی صاحب کے ایمانی نسخوں پر عمل کرتے ہیں اور اپنی نجات کا سامان کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اس ایمانی نسخے پر عمل کریں صرف بہشتی زیور کے آخر میں درج کیے گئے ایمانی نسخوں پر عمل نہ کیا کریں تھانوی صاحب کے قلم سے اہل سنت کی تائید میں نکلنے والی بات کو بھی تسلیم کر لیا کریں۔

خان صاحب کی مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب میں من گھڑت تفریق

خان صاحب کہتے ہیں مافوق الاسباب میں اکیلا اللہ ہی متصرف ہے جب کہ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں جس کا جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے اور کسی نے نمک طلب کرنا ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے اب خان صاحب ہی بتائیں کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے کی صورت میں یا نمک کی حاجت کی صورت میں کبھی انہوں نے کسی غیر سے استعانت نہیں کی صرف اللہ ہی سے مانگتے ہیں یا مسجد مدرسہ کے چندے کے سلسلہ میں کبھی انہوں نے کسی مخلوق سے استعانت نہیں کی صرف اللہ ہی سے مطالبہ کرتے ہیں تو ثابت ہو گیا اصل دار و مدار شرک کا کسی غیر اللہ کو مستقل متصرف سمجھنے پر ہے بایں معنی کہ اس کو موثر حقیقی سمجھا جائے نہ کہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب ہے۔

نیز خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ جب نبی کریم علیہ السلام کو ایک کافر نے اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا مجھے میرا اللہ بچائے گا تو اس حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماتحت الاسباب کے اندر بھی اصل مستعان اللہ کو سمجھنا چاہیے نیز کفار سے پوچھا جاتا ہے کہ کائنات کی تدبیر کون کرتا ہے تو وہ کہتے تھے اللہ تو کیا اس سے مراد وہ ماتحت الاسباب امور لیتے تھے یا مافوق الاسباب؟ اگر ماتحت الاسباب امور مراد لیتے تھے تو پھر خان صاحب کا نظریہ تو ان سے بھی بدتر ہے کہ مشرکین مکہ بھی ماتحت الاسباب امور میں اللہ تعالیٰ کو متصرف سمجھتے تھے اور خان صاحب کہتے ہیں کہ ماتحت الاسباب امور میں مخلوق متصرف ہو سکتی ہے اور اگر مشرکین مکہ مافوق الاسباب امور میں صرف

اللہ تعالیٰ کو متصرف سمجھتے تھے تو پھر خان صاحب ان لوگوں کے بارے میں کیا کہیں گے جنہوں نے فالمدبرات امر کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام ہوا پر موکل ہیں میکائیل علیہ السلام بارش اور روئیدگی پر عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر اور اسرافیل علیہ السلام انہیں حکم فرمانے پر مامور ہیں تو پھر کیا یہ اکابر جنہوں نے فالمدبرات کی تفسیر میں ان حضرات ملائکہ کا ذکر کیا ہے اور تمام مفسرین نے راجح اور مختار تفسیر اس کو قرار دیا ہے تو پھر کیا ان تمام اکابر مفسرین کو کافر قرار دیا جائے گا اور خان صاحب اس امر کو تو تسلیم کرتے ہوں گے کہ ملک الموت روح قبض کرنے پر قادر ہیں کیونکہ ارشاد باری ہے۔

قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم

تو خان صاحب ہی فرمائیں کہ روح قبض کرنا ماتحت الاسباب امور سے ہے یا مافوق الاسباب امور سے اگر ماتحت الاسباب امور سے ہیں تو پھر خان صاحب بھی کسی کی روح قبض کر سکتے ہیں اور اگر مافوق الاسباب امور سے ہے تو پھر خان صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہو گیا کہ مافوق الاسباب امور میں صرف اللہ ہی متصرف ہے نیز خان صاحب اس آیت پر غور فرمائیں تو فتہ رسلنا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ قرآن مجید کی آیات میں نگراؤ پیدا کرنے سے باز رہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً

نیز خان صاحب اس حدیث پاک پر غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انما هللت من کان قبلکم ضربوا کتب اللہ بعضہ ببعض انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً فلا تکذبوا بعضہ ببعض ما علمتم منه فقولوا ہ فما جہلتم منه فعلوه الی عالمہ۔ (ابن ماجہ - مسند امام احمد - مسند صحیح)

بے شک تم سے پہلی امتیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کا باہم تعارض پیدا کر دیا۔ قرآن پاک کی آیات ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں قرآن پاک کے بعض کی بعض کے ذریعے تکذیب نہ کرو جو کچھ اس میں سے جانتے ہو بیان کر دیا کرو اور جو نہیں جانتے اس کو جاننے والے کی طرف سپرد کر دیا کرو۔

خان صاحب کی خدمت میں ایک گزارش:

خان صاحب کی پسندیدہ تفسیر روح المعانی میں مرقوم ہے کہ جو لوگ قطب کو زمین آسمان میں متصرف مانتے ہیں ان کی طرف سے یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے اذن سے قطب زمین و آسمان ہی متصرف ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے غیر اللہ کے متصرف ہونے پر آیت دلیل ہے فالمدبرات امرا۔

(تفسیر روح المعانی پارہ ۱۱ زیر آیت من یدبر الامر)

نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر مافوق الاسباب میں غیر اللہ متصرف نہیں ہو سکتا تو پھر سلیمان علیہ السلام کو اس مسئلے کا علم نہیں تھا کہ کیا سلیمان علیہ السلام مسائل توحید میں اتنا ادراک نہیں رکھتے تھے جتنا اسماعیل و ہلوی حسین علی اور ہمارے محترم خان صاحب کو حاصل ہے تو جب سلیمان علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا۔

ایکم باتینی بعرضها قبل ان یاتونی مسلمین قال عفريت من الجن ایلک بد قبل ان تغوم من مقاملت وانی علیہ لقوی امین

اور خان صاحب ہی فرمائیں کہ آپ کا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کیا فتویٰ ہے تو پھر کیا آپ کے نزدیک معاذ اللہ سلیمان علیہ السلام ان سے بھی بڑھ گئے۔ نیز جس چیز کو آپ شرک سمجھتے ہیں ہر وقت اس کی تردید میں مصروف رہتے ہیں اور

اللہ تعالیٰ کے نبی کے سامنے ایک جن یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں محفل برخاست ہوئے سے پہلے تخت پیش کر سکتا ہوں تو سلیمان علیہ السلام نے اس کی تردید کیوں نہ فرمائی بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا مجھے اس سے بھی جلدی چاہیے تو اللہ کے ولی نے عرض کیا میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت پیش کر سکتا ہوں لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اپنے فتویٰ کفر کی زد میں انبیاء علیہم السلام کو نہ لے آئیں اور اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام سے بڑا موحد ثابت نہ کریں مسئلہ توحید میں انبیاء علیہم السلام کو جتنی شناسائی ہوتی ہے اور ان کے دل میں توحید کی جتنی عظمت جاگزیں ہوتی ہے وہ ہمارے اور تمہارے لحاظ سے کھربوں درجے زیادہ ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ توبہ کریں۔

خان صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ استدلال کے بارے میں مفصل بحث ہم نے گلدستہ توحید میں کر دی ہے وہاں مطالعہ کریں ہم قارئین کی بارگاہ میں گزارش کریں گے صرف گلدستہ توحید کے مطالعہ پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ اگر واقعی ان کو حق کی طلب اور تلاش ہے تو گلدستہ توحید کے جواب میں لکھی گئی مبسوط کتاب گلشن توحید و رسالت کا بھی مطالعہ کریں تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں اور خان صاحب کے اس مقولہ کی حقیقت بھی سمجھ میں آجائے بھندھاتین الاشیاء۔

خان صاحب کا شرح مواقف کی عبارت سے غلط استدلال:

خان صاحب شرح مواقف کی عبارت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں بت پرست دو واجب الوجود کے قائل نہیں اور نہ وہ بتوں کو صفات الوہیت سے متصف مانتے ہیں اگرچہ وہ ان پر الہ کا اطلاق کرتے ہیں بلکہ انہوں نے تو انبیاء کرام یا نیک بندوں یا فرشتوں یا ستاروں کی تصویریں اور فوٹو بنا کر عبادت کے طور پر ان کی تعظیم

شروع کردی تاکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر سکیں۔

خان صاحب کے استدلال کا رو:

خان صاحب کا اس عبارت سے استدلال کرنا ہماری ناقص سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ بات یہ ہو رہی ہے کہ مافوق الاسباب امور میں انبیاء علیہم السلام متصرف ہو سکتے ہیں یا نہیں اور خان صاحب نے حوالہ اس امر میں پیش کیا ہے کہ بت پرست انبیاء علیہم السلام کی یا بزرگان دین کی تصویروں کی عبادت کرتے تھے تو خان صاحب سے کوئی پوچھے کہ ان کی اس عبادت کو کون صحیح تسلیم کرتا ہے اہل سنت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ کسی بھی غیر اللہ کی عبادت کرنا چاہیے تصویر کی عبادت ہو یا صاحب تصویر کی یہ عبادت شرک ہے جب ہم انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مخلوق مانتے ہیں تو پھر ہم جب ان کو ہی خدا نہیں مانتے اور نہ ہی عبادت کے لائق سمجھتے ہیں چہ جائیکہ ان کی تصاویر کو خدا تسلیم کریں کیا ہمارے امام کا یہ شعر خان صاحب نے حدائق بخشش میں ملاحظہ نہیں کیا جس سے ہمارے عقیدہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔

تیرے تو وصف عیب تباہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
کہ خالق کا بندہ اور خلق کا آقا کہوں تجھے

اور مشرکین مکہ جن کے بارے میں خان صاحب نے سابقہ غیر متعلق حوالہ پیش کیا ہے وہ خود قیامت کے دن عرض کریں گے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي ضَلَّ مَبِينًا لِّسَوِيكُمْ يَرْبُّ الْعَالَمِينَ

تو خان صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بتوں کی صرف تعظیم کرتے تھے جبکہ مشرکین مکہ خود یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جب تمہیں اللہ کے برابر سمجھتے تھے اور تمہاری عبادت کرتے تھے ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ۔
لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

نوٹ:

خان صاحب کی یہ صفت قابلِ داد ہے کہ کسی چیز کا جواب بنے یا نہ بنے کسی دلیل کا دعویٰ پر انطباق ہو یا نہ ہو کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں گویا ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود کے پورے پورے مصداق ہیں۔ اور خم ٹھونک کر میدان میں آنے کے پوری طرح دھنی ہیں آگے یہ قسمت کی بات ہے کہ خان صاحب وہ جنگ جیتیں یا ہاریں گویا خان صاحب اپنے اس شعر کے پورے مصداق ہیں۔

فکست و فتح نصیبوں دے اے میر

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

خان صاحب نے میر سید شریف جرجانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام اہل سنت محقق شمس المجد ثین امام المتکلمین حضرت کا اگر واقعی ان کے بارے میں یہی نظریہ ہے کہ وہ شمس المجد ثین ہیں اور امام المتکلمین ہیں تو اس شرح مواقف کے ص ۶۶۶ پر انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ معجزہ انبیاء علیہم السلام کی قدرت سے صادر ہوتا ہے۔ جب کہ خان صاحب نے اپنی اسی کتاب میں بار بار لکھا ہے کہ یہ نظریہ کہ معجزات انبیاء علیہم السلام کے ارادے سے صادر ہوتے ہیں یہ باطل پرستوں کا نظریہ ہے اور غیر اسلامی نظریہ ہے اب خان صاحب ہمیں صرف اتنا بتا دیں کہ کیا جو ہستی امام اہل سنت بھی ہو اور شمس المجد ثین بھی امام المتکلمین بھی ہو کیا وہ غیر

اسلامی نظریہ پیش کر سکتے ہیں اگر وہ غیر اسلامی نظریہ پیش کرنے والے تھے تو پھر آپ نے ان کو اتنے عظیم الشان القاب کیوں دیئے اور آپ ان کی عبارات سے استدلال کیوں کرتے ہیں نیز غیر اسلامی نظریہ پیش کرنے والے کو اتنے بڑے القاب دے کر اور رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر آپ کا انجام کیا ہوگا لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ یا ان کو اپنا بزرگ ماننا چھوڑ دیں یا ان کے ان اقوال کو جو اہل سنت پیش کرتے ہیں تسلیم کرنے کا اعلان کریں۔

مولوی سرفراز کی طرف سے حسین علی کی برات کی ناکام کوشش:

صاحب نور ہدایت مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے مولوی حسین علی پر الزام قائم کیا تھا کہ مولوی حسین علی اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی کتاب بلغۃ الخیر ان میں کل فی کتب معین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ علیحدہ جملہ ہے ماقبل کے ساتھ نہیں تاکہ یہ لازم آئے کہ تمام باتیں اولاً کتب مبین میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ المسند کا مذہب ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے۔ (بلغۃ الخیر ان ص ۱۵۳)

تو اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے خان صاحب کہتے ہیں کہ بلغۃ الخیر ان حضرت کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ حضرت کی تقاریر ہیں جو ان کے شاگردوں نے تحریر کیں۔ لہذا ان تقاریر کی ذمہ داری استاؤ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ تو خان صاحب کی پیش کردہ صفائی کے بارے میں عرض یہ ہے کہ خان صاحب نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ حضرت کی اپنی تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت کی تقاریر ہیں لیکن جس صفحہ سے حضرت نے یہ عبارت نقل کی ہے یہ تقاریر غلام اللہ اور نذر شاہ عباسی نے قلمبند کی تھیں۔ لیکن

خان صاحب اس کے بعد والا جملہ چھوڑ گئے کہ حضرت نے بعد میں اس پر نظر ثانی بھی فرمائی تھی تو اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ حسین علی نے ان تمام عبارات کو ملاحظہ کیا تو اس کی تائید و تصدیق کے بعد یہ کتاب منظر عام پر آئی اور اس کتاب کے شروع میں کافی خواب بیان کیے گئے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑی مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ نے حسین علی کو اس کتاب کے لکھوانے کا الہام کیا تھا تو پھر حسین علی صاحب نے اتنی سستی کا مظاہرہ کیوں کیا کہ بعض تقاریر پر نظر کی اور بعض پر نہ کی کیا ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ جب یہ کتاب منظر عام پر آئے گی تو اگر اس میں غلطیاں ہوں گی تو میری طرف منسوب ہوں گی نیز حسین علی نے کتاب کے شروع میں یہ بھی لکھا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے حسین علی کو کہا کہ آپ قرآن پاک کی تفسیر لکھیں تو پھر حسین علی نے انبیاء علیہم السلام کی فرمائش کی یہی قدر کی؟ کہ اپنی املائی تقاریر کو بالاستیعاب ملاحظہ بھی نہ کیا یہ ان کی کوئی دیانتداری ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ فیض الباری بھی تو انور شاہ کا شیری کی املائی شرح ہے پھر اس شرح کو ان کی تصانیف میں کیوں شمار کیا جاتا ہے نیز بلغۃ الخیر ان کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے کہ اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جو آیات معتزلہ کے مذہب کے خلاف آتی ہیں اس کا وہ صحیح مطلب بیان کر لیتے ہیں لیکن جو آیات کریمہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف آتی ان کا وہ صحیح مطلب بیان نہیں کر سکتے یہ عبارت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث مانتے ہیں خان صاحب نے حسین علی کی صفائی پیش کرنے کیلئے ان کی کتاب تحریرات حدیث کا حوالہ پیش کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا ہونے سے پہلے بھی جانتا ہے تو خان صاحب کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ ان کی آخری کتاب ہے اور اس میں مسئلہ تقدیر کو انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ اگر ایک

کتاب میں گستاخانہ عبارت آجائے تو جب تک اس سے توبہ نہ کی جائے اور اس عبارت سے رجوع نہ کیا جائے تو اس وقت تک دوسری عبارات سود مند نہیں ہوتیں اور شاہ کشمیری کے ملفوظات میں ہے کہ جب ایک جگہ تو لینی کلمات ثابت ہو جائیں تو جب تک ان سے توبہ نہ کی جائے تو ہزاروں مدحیہ کلمات بھی فائدہ نہیں دے سکتے جب تک ان گستاخانہ کلمات سے توبہ نہ کی جائے۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۹)

اسی طرح دیوبندیوں کے ابن شیر خدا مرتضیٰ حسن درہنگی اپنی کتاب اشد العذاب میں لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخیاں کی ہیں تو جب تک وہ ان سے توبہ نہ کرے اور تعریفی کلمات کہتا بھی رہے تو اس کو وہ تعریفی کلمات فائدہ نہیں دیں گے۔

لہذا خان صاحب کی یہ کوشش بے سود ہے کہ تحریرات حدیث کا حوالہ دے کر ان کی جان چھڑائیں نیز خان صاحب کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ اشرف علی تھانوی کے پاس جب بلفظہ الحیر ان بھیجی گئی تو اس نے کہہ دیا کہ میں اس کو اپنے کتب خانے میں نہیں رکھنا چاہتا اور نہ اپنے متعلقین میں سے کسی کے کتب خانے میں یہ کتاب دیکھنا چاہتا ہوں لہذا فوراً اس کتاب کو واپس بھیج دیا جائے۔

(امداد الفتاویٰ جلد ۶ ص ۱۳۱)

نوٹ:

اشرف علی تھانوی کا یہ اظہار تاراضگی اسی عبارت کی وجہ سے تھا جس عبارت کی خان صاحب صفائی پیش کر رہے ہیں جیسا کہ امداد الفتاویٰ کے اس جلد و صفحہ پر یہ تصریح بھی موجود ہے۔

نیز خان صاحب بلفظہ الحیر ان کے ان الفاظ پر غور کریں کہ آیات قرآنیہ جیسا

کہ ولعلم الذین اور احادیث کے الفاظ بھی اس مذہب پر منطبق ہیں بعض مقام جو معتزلہ کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں اور اہل سنت والے معنی ظہور لیتے ہیں تو یہاں خان صاحب دیکھیں کہ مولوی حسین علی صاحب صاف طور پر کہہ رہے ہیں کہ آیات و احادیث ان کے مذہب کو ثابت کرتے ہیں اور ان کے مذہب پر پوری طرح منطبق ہیں تو یہاں صاف طور پر معتزلہ کے مذہب پر قرآن حدیث کو منطبق کیا جا رہا ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جو مقام معتزلہ کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں۔

خان صاحب ہی بتلائیں کیا اس عبارت ہی معتزلہ کی واضح تائید نہیں خان صاحب کہتے ہیں کہ حسین علی نے یہ تو نہیں کہا کہ ولعلم الذین امنوا آیت کریمہ کا انطباق ان کے مذہب پر صحیح ہے لیکن حضرت نے یہاں کوئی اچھی قابلیت کا مظاہرہ نہیں کیا کیوں کہ حسین علی ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ جو آیات و احادیث معتزلہ کے مذہب کے خلاف ہیں ان کا صحیح معنی کرتے ہیں یہ عبارت اس امر کی صاف غمازی کر رہی ہے کہ حسین علی صاحب اس بارے میں اہلسنت کے موقف سے مطمئن نہیں اور معتزلہ کا مذہب ان کے نزدیک قوی ہے لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ حسین علی کی عقیدت سے بالاتر ہو کر اس مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے خادم و مرید ہونے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کچھ شرعی قواعد کا بھی لحاظ کر لیں اس سے ان کے دیوبندی ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا خان صاحب نے جو غلام اللہ خان کا حوالہ دیا ہے کہ اس نے رسالہ شائع کیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ بلفظہ الحیر ان کی اصل عبارت اسی طرح تھی کہ غلطی سے یوں لکھی گئی جس سے اصل مطلب بدل گیا ہے۔

تو خان صاحب یہ فرمائیں کہ کیا غلام اللہ کو کاتب کی غلطی اس وقت یاد آئی جب اہل سنت کی طرف سے اعتراض ہوا پہلے ان پر اس غلطی کا انکشاف کیوں نہ

ہوسکا پھر کاتب کی غلطی لفظوں میں ہوئی یہ تو نہیں کہ عبارت ہی ساری کی ساری جھڑ کر رہ جائے یہ طریقہ کوئی اچھا نہیں کہ جب بندہ پھنس جائے اور کفر کے فتوے لگنے شروع ہو جائیں تو بجائے توبہ کرنے کے ساری غلطی کاتب کے سر تھوپ دی جائے۔

دیوبندیوں کے اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر منکر ہونے پر ایک اور دلیل:

بلغت النیر ان کی عبارت کی غلطی کو تو خان صاحب نے شاگردوں اور کاتب کے ذمہ لگا دیا ہے لیکن اسماعیل دہلوی کی اس عبارت کے بارے میں خان صاحب کیا ارشاد فرمائیں گے وہ اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۹)

اور خان صاحب شرح عقائد پڑھا پڑھا کے بوڑھے ہو گئے ہیں اور ان کو پتہ ہوگا کہ شرح عقائد کے اندر یہ عبارت موجود ہے۔

ان الصادر عن الشی بالقصد ولاختیار یکون حادثاً بالضرورة

جو امر کسی سے ارادے اور اختیار کے ساتھ صادر ہو وہ بالہدایت حادث ہوتا ہے تو گویا اسماعیل دہلوی کا نظریہ یہی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب حادث ہے کیا خان صاحب یہاں بھی فرمائیں گے یہ کتابت کی غلطی ہے یا الملائک کتاب ہے کہ شاگرد سے غلطی ہو گئی ہے اور اسماعیل کی تقویۃ الایمان کے بارے میں رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ اس کتاب کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور اس فتاویٰ رشیدیہ کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ بندہ کے نزدیک تقویۃ الایمان کے تمام مسائل صحیح ہیں اب خان کے پیر و مرشد حسین علی صاحب گنگوہی صاحب کے شاگرد

ہیں تو ظاہر بات ہے ان کا بھی وہی عقیدہ ہوگا جو ان کے استاد کا ہے اور پھر خان صاحب کا نظریہ بھی وہی ہوگا جو گنگوہی صاحب کا ہے بلکہ پوری دیوبندی ذریت کا بھی یہی عقیدہ ہوگا کیوں کہ گنگوہی کا اپنے بارے میں ارشاد ہے کہ حق وہی ہے جو میری زبان سے نکلتا ہے میں کچھ نہیں مگر نجات موقوف ہے میری اتباع پر تو اگر حسین علی گنگوہی صاحب کے فتوے کو نہ مانے کہ پوری تقویۃ الایمان پر عمل کرنا فرض ہے تو ہدایت و نجات سے محروم ہو جائے گا اور اگر مانے تو اس کا مسلک بھی یہی ثابت ہوگا کہ وہ بھی اللہ کے علم کو حادث مانتا ہے پھر خان صاحب پر گویا کہ یہ مقولہ سچا آئے گا۔

القرار مامنه الفرار

اسی طرح انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الباری کے اندر لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم چابی کی طرح ہے جس طرح چابی سے جب چاہے کوئی تالہ کھول لے اللہ تعالیٰ کے پاس بھی غیب کے خزانوں کی کنجیاں ہیں جب چاہے غیب دریافت کر لے۔ خان صاحب نے ایک بڑا عجیب دعویٰ کیا ہے کہتے ہیں کہ حسین علی تو ساری زندگی درس دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ہی علم غیب جانتا ہے وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علم غیب نہیں جانتا تو خان صاحب کا یہ دعویٰ بڑا عجیب ہے کیونکہ ضروری تو نہیں کہ جو آدمی کافی عرصہ ایک عقیدے کا پرچار کرتا رہے تو اس سے اس عقیدہ کا انکار صادر نہ ہو سکے کیا حسین علی کے سارے اقوال قرآن کی آیات کی طرح ہیں کہ ان میں تعارض نہیں آسکتا؟ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علم غیب عطائی کے انکار کی ان پر یہ نحوست پڑی ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے منکر ہو بیٹھے ہوں جس طرح شاہ اسماعیل دہلوی نے انبیاء علیہم السلام کی نفی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کو بھی حادث قرار دے ڈالا۔

خان صاحب کا ایک اور بے بنیاد دعویٰ:

خان صاحب اپنی کتاب راہ ہدایت کے صفحہ ۱۳۶ پر لکھتے ہیں حضرت حسین علی اہل سنت کے امام اور توحید و سنت کے داعی اور شرک کے منانے والے تھے۔

ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ حسین علی صاحب توحید و سنت کے داعی تھے اور اہل سنت کے امام تھے کیوں کہ حسین علی نے اپنی اسی کتاب بلغۃ الخیر ان میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ میرا قبلہ تبدیل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی تو تمہیں یہ قبلہ پسند نہیں آگے چل کر پسند آجائے گا حالانکہ تمام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ تھوخل قبلہ نبی کریم علیہ السلام کی خواہش کے مطابق ہوئی اور صحیح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام اس امر کو پسند فرماتے تھے کہ میرا قبلہ وہی ہوتا چاہیے جو ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا نیز بخاری و مسلم میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ماری ربک الایبارع فی ہواک یا رسول اللہ ﷺ نبی کریم علیہ السلام نے آپ کے عرض کر کے باوجود سکوت فرمایا اگر ان کا یہ نظریہ غلط ہوتا تو سرکار علیہ السلام ان کو ٹوک دیتے اس طرح بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم نازل ہونا چاہیے اور پردے کا حکم نازل ہونا چاہیے شراب کی حرمت واضح طور پر نازل ہونی چاہیے تو اللہ رب العزت نے ان کی تمام خواہشات کو پورا فرما دیا بلکہ امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ارشاد فرمایا ہے کہ بیس آیات اللہ رب العزت نے حضرت عمر کی مرضی کے مطابق نازل فرمائی ہیں اور وہابی حضرات خود بھی ایک موقع پر تسلیم کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے

تو اللہ رب العزت نے ان کی مرضی کے مطابق حکم نازل فرمایا اور وہابی حضرات اس واقعہ کو نبی علیہ السلام کے علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں چلو یہ تو ثابت ہو گیا کہ اللہ رب العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق قرآن مجید اتارا تو پھر وہابی حضرات کو کیا بغض ہے نبی کریم علیہ السلام کی ذات سے کہ آپ کی خواہش کے مطابق تھوخل قبلہ ماننے کو بھی تیار نہیں ہیں جبکہ نبی کریم علیہ السلام کے غلاموں کیلئے کئی امور کا صدور ان کی خواہش کے مطابق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں کم از کم وہابی حضرات اس آیت پر ہی غور کر لیتے

فسبح اطراف النهار و آناء الیل لعنک ترضی

نیز یہ آیت کریمہ کاش وہابی حضرات پڑھ لیتے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی.

کاش حسین علی اور اس کی ذریت اس آیت کریمہ کو ملاحظہ کر لیتے۔

لھم ما یشاؤن عند ربھم

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولکم فیہا ما تشھی انفسکم

جن کے غلاموں کی اللہ رب العزت اتنی عزت افزائی فرمائے گا ان کی

خواہش سے قبلہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا نیز آیت کریمہ لعنک ترضی اور

ولسوف یعطیک ربک فترضی

سے تو صاف ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم علیہ السلام کی رضا کا

طلب گار ہے خان صاحب کو چاہیے کہ حسین علی کا خاتم المریدین ہونے پر فخر نہ کریں

بلکہ نبی کریم علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہو جائیں۔

حسین علی کی مریدی کے بغیر نجات ممکن ہے لیکن نبی کریم علیہ السلام کی

غلامی کے بغیر نجات ممکن نہیں ہے تو ہم خان صاحب سے یہ عرض کریں گے کہ آپ کس سے اپنا تعلق توڑ چکے ہیں اور کس سے اپنا تعلق جوڑ چکے ہیں۔

از کے بریدی دیکھ پیوستی

خان صاحب اس حدیث پہ غور فرمائیں نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد

فرمایا۔

لو كان موسى حياً ما وسعه الاتباعي

نیز فرمایا۔

لو بدالكُم موسى فاتبعتموه وتركتُموني لضللتُم عن سواء السبيل

تو خان صاحب اس امر پہ غور کریں کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے کو جس کو یہ برداشت بھی نہیں ہوا کہ قرآن پاک سے سرکار کی یہ شان کیوں ثابت ہو رہی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی خواہش سے قبلہ تبدیل ہو گیا تو وہ قرآن مجید کی تحریف معنوی پر اتر آیا۔ اور آیت کریمہ۔

فلنولينك قبلة ترضاها

کا ترجمہ یہ کر دیا کہ ابھی تو آپ تو یہ قبلہ پسند نہیں ہے آگے چل کر آپ راضی ہو جائیں گے تو جس آدمی کو سرکار علیہ السلام کی ذات پاک سے اتنا بغض ہو اس کا خاتم المریدین بن کر آپ کیا حاصل کریں گے بخاری شریف میں حدیث قدسی ہے۔

من عادى لي وليا فقد اذنته بالحرب

تو جب اللہ کے ولی سے عداوت رکھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے تو پھر نبی الانبیاء علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھنے والے کے خلاف اللہ تعالیٰ کا کتنا سخت اعلان جنگ ہوگا تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا سخت اعلان جنگ ہو خان

صاحب کو چاہیے کہ ان کی مریدی سے تائب ہو جائیں اور مسلک اہل سنت میں شامل ہو جائیں نیز خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ حسین علی اہل سنت کا امام تھا بڑا خطرناک دعویٰ ہے کیونکہ اس نے اپنی کتاب ہفتہ اخیر ان میں تحریر کیا ہے کہ انبیاء اولیاء نعوذ باللہ شیطان ہیں آیت کریمہ ومن یلفظ بالطاغوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ طاغوت کا معنی ہے کلما عبد من دون اللہ اس لحاظ سے انبیاء کو بھی طاغوت کہا جا سکتا ہے اور دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے اپنی آخری کتاب البوادر والنوادر میں طاغوت کا معنی لکھا ہے شیطان نیز ایک لور دیوبندی مولوی عبدالحفیظ بلپادی نے اپنی کتاب مصباح اللغات میں طاغوت کا معنی لکھا ہے ہدی اور برائی کا سرغنہ اب خان صاحب ہی بتلائیں کہ جو آدمی انبیاء اولیاء کو ہدی اور برائی کا سرغنہ قرار دے کیا وہ صاحب ایمان تو حید و سنت کا داعی قرار دیا جائے خان صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ شرک و بدعت کے مٹانے والے تھے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنا یہ کتاب و سنت کے بالکل خلاف ہے۔

نوٹ:

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء اولیاء کو طاغوت کہنا یہ حسین علی کا نظریہ نہیں ہے بلکہ غلام اللہ کا ہے تو ہم ان حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ چلو غلام اللہ کا نظریہ ہی سہی لیکن گستاخ رسول علیہ السلام کا جو حکم شرعی ہے وہ انہیں غلام اللہ پر لاگو کرنا۔ چاہیے اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ یہ لفظ بولنا گستاخی ہی نہیں ہے تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خان صاحب پوری دیوبندی قوم کے طاغوت ہیں۔

قارئین کی خدمت میں ایک گزارش:

جو حضرات طاغوت والی عبارت کے مفصل رد کو ملاحظہ فرمانا چاہیں تو وہ حضرات

علامہ غزالی زماں رازی دوران امام اہل سنت مولانا احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کی کتاب مبارک مصصام کا مطالعہ فرمائیں نیز راقم کی کتاب عبارات اکابر کی عبارات کا تحقیقی جائزہ جلد دوم کا مطالعہ فرمائیں جس میں اس بارے میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

خان صاحب کے امام اہل سنت کا ایک بھیا نک خواب:

مولوی حسین علی بلوچہ الحیر ان کے شروع میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام پل صراط سے گزر رہے ہیں اور میں نے ان کو گرنے سے بچایا۔

اگر وہابی حضرات یہ کہیں کہ یہ تو خواب کی بات ہے تو وہابی حضرات ہی بتلائیں کہ اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صاحب بلوچہ الحیر ان کی جوتوں سے مرمت کر رہا ہوں تو کیا دیوبندی حضرات اس کے اس بیان کر وہ واقعہ کو صحیح تسلیم کر لیں گے اور اس خواب بیان کرنے والے کی اس بات کا برا نہیں منائیں گے۔

نیز خان صاحب سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ جب حسین نے بقول اپنے نبی کریم علیہ السلام کو سہارا دیا ہے اور نیچے گرنے سے بچالیا ہے تو حسین علی خود کہاں کھڑے تھے تو ظاہر بات ہے خود نیچے کھڑے تھے تب ہی نبی کریم علیہ السلام کو اس نے سہارا دیا ہے بقول اپنے جہنم میں ان کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نوٹ:

ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ خوابوں کی دنیا الگ ہے لیکن چودہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں ایسا بھیا نک خواب نہ ہم نے کسی کتاب میں پڑھا نہ کسی ہنسنا جو اس دیوبندی مجدد نے بیان کیا نیز خوش عقیدہ آدمی اگر کوئی دیکھے چاہے اس کی ظاہری

صورت بھیا نک ہی کیوں نہ ہو جس طرح امام بخاری علیہ الرحمۃ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام کے عظام مبارکہ کو اکھٹا کر رہے ہیں یا نبی کریم علیہ السلام کے جسم اقدس سے کھینچوں کو دور کر رہے ہیں تو علماء نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ حضرت امام نبی پاک علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کو جمع فرمائیں گے اور ضعیف اور موضوع احادیث کو صحیح احادیث سے جدا کریں گے لیکن چونکہ وہ خوش عقیدہ تھے اس لئے علماء نے ان کے خواب کی یہ تعبیر فرمائی لیکن حسین علی کا سرکار علیہ السلام کی ذات پاک سے بغض رکھنا اور بدعقیدہ ہونا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان کے چاہنے سے قبلہ تبدیل نہیں ہوا بلکہ آپ کی مرضی کے برعکس تبدیل ہوا ہے تو یہ بغض مصطفیٰ کا ہی کرشمہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی شان پر صراحتاً دلالت کرنے والی آیت کو اپنے دھم فاسد کی وجہ سے نبی کریم علیہ السلام کی شان مبارکہ کی نفی میں پیش کرنے کی کوشش کردی نیز انبیاء و اولیاء کو شیطان قرار دے دیا تو ان دلائل سے ثابت ہوا کہ وہ انتہائی بدعقیدہ شخص تھا تو اس طرح کے بدعقیدہ خواب کو اس کے حبث باطن پر ہی محمول کیا جائے گا کیونکہ علم معانی کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کہے۔

انبت الربیع البقل

تو اس کے اس قول کو کفر یہ نہیں کہا جائیگا بلکہ مجاز پر محمول کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی دہریہ کہے کہ

انبت الربیع البقل

تو اس کے اس قول کو کفر یہ کہا جائیگا اور اس کے اس قول کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا تو پتہ چلا کہ قائلین کے اختلاف سے بھی بعض اوقات حکم کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہا گیا کہ اگر فرق مراتب نہ کنی زندیق۔

مجدد دیوبند کی شان اہل بیت میں گستاخی:

مولوی حسین علی اپنی کتاب بلفہ الحیر ان میں آیت کریمہ افن یشی ملکاً الخ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ اے کور کو رانہ مرد در کربلا چوں حسین اندر بلا تا نشتی چوں حسین اندر بلا۔

تو مولوی حسین علی نے اس آیت کی تفسیر میں گمراہ آدمی کی مثال بیان کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کا ذکر کر دیا اور ان کو اس آیت کا مصداق بنا دیا کہ جو آدمی اوندا ہوا ہو کر چلے۔

دیکھیں یہ کتنی بڑی گستاخی کا اس نے ارتکاب کیا حالانکہ مسلم شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک قرآن اور دوسری اہل بیت ایک کی شان دوسرے سے زیادہ ہے لہذا میرے بعد ان دونوں سے تمسک کرنا تب ہی تم نجات پا سکو گے۔ اسی طرح جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تمسک رہو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں اکٹھے رہیں گے حتیٰ کہ حوض کوثر میں میرے پاس حاضر ہوں گے۔

تو جن ہستیوں کے دامن تھامنے کو نبی علیہ السلام ہدایت کا ذریعہ قرار دیں دیوبندیوں کے مجددان کو گمراہ قرار دیں تو ثابت ہوا کہ دیوبندی مجدد کی سوچ اور نبوی سوچ کے اندر زمین و آسمان کا فرق ہے نیز جامع ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

حسین منی وانا من حسین

تو جس ہستی پاک کے بارے میں نبی کریم علیہ السلام فرمائیں کہ وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں تو ان کو گمراہ قرار دینا یہ کہاں کی دین داری ہے۔ نیز نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

من احبہما فقد احبنی ومن ابغضہما فقد ابغضنی

جس نے حسین سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

اس حدیث پاک کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اس کو صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا۔ جن کی محبت کو سرکار علیہ السلام اپنی محبت قرار دیں اور جن سے بغض رکھنے کو سرکار علیہ السلام اپنے ساتھ بغض رکھنا فرمائیں ان کو گمراہ قرار دینا کہاں کی شرافت ہے۔ نیز نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

انا حرب لمن حاربہم وسلم لمن سالمہم

جس نے پنجتن پاک کے ساتھ جنگ کی میری بھی اس کے ساتھ جنگ ہے اور جس نے ان کے ساتھ صلح کی میری بھی اس کے ساتھ صلح ہے جامع ترمذی شریف میں بھی یہ حدیث پاک موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ ملاحظہ ہو تقریب تہذیب المتہذیب نیز ملاحظہ ہو تنقیح الرواۃ مسلم شریف میں بھی روایت ہے۔ کہ جب آیت کریمہ۔

تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم الخ

نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی، حضرت فاطمہ الزہراء، حضرت حسین کربلا کو فرمایا کہ۔ ہؤ لا اہل بیتی اور صحیح مسلم شریف اور مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے آیت کریمہ۔

انما یزید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا
نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرات حسین کو یمن اور حضرت علی
اور حضرت فاطمہ الزہراء کو اپنی کمری میں لے کر فرمایا۔

اللهم هؤلاء اهل بیتی اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا
اب خان صاحب ارشاد فرمائیں کہ جن ہستیوں کو اللہ رب العزت ہر قسم
کے گناہوں سے پاک رکھنے کا اعلان کرے اور سرکار علیہ السلام بھی ان کی تطہیر کیلئے
دعا فرمائیں اور حسین علی ان کی بارگاہ میں دریدہ ہٹی کام لیتے ہوئے انہیں گمراہ قرار
دے تو کیا اس کی یہ حرکت قرآن کی اس آیت اور حدیث رسول علیہ السلام کا مذاق
بنانا نہیں۔ نیز پہلی آیت کریمہ جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے کہ تم فرما دو کہ
ہم اپنے بیٹوں کو بلا تے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اس آیت کے اندر ان بھی ان
حضرات کی عظمت و شان کا اظہار ہے۔ پھر یہ نہیں اس مصنوعی شیخ القرآن کو یہ
آیات اور احادیث کیوں نظر نہ آئیں نیز بخاری شریف میں حدیث پاک ہے نبی کریم
علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اللهم انی احبہما فاحبہما واحب من یحبہما
جن ہستیوں کی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اتنی عزت ہو کہ ان سے محبت
کرنے والے بھی اللہ کے محبوب بن جائیں تو ایسی ہستیوں کو گمراہ قرار دینا اور اس
آیت کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوتی ہے ان حضرات پر منطبق کر دینا یہ کہاں کی
دیانتداری ہے نیز حدیث پاک ہے الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ۔

حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور علامہ ذہبی نے بھی ان
کی موافقت فرمائی۔ جن ہستیوں کو نبی کریم علیہ السلام جنتی جوانوں کا سردار قرار
دیں ان کو کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کا مصداق بنانا کسی سنی کا کام تو

نہیں ہو سکتا بلکہ کسی جلع بھنے خارجی کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کا یہ بھی
ارشاد پاک ہے۔

مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفیقة نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا هلك
میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں
سوار ہو گیا نجات پا گیا تو جن ذوات قدسیہ سے تعلق جوڑنے کی سرکار علیہ السلام
ترغیب دلائیں جب کہ یہ ذات شریفہ ان کو گمراہ قرار دے دے تو پھر اس کا نبی کریم
علیہ السلام کی اہل بیت بلکہ خود نبی پاک سے کیا تعلق ہو سکتا ہے یہ حدیث پاک مسند
امام احمد میں موجود ہے اور اس کی کئی اسناد ہیں مجموعہ اسانید کی وجہ سے یہ روایت حسن
درجے کی ہے نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

احبوا الله لما یغضوکم من نعمه واحبونی لحب الله واحبوا اهل بیتی لحبی
یعنی نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ اللہ
تعالیٰ تمہیں پالتا ہے اور مجھ سے محبت کرو کیونکہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور میرے اہل
بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے یہ حدیث پاک جامع ترمذی میں ہے اور
حسن حدیث ہے اور مشکوٰۃ شریف کی تخریج کے اندر بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا گیا
ہے جامع ترمذی شریف اور نسائی شریف میں حدیث پاک ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم دعا کرو اور درود پاک پڑھو پھر
تمہاری دعا قبول ہوگی اور درود پاک کے اندر نبی کریم علیہ السلام کا ذکر بھی ہے اور
اہل بیت کرام کا بھی تو جن کی ذات پاک پر درود پڑھنے کی وجہ سے ہماری دعائیں
قبول ہو جاتی ہیں ان پر کفار کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کے چسپاں کرنا
پر لے درجے کی شقاوت اور حماقت ہے نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا
قول مبارک جو بخاری شریف میں مرقوم ہے کہ آپ نے فرمایا۔

ارقبو محمد ﷺ فی اہل بیتہ

نبی کریم علیہ السلام کے اہل بیت کے بارے میں سرکار علیہ السلام کا خیال کیا کرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ۔

هل البت الشعر علی رؤسنا الا الله وانتم الاصابہ

کے اندر رہے کہ اس کی سند صحیح ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو ارشاد فرمائیں کہ ہمارے سر پر جو بال اُگے ہیں وہ اللہ نے لگائے ہیں اور آپ نے اگائے ہیں اور حسین علی اتنی مقدس ہستیوں کو راہ راست سے بھٹکا ہوا قرار دے تو پھر اس کا اور حضرت عمر کے نظریے کا آپس میں کوئی توافق نہیں ہو سکتا بخاری شریف میں حدیث پاک ہے نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یلک فی اہنی احد فعمرو

پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوئے تھے جن کو اللہ کی طرف سے الہام کیا جاتا تھا اگر میری امت میں کوئی ایسی ذات ہے تو حضرت عمر کی ذات ہے۔ نیز مسند امام احمد میں حدیث پاک ہے۔

ان الحق یطلق علی لسان عمر

مسند امام احمد طبرانی میں صحیح حدیث ہے شک اللہ رب العزت حضرت عمر کی زبان پر بولتا ہے جن کا کلام الہام ربانی سے صادر ہوتا ہو وہ تو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اس قدر عقیدت کا اظہار فرمائیں اور جن کے بارے میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہوان الشیطنین لیوحن الی اولیاء ہم وہ امام حسین علیہ السلام کو گمراہ قرار دیں اس پر یہی کہا جاسکتا کہ۔

ہیں راہ تفاوت از کجا است تا کیجا

نوٹ:

حضرت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے حسین علی کے بارے میں چند سخت الفاظ لکھے تو خان صاحب کو فوراً حدیث قدسی یاد آگئی۔

من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

حالانکہ یہ حدیث قدسی تو حسین علی پر پڑی آتی ہے کیونکہ جب ایک عام ولی کے ساتھ عداوت رکھنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے جن کے قدموں کی خاک سے کروڑوں ولی تیار ہوتے ہوں ان سے عداوت رکھنے والے کا کیا انجام ہو سکتا ہے خان صاحب بیچارے حسین علی کی ایک عبارت کا جواب دیتے دیتے نئی مصیبتوں میں پھنس گئے گویا ان پر یہ شعر سچا آتا ہے۔

عجب الجھا ہے سینے والا چاک دامن ماہ کنعان کا

جو ادھر سے ٹانگا ادھر سے ادھر ٹانگا ادھر سے ادھر سے ادھر

خان صاحب نے امام شعرانی کی ایک عبارت پیش کی ہے کہ اصل شارح اللہ تعالیٰ ہے نبی کریم علیہ السلام کو شارح کہنا یہ مجاز ہے اس کے جواب میں ہم امام شعرانی کی مفصل عبارات پیش کریں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ امام شعرانی کا بھی وہی مسلک ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے ہم اختصار کی خاطر ان کی عربی عبارات کا اردو ترجمہ پیش کریں گے چنانچہ امام شعرانی علیہ الرحمۃ کتاب میزان الشریعت جلد اول ص ۱۱۵ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مومکد ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کریں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔ اسی طرح اسی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی

عطیہ کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے مہاتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے وہاں کی گھاس کاٹنے سے منع فرمایا تو حضور علیہ السلام کے چچا حضرت عباس نے عرض کی یا رسول اللہ اؤخر کی گھاس کو اس حکم سے نکال دیجئے فرمایا اچھا نکال دی اور اس کا کاٹنا جائز کر دیا اگر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور علیہ السلام ہرگز جرات نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

(کتاب المیزان جلد اول ص ۴۵)

اسی طرح اسی کتاب میں ص ۷۰ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام جس کیلئے جو چاہیں جائز کر دیں اور جو چاہیں کسی کیلئے حرام کر دیں۔

اسی طرح اپنی کتاب کشف الغمہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو یہ حق حاصل تھا کہ جس کو چاہیں کسی حکم سے مستثنیٰ کر دیں جس طرح آپ نے حضرت خزیمہ کی گواہی دو کے برابر کردی اور حضرت ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی اجازت دے دی حضرت اسماء بنت عمیس کیلئے سوگ معاف کر دیا اور ایک آدمی کا اسلام صرف اس شرط پر قبول کر لیا کہ وہ دو نمازیں پڑھے گا اور حضرت انس کو رخصت دی کہ وہ سورج کے طلوع ہوتے وقت روزہ رکھ سکتے ہیں۔

(کشف الغمہ جلد ۲ ص ۵۰ مرقاۃ جلد اول ص ۵۵۰)

کذا فی فیض القدر للمناوی ج ۵ ص ۴۵ - ۴۶ نیز ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ

للسیوطی علیہ الرحمۃ

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی عبارت جو اسی مضمون پر مشتمل ہے الصارم المسلول کے صفحہ ۴۱ پر موجود ہے اور اسی مضمون کی عبارت نیل الاوطار جلد ۲

ص ۲۹۵ پر موجود ہے مسک الختام جلد ۲ ص ۵۱۲ پر موجود ہے اسی طرح دیوبندیوں کے انور شاہ کشمیری بھی لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جو رمضان شریف میں جماع کرنے والے کو کفارہ معاف کر دیا تھا یہ نبی کریم علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ (فیض الباری جلد ۳ ص ۱۶۲)

خان صاحب کا شیخ محقق کے نام سے دھوکا دینا:

خان صاحب نے حضرت شیخ کا نام لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کو تشریحی طور پر مختار نہیں مانتے۔

تو اس کے بارے میں ہم یہ گزارش قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ شیخ علیہ الرحمۃ الممعات میں ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کی طرف احکام سپرد ہیں جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں اور جس کیلئے چاہیں تخصیص فرمادیں نیز ملاحظہ ہو مدارج النبوة جلد اول ص ۱۳۷ الممعات جلد ۲ ص ۳۰۲ الممعات جلد ۲ ص ۳۸۵ مدارج النبوة شریف جلد ۲ ص ۱۸۳ نیز ملاحظہ ہو الممعات جلد ۲ ص ۱۴۳ نیز ملاحظہ ہو الممعات جلد اول ص ۴۰۹۔

خان صاحب کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ آئندہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نام اس سلسلہ میں پیش نہ کریں بلکہ توبہ کریں۔

نوٹ:

جس طرح کی عبارات حضرت شیخ صاحب نے تحریر فرمائی ہیں اسی طرح کی عبارات نووی شرح مسلم جلد اول ص ۳۰۴ نسیم الریاض جلد ۲ ص ۳۵ - مواہب لدنیہ جلد ۵ - زرقانی علی المواہب جلد ۵ ص ۳۲۵ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی کی شرح مسلم جو فتح الملہم کے نام سے موسوم ہے اس کی جلد ۲ پر بھی اس طرح کی

عبارات موجود ہیں نیز ملاحظہ ہوں خاصاً کبری جلد ۲ ص ۲۶۳ زر قافی جلد ۵ ص ۳۲۲ خان صاحب کو چاہیے ان عبارات کا بغور مطالعہ کریں اور نبی کریم علیہ السلام کو مختار کل مان لیں اس میں ہی ان کا فائدہ ہے۔

خان صاحب کی توجہ کیلئے ایک ضروری نوٹ:

دیوبندیوں کے معتبر عالم خلیل احمد ایڈھوی اپنی کتاب بذل المجہود میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو حق حاصل ہے کہ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں اور جس چیز کو چاہیں کسی پر حرام کر دیں جس کو چاہیں فرائض معاف کر دیں۔

(بذل المجہود جلد ۳ ص ۲۲۲)

خان صاحب کو چاہیے کہ کم از کم اس حوالہ کو تسلیم کرتے ہوئے نبی کریم علیہ السلام کو مختار کل مان لیں نیز انہوں نے جو عبارتیں پیش کی ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر شارع اللہ تعالیٰ ہی ہے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے نبی کریم علیہ السلام بھی اگر چاہیں تو فرض کر سکتے ہیں اور چاہیں تو حرام و ناجائز کر سکتے ہیں۔ جس طرح ابن تیمیہ نے کہا۔

قد اقامہ اللہ مقام نفسه فی امرہ ونہیہ و اخبارہ و بیانہ فلا یجوز ان یفرق بین اللہ و رسوله فی شی من ہذہ الامور۔

(الصارم المسلمون علی شاتم الرسول ص ۴۱)

خان صاحب کی غلط بیانی اور غلط مطالبہ:

حضرت مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ خبر واحد کے عقائد میں حجت ہونے کے بارے اگر تصریح درکار ہو تو توضیح تلویح کا رکن ثانی ملاحظہ

فرمائیں جس کو علامہ تفتنازانی رحمۃ اللہ علیہ جو شرح عقائد کے مصنف ہیں انہوں نے تحریر فرمایا۔ تو خان صاحب اس کے جواب میں پہنچ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کوئی توضیح و تلویح ہے اور رکن ثانی ہے جس کا مولف نور ہدایت نے حوالہ دیا ہے تو خان صاحب کو چاہیے کہ ذرا آنکھیں کھول کر توضیح و تلویح ص ۴۶۳۔ ہم خان صاحب کی تسلی کیلئے توضیح کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں۔

شاید کے تیرے دل میں اتر جائے میری بات

علامہ تفتنازانی ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

ان الاحادیث فی احکام الاخرۃ انما وردت لعقد القلب والجزم بالحکم وفی غیرہا العمل دون الاعتقاد فوجبت لا تیان بما کلفناہ فی کل منها اور اس سے چند سطر اوپر لکھتے ہیں۔

ان الاحادیث فی باب الاخرۃ منها ما الشہر لیوجب علم طمانیۃ ومنہا ما هو خبر الواحد ففیہ الظن وذلک فی التفاصيل او الضروع ومنہا ما تواتر واعتضد بالکتاب وهو فی الاصول فیہ فی القطع۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے معاملات کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں سے بعض مشہور ہیں وہ علم طمانیت کا فائدہ دیتی ہیں اور بعض اخبار احاد ہیں جو ظن کا فائدہ دیتی ہیں تو حشر نشر کی تفصیل اور فروعات کی تفصیل کے بارے میں وہ حجت ہیں اور بعض ان میں سے متواتر بھی ہیں تو وہ اصول میں اور اجمالی عقیدے کے بارے میں حجت ہیں مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی حشر کو اجمالی طور پر بھی نہ مانے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر حشر کی تفصیل کا انکار کرے اور آخرت کے مراتب اور درجات کی تفصیل کو نہ مانے تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

تلویح کی منقولہ بالہ عبارات سے ثابت ہو گیا کہ ہر قسم کے عقیدہ کیلئے قطعی

دلیل درکار نہیں ہوتی بلکہ بعض ایسے عقائد بھی ہوتے ہیں جو اخبار احاد سے ثابت ہوتے ہیں۔

خان صاحب ہی بتلائیں کہ جنت کے درجات کی تفصیل اور محشر کے مکمل واقعات کیا قرآن پاک کی قطعی الدلالت آیات اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں تو پھر کیا خان صاحب کا ان پر ایمان نہیں ہے اگر نہیں ہے تو اپنے دماغ کا علاج کرائیں اور اگر ہے تو اپنے اس نظریہ کو چھوڑ دیں کہ کوئی عقیدہ ظنی نہیں ہوتا امید ہے خان صاحب کو توضیح تنویر کی عبارت نظر آجائے گی اور ان کو یہ سمجھ آجائے گا کہ بعض عقائد قطعی ہوتے ہیں اور بعض قطعی نہیں ہوتے ہیں یعنی ظنی ہوتے ہیں۔

خان صاحب سے ایک استفسار:

خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کیا حضرت ابو بکر صدیق خلفاء ثلاثہ سے افضل ہیں یا نہیں؟ اور ان کو باقی خلفاء سے افضل سمجھنا اہل سنت کا عقیدہ ہے یا نہیں تو کیا یہ عقیدہ بھی قطعی ہے اور کیا اس عقیدہ کے اثبات کیلئے آپ کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں نیز یہ بتلائیں کہ المہند میں لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے روضہ اقدس کی شان عرش سے زیادہ ہے۔ اور اس امر کو اپنا عقیدہ قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ بھی قطعی عقیدہ ہے اور اس کے بارے میں بھی آپ کے پاس قطعی دلائل موجود ہیں نیز خان صاحب کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور اس بارے میں حضرت نے ایک کتاب بھی لکھی ہے سکین الصدور تو کیا اس کتاب میں خان صاحب نے اپنے اس عقیدہ کے اثبات کیلئے دلائل قطعیہ پیش کئے ہیں نیز خان صاحب بتلائیں کہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ اسماعیل قطعی جنتی ہے تو اس کے قطعی جنتی ہونے میں آپ کے پاس کوئی آیت یا خبر متواترہ ہے۔

خان صاحب کا ایک عجیب خط:

مولانا حسین الدین شاہ صاحب نے اس امر پر دلیل دیتے ہوئے کہ بعض عقائد ظنی بھی ہوتے ہیں یہ دلیل دی تھی کہ شرح عقائد میں انبیاء علیہم السلام کے فرشتوں پر افضل ہونے پر یہ دلیل دی گئی ہے۔

ان الله اصطفى ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العالمين
اب اعتراض یہ وارد ہوا کہ اس آیت کریمہ میں مذکور لفظ ال ابراہیم اور ال عمران اپنے عموم پر نہیں ہے اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عمران کی آل میں سے تو ہیں پر نبی نہیں تو ان کو تو اللہ تعالیٰ نے تمام عالمین پر فوقیت نہیں دی تو اس آیت کریمہ سے جب بعض افراد مستثنیٰ ہو گئے تو پھر آیت کریمہ میں تخصیص ہو گئی اور جب عام میں تخصیص ہو جائے تو وہ ظنی ہو جاتا ہے اور ظنی دلیل سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ تو شارح عقائد علامہ لکھتازانی نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مسئلہ ظنی ہے یہاں ظنی دلائل بھی کافی ہیں خان صاحب کہتے ہیں جھگڑا مسئلے کا نہیں عقیدے کا ہے اور کوئی عقیدہ ظنی نہیں ہوتا۔

لیکن خان صاحب خود ارشاد فرمائیں کیا شرح عقائد میں فقہ کے مسائل بیان کیے گئے یا عقائد کے جس بحث میں انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے کیا یہ عقیدہ سے متعلق ہے یا کسی اور فن سے متعلق ہے فرشتوں سے افضل ہونے والا مسئلہ اگر عقیدہ سے متعلق ہے پھر خان صاحب کا یہ کہنا کہ جھگڑا عقیدے کا ہے مسئلے کا نہیں ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ تو کیا یہ مسئلہ عقیدے کے متعلق نہیں تھا نیز شرح عقائد کے شارح علامہ پر ہاروی نے بھی اس کی شرح میں یہی ارشاد فرمایا کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ قطعی ہوتے ہیں کچھ ظنی ہوتے ہیں اور

افضلیت رسل بر ملائکہ والا عقیدہ ظنی ہے اس میں ظنی دلائل کافی ہیں۔

نیز خان صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ وصال کے اختیارات کا جس حدیث میں ذکر ہے وہ بھی تو خبر واحد ہے وہاں آپ یہ بحث کیوں نہیں چھیڑتے کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا کیا وصال کو مختار ماننے کیلئے خبر واحد حجت ہے اور نبی کریم علیہ السلام کو مختار ماننے کیلئے خبر واحد حجت نہیں ہے۔

خان صاحب کا اہل سنت پر ایک الزام:

خان صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اہل بدعت کی گازی ضعیف شاذ و منکر یا پھر خبر واحد سے چلتی ہے۔

خان صاحب کے الزام کا جواب:

یہ بات تو اہلسنت کو کرنی چاہیے تھی جو خان صاحب نے کر دی کیوں کہ ان کے قاسم العلوم والخیرات قاسم نانوتوی نے ایک شاذ اور منکر اثر لے کر قرآن کریم کی آیت میں تحریف معنوی کر دی اثر ابن عباس جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس زمین کے علاوہ باقی چھ زمینیں اور بھی ہیں جن میں آدم علیہ السلام جیسے چھ آدم ہیں نوح علیہ السلام جیسے چھ نوح ہیں اور نبی کریم علیہ السلام جیسے چھ نبی اور موجود ہیں حالانکہ محدثین نے فرمایا کہ یہ اثر اسرائیلیات میں سے ہے اور شاذ ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے تلخیص المسند رک میں امام بیہقی نے شعب الایمان میں علامہ بیہقی نے عمدۃ القاری میں حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس اثر کو شاذ قرار دیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ النہایہ میں حافظ سخاوی نے المقاصد میں امام سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ میں علامہ علی قاری نے موضوعات کبیر میں علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ حدیثیہ میں علامہ اسماعیل حتی نے روح البیان میں علامہ آلوسی نے روح المعانی میں علامہ قسطلانی

مواہب جلد میں علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اس اثر کو منکر اور اسرائیلیات سے مایوس قرار دیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود قاسم نانوتوی اپنی کتاب کا نام رکھتے تھذیرا لاس عن انکار اثر ابن عباس یعنی دوسرے لوگوں کو وہ ڈرانا چاہتے ہیں کہ اس اثر کا انکار نہ کرو بلکہ اس کو تسلیم کرو دوسروں سے اس منکر اثر کو منوانا چاہتے ہیں اور خود قرآن کی آیت کے منکر ہو گئے کیونکہ جب آیت کریمہ خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کریم گویا قرآن کا انکار کر دیا قرآن مجید لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔

اسم للنظم والعنی جمیعاً

قرآن پاک لفظ اور معنی دونوں کا نام ہے جس طرح کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ لفظ خاتم النبیین قرآن مجید میں واقع ہی نہیں ہوا۔ جس طرح وہ کافر ہے اسی طرح اس آیت کا معنی تبدیل کر کے کوئی اور معنی کر دینا یہ بھی صریح کفر ہے۔ جس طرح کوئی آدمی یہ تو تسلیم کرے کہ قرآن مجید میں اقبو الصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے لیکن اس کا معنی ورزش کرنا ہے جو حکم اس شخص کا ہوگا وہی نانوتوی صاحب کا ہوگا لہذا خان صاحب کے اکابر پر اہل سنت کی طرف سے یہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک شاذ معلل اثر کو لے کر قرآن مجید کی قطعی آیت کا انکار کر دیا تو خان صاحب پہلے اپنا تو فکر کریں کہ ان پر یہ بات تو سچی نہیں آرہی کہ الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ اور جہاں تک خان صاحب کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اہل سنت والجماعت خبر واحد سے استدلال کرتے ہیں یہ ان کا اعتراض بجائے خود غلط ہے کیونکہ خبر واحد سے استدلال کرنا کوئی قابل اعتراض چیز نہیں ہے۔

چنانچہ خان صاحب کے پسندیدہ محدث اور شارح علامہ علی قاری مرقاۃ جلد

اول ص ۱۹۲ پر فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ احادیث مبارکہ کو اپنے ظاہری معانی پر حمل کیا جائے اور ان پر خبر واحد کہہ کر طعن نہ کیا جائے محض اسلئے کہ وہ اس شخص کے عقیدہ اور نظریہ کے خلاف ہوں اور جو شخص ایسا اقدام کرے گا تو وہ خبر کثیر سے محروم رہے گا اور سلف صالحین کے طریقہ کا مخالف ٹھہرے گا کیونکہ وہ ایک ایک راوی کی نبی کریم علیہ السلام سے بیان کردہ روایت کو ثابت و برحق مانتے تھے اور اسی کو سنت تسلیم کرتے تھے جو اس کی پیروی کرتا اس کی تعریف کی جاتی اور جو مخالفت کرتا اس کو عیب لگا یا جاتا۔

خان صاحب اپنی کتاب ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں لہذا خان صاحب کو چاہیے کہ اس عبارت کو بھی قبول کریں۔

خان صاحب کا سرکار علیہ السلام کے اختیارات پر پیش کردہ دلائل کا جواب:

مولف نور ہدایت مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب نے نبی کریم علیہ السلام نے نبی کریم کے مختار کل ہونے پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ سرکار علیہ السلام کو اور باقی انبیاء کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ترجیح دے دیں۔

تو خان صاحب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اختیار دیتا ہے کہ تمہارا وقت وفات آپ کا ہے اگر تم وفات پانا چاہتے ہو تو ملک الموت حاضر ہے اور اگر دنیا میں قیام پر رہنا چاہتے ہو تو تمہاری عمر بڑھا دیتے ہیں کیونکہ ہم اس امر پر قادر ہیں تو خان صاحب لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو

ترجیح دیتے ہیں اور دار آخرت میں جلوہ گری فرماتے ہیں۔

سفر رازی تاویل کا رد:

خان صاحب کی اس تاویل کے باوجود اہل سنت کا مسلک ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اہل سنت کا نظریہ یہ تھا کہ عام انسانوں کے برعکس انبیاء علیہم السلام اپنی وفات میں باختیار ہوتے ہیں کیونکہ عام انسانوں کو اس طرح کا قطعی کوئی اختیار نہیں دیا جاتا کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں چاہیں تو دار بقا کی طرف منتقل ہو جائیں تو اس سے تو وہابیہ کے عقیدہ باطلہ کی تردید ہوتی ہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

نیز ان کے اسی عقیدہ فاسدہ کی بھی تردید ہوتی ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک مختار نہیں جبکہ بخاری کی حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ۔

ما من نبی یمرض الا وقد یخیر بین الدنیا والاخرۃ

نیز نبی کریم علیہ السلام کا یہ ارشاد پاک۔

ان الله یخیر عبدہ بین الدنیا والاخرۃ فاختر ما عندہ

یہ حدیث پاک بخاری و مسلم میں منقول ہے ان دونوں احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وفات کے اندر باختیار ہیں۔ اور خان صاحب کے پاس اہل سنت کی اس دلیل کا کوئی جواب نہیں یہ عیحدہ بات ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بولتے رہیں یا لکھتے رہیں (اہل سنت کی طرف سے پیش کردہ ایک اور حدیث پاک اور خان صاحب کا جواب دینے سے فرار)۔

مولف نور ہدایت نے نبی کریم علیہ السلام کے مختار ہونے پر ایک دلیل یہ دی تھی کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک صحابی کے بارے میں فرمایا کہ خدا اس پر رحمت کرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب عامر کیلئے تو

شہادت واجب ہوگئی آپ نے ان کو ہمارے لیے باقی کیوں نہ رکھا تا کہ ہم ان سے فائدہ اٹھاتے تو اہلسنت کا استدلال یہ تھا کہ صحابہ کرام کا نظریہ اس متفق علیہ روایت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان سے ان کی وفات جلدی ہوگئی اگر سرکار علیہ السلام یہ ارشاد نہ فرماتے تو صحابہ کرام ان سے زیادہ عرصہ استفادہ کر سکتے تو اہل سنت کا استدلال اس امر سے ہے کہ موت اگر اپنے وقت پر آتی اور سرکار علیہ السلام یہ جملہ نہ ارشاد فرماتے تو ان کا ابھی وصال نہ ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام ان کے وصال کو جو ابھی کافی موخر تھا اپنے فرمان سے مقدم کر دیا اگر ان کی موت کا وقت یہی مقرر تھا تو سرکار علیہ السلام رحمۃ اللہ والا ارشاد فرماتے یا نہ فرماتے تو اس سے کوئی فرق نہ پڑتا تھا لیکن حضرت عمر کا یہ عرض کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ سرکار کی دعا کی وجہ سے ان کی وفات قبل از وقت ہوگئی اگر یہ صورت نہ مانی جائے تو حضرت عمر کا یہ فرمانے کا مطلب کیا ہوگا کہ آپ نے ہمیں ان سے فائدہ کیوں نہ پہنچایا اس لئے علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ آپ نے ہمیں ان سے فائدہ کیوں نہ پہنچایا کی شرح کرتے ہوئے لکھا کہ آپ نے ان کو ہمارے لئے باقی کیوں رکھا تا کہ ہم ان کی ذات سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہی مطلب اس حدیث پاک کا امام نووی نے بھی بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کو یہ معلوم تھا کہ آنحضرت علیہ السلام جب ایسے موقع پر ان الفاظ سے کسی کیلئے دعا کرتے ہیں اس کو شہادت کی موت عطا ہوتی ہے۔

تو علامہ نووی اور علامہ قسطلانی کی عبارت میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں کا مضمون ایک ہی ہے خان صاحب نے بلاوجہ امام نووی کی عبارت پیش کر کے رعب جھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ امام نووی کے حوالہ سے بھی اہل سنت کے مسلک کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ جب نبی کریم

علیہ السلام کی دعا سے موت کا وقت مقدم ہو سکتا ہے تو موخر بھی ہو سکتا ہے۔

اہلسنت کی طرف سے پیش کی گئی ایک اور دلیل کا خان صاحب کی طرف سے جواب:

مؤلف نور ہدایت نے بخاری و مسلم کے حوالہ سے سرکار علیہ السلام کی ایک حدیث پاک نقل کی تھی کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور روح قبض کرنی چاہی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی تو اس سے اہل سنت کا استدلال یہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اتنا تصرف عطا فرمایا ہے کہ وہ تھپڑ مار کر ملک الموت کی آنکھ نکال سکتے ہیں تو پھر نبی کریم علیہ السلام کو جو موسیٰ علیہ السلام کے بھی آقا ہیں آپ کے تصرفات کا کیا عالم ہوگا۔

تو خان صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام قسطلانی نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پتہ نہیں چلا کہ یہ ملک الموت علیہ السلام ہیں اس لئے آپ نے ان کو تھپڑ مارا لیکن خان صاحب یہ تو تسلیم کریں تا کہ چلو ان کو پتہ نہ بھی چلا ہو ان کا اختیار تو پھر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جان لینے کا ارادہ کرنے والے کو تھپڑ مار کر واپس بھیج دیا پھر اللہ رب العزت نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو یہ نہیں فرمایا کہ میرے بھیجے ہوئے رسول فرشتے کے ساتھ تو نے کیا سلوک کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا کہ جا کر ان کی بارگاہ میں عرض کرو کہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ لو جتنے بال نیچے آجائیں گے اتنے سال تمہاری عمر بڑھادی جائے گی تو اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اگر چاہتے تو اپنی عمر میں اضافہ فرما سکتے تھے۔

اور خان صاحب اس امر پر غور کریں کہ کیا ہماری عمر حواہ ہم کتنی ہی خواہش

کیوں نہ کریں بڑھ سکتی ہے؟ تو پھر خان صاحب کو سوچنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام موت و حیات تک کا اختیار رکھتے ہیں پھر ہماری ان کے سامنے کی حیثیت ہو سکتی ہے نیز خان صاحب کو اپنے اس نظریے پر بھی غور کرنا چاہیے جو اسماعیل دھلوی نے پیش کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بت یہ ایک جیسے ہی عاجز اور بے اختیار ہیں کیا جو ہستی ملک الموت کو واپس بھیج دے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار بھی ملے کہ تم بیل کی پشت پر ہاتھ رکھو جتنے نیچے ہال آئیں گے اتنے ہی سال تمہاری عمر بڑھا دی جائے گی تو کیا ایسی مقدس ہستیاں بتوں جیسی بے اختیار اور عاجز ہو سکتی ہیں نیز دیوبند یوں کے ابن حجر ثانیؒ کی یہ عبارت خان صاحب کے ملاحظہ نہیں کی جو انہوں نے اپنی کتاب فیض الباری شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۸۶ پر لکھی ہے۔

چنانچہ کشمیری صاحب کی اصل عبارت یہ ہے۔

و انما فقا عینہ فقط لاله كان ملكت الموت والالا ندقت السماوات السبع
من لطفة غضبه

ترجمہ:

موسیٰ علیہ السلام کی صرف آنکھ نکالنے پر استغفا کیا ہے ورنہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ کی طاقت یہ ہے کہ سات آسمان ان کے تھپڑ سے تباہ ہو جائیں۔

تو خان صاحب کو چاہیے کہ اپنے ابن حجر ثانیؒ کی اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور موسیٰ علیہ السلام کے خدو داد تصرفات پر ایمان لے آئیں اور اس باطل نظریے سے توبہ کریں کہ معجزات کے صدور میں انبیاء علیہم السلام اس طرح ہوتے ہیں جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتی ہے کاش خان صاحب یہ باطل نظریہ اپنانے سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کر لیتے۔ جو قرآن پاک میں موجود ہے

جو انہوں نے جادو گروں کو فرمایا۔

فالقوا ما انتم ملقون

اگر موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر اعتماد نہ ہوتا اور یہ یقین نہ ہوتا کہ میرا عصا ان کے تمام جادوؤں کو باطل ٹھہرا دے گا تو آپ اتنی بے نیازی سے یہ ارشاد نہ فرماتے کہ تم پھینکو جو بھی چاہتے ہو گویا آپ یہ فرما رہے تھے جو قدرتیں اور طاقتیں اللہ نے مجھے بخشی ہیں ان کے سامنے تمہاری تمام شعبہ بازیوں بے وقعت ہیں۔

خان صاحب کے ایک اور استدلال کا جواب:

خان صاحب نے نبی کریم علیہ السلام کے بے اختیار ہونے پر ایک دلیل یہ پیش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جو چیز چاہتا ہے اختیار فرماتا ہے ان کو اختیار حاصل نہیں ہے۔

خان صاحب کے استدلال کا جواب:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ کہ کفار مکہ نے یہ کہا تھا کہ ہمیں نبی کیوں نہ بنایا گیا حالانکہ ہم مال و دولت میں نبی کریم علیہا السلام پر فوقیت رکھتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے پیدا کرے۔ اور جسے چاہے منصب نبوت کے لئے منتخب کرے۔ کفار کو اس چیز کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ پر ہماری اپنی مرضی ہے کہ جس کو چاہیں نبوت عطا فرمائیں۔ جس طرح فرمایا۔

اللہ اعلم حيث يجعل رسالته

اہم یقسمون رحمة ربك

توان آیات سے صاف ثابت ہے کہ نبوت عطا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہے نبوت عطا فرمائے۔ نیز خان صاحب پر دلیل تب دیتے جب ہم نبی کریم علیہ السلام کو نبوت عطا کرنے والا سمجھتے۔ نیز اگر آیت کا وہ مطلب لیا جائے۔ خان صاحب نے سمجھا ہے کہ کسی مخلوق کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ تو یہ جبر یہ والا عقیدہ بن جائے گا۔ حالانکہ خان صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ عام انسانوں کو بھی امور عادیہ کے اندر اختیار حاصل ہے۔ تو پھر کیا خان صاحب عام انسان کو امور عادیہ میں با اختیار مانتے ہیں اور نبی کریم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو امور عادیہ کے اندر بھی با اختیار نہیں مانتے۔ تو خان صاحب کی پیش کردہ آیت کا وہی مطلب ہے جو تم نے عرض کیا ہے۔ نیز اگر خان صاحب آیت کریمہ۔

وَيَخْتَارُ اور مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

میں اختیار کا اصطلاحی معنی سمجھا ہے تو پھر اپنے قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتوی کے اس شعر پر بھی غور کرنا چاہیے۔

فلک پر عیسیٰ اور لیس ہیں تو خیر سہی

زمین پر جلوہ نما ہیں احمد مختار

اسی طرح علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت پر غور کریں جو انہوں نے آیت کریمہ۔

قد جاءكم من الله نور

کی تفسیر میں لکھی ہے۔

هو نور الانوار والنبي المختار

پھر خان صاحب کو چاہیے کہ یہاں ان اشعار، عبارات بھی کا وہی معنی سمجھیں جو انہوں نے آیت کریمہ کا سمجھا۔

خان صاحب کو نانوتوی صاحب کے اس شعر پر بھی غور کرنا چاہیے۔

عوا اشارا میں دو ٹکڑے یوں قمر کا جگر

کوئی اشارا ہمارے بھی دل کے ہو جائے پار

اور اسی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

عرش پر اگر فرش بھاری ہے تو ہے اس خاک سے

جس میں محو خواب ہے کون و مکان کا تاجدار

خدا تیرا تو جہاں کا ہے واجب الطاعت

جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

(قصائد قاسمی صفحہ نمبر ۶-۵)

نیز اپنے مشہور مصنف عاشق علی میرٹھی کی اس عبارت پر غور کریں۔ وہ لکھتے

ہیں کہ سلیمان علیہ السلام دوسرے بادشاہوں کی طرح بیت المال کے صرف محافظ

نہیں تھے بلکہ مختار کل، مالک و متصرف اور مجاز تھے کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ

دیں۔ (ترجمہ القرآن عاشق علی میرٹھی)

سلیمان علیہ السلام کے اختیار کا دائرہ کتنا وسیع تھا اس کی وضاحت گذشتہ

اوراق میں کر چکے ہیں۔

خان صاحب کی ایک مضحکہ خیز حرکت:

اہل سنت کی طرف سے جب یہ دلائل پیش کئے گئے کہ نبی کریم علیہ السلام

نے کھجوروں کے خشک خوشے کو حکم دیا تو وہ سجدہ کرتے نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ

میں حاضر ہوا جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حدیث ہے اور اسی طرح جامع ترمذی میں بھی

حدیث پاک ہے جو نور ہدایت میں بھی پیش کی گئی تھی کہ نبی کریم علیہ السلام نے ایک

آدمی کو فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے خوشے کو بلاؤں اور وہ رسالت کی گواہی دے تو

کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے بلائے پر وہ خوشہ نیچے بھی اترا اور پھر واپس اپنی جگہ پر جا کر لگ بھی گیا۔ اور وہ آدمی مسلمان بھی ہو گیا اور اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کا حضرت ابو حیرہ کو حافظہ عطا فرمایا۔

تو خان صاحب ان تمام احادیث کے جواب میں ہی کہتے ہیں کہ یہ معجزہ ہے اور معجزہ میں نبی کریم علیہ السلام کے ارادے کو دخل نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان احادیث سے واضح طور پر یہ پتہ چل رہا ہے کہ یہ معجزات نبی کریم علیہ السلام کے ارادے سے صادر ہوئے۔ خان صاحب ہی بتلا دیں کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے کعبہ کے خوشے کو بلایا تھا یا حضرت ابو حیرہ کو حافظہ عطا کیا تھا کیا نبی کریم علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ خوشہ نیچے آئے اور حضرت ابو حیرہ کا حافظہ قوی ہو جائے یا جب نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جابر کے کھانے میں لعاب دہن مبارک ڈالا تو آپ علیہ السلام یہ چاہتے تھے یا نہیں کہ یہ کھانا ہزار آدمی کا کفایت کرے۔ اسی طرح حضرت صدیقہ کو سرکار نے کچھ جو عطا فرمائے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے جو ایک صاع کی مقدار تھے اور ان میں ایسی برکت رہی کہ کافی عرصہ تک کفایت کرتے رہے حتیٰ کہ جب ایک لونڈی نے انہیں ماپ دیا تو وہ ختم ہو گئے کیا یہاں نبی کریم علیہ السلام نے یہ ارادہ فرمایا تھا یا نہیں کہ یہ جو انہیں کافی عرصہ تک کفایت کریں۔

خان صاحب کو چاہیے کہ احادیث مبارکہ میں غور و خوض بھی کر لیا کریں نیز یہ امر بھی بڑا حیران کن ہے کہ خان صاحب کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ معجزات غیر اختیاری ہوتے ہیں اور دلیل بھی ہی دیتے ہیں کہ معجزات غیر اختیاری ہوتے ہیں گویا دعویٰ بھی وہی دلیل بھی وہی حالانکہ یہ مصداق علی المطلب ہے۔ جبکہ ان احادیث میں ادنیٰ سا غور کرنے سے ایک ادنیٰ عقل والے کو بھی یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ معجزات جو کہ سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں نبی کریم علیہ السلام سے صادر ہوئے وہ

آپ کے ارادے اور مرضی سے صادر ہوئے صاحب نور ہدایت نے حضرت ابو حیرہ والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد الساری کے حوالہ سے ایک عبارت لکھی تھی۔ جس کا جواب خان صاحب گول کر گئے ہیں ہم اس عبارت کا ترجمہ دوبارہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ صاحب ارشاد الساری ارشاد فرماتے ہیں۔

کہ یہ واقعہ نبی کریم علیہ السلام کے روشن معجزات سے ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو حیرہ سے نسیان کو دور کر دیا جو کہ انسان کے لوازمات سے ہے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ لفظ انسان نسیان سے مشتق ہے اور اس کا حصول چادر کے پھیلاؤ میں ایک ایسا امر ہے کہ جس میں عقل کیلئے دم مارنے کی مجال نہیں۔

ویسے تو خان صاحب کا دعویٰ کہ وہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکے پھر پتہ نہیں یہ عبارت جو ارشاد الساری جلد اول صفحہ ۳۷ پر موجود تھی حضرت کی نگاہوں سے کیوں اوجھل رہی شاید خان صاحب مطالعہ تو کرتے ہوں گے لیکن جب کوئی مقام اپنی طبع اقدس پر گراں گزرتا ہو گا کتاب کو بند کر دیتے ہوں گے کیونکہ جو آنکھیں ہر وقت نبی کریم علیہ السلام کے کمالات کی نفی ملاحظہ کرنے کی عادی ہوں تو ان کو پھر نبی کریم علیہ السلام کے کمالات پر دلالت کرنے والے حوالہ جات کیسے نظر آئیں اور حضرت علامہ قسطلانی صاحب ارشاد الساری نے حضرت غطا سے یہ بھی نقل فرمایا تھا کہ حضرت ابو حیرہ کا نسیان دور کرنا نبی کریم علیہ السلام کا مافوق الاسباب تصرف ہے۔ تو ان کی یہ عبارت بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ معجزہ نبی کریم علیہ السلام کے ارادہ سے صادر ہوا نیز لفظ تصرف سے بھی معجزہ کا اختیاری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر لفظ تصرف سے انبیاء علیہم السلام کا مختار ہونا ثابت نہ ہوتا تو شاہ اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں ہرگز نہ لکھتا کہ جو کسی مخلوق کیلئے کائنات میں تصرف ثابت کرے گا ذاتی قدرت سے یا عطائی قدرت سے کرے تو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں بلکہ خان

صاحب اپنی کتاب تسکین الصدور میں لکھتے ہیں کہ مشرک کا معاملہ ہی جدا ہے وہ غیر اللہ کو امور میں متصرف الامور سمجھتا ہے اور یہ عقیدہ کفریہ ہے نیز خان صاحب بتلا میں کہ اگر لفظ تصرف سے انبیاء علیہم السلام کا مختار ہونا ثابت نہیں ہوتا تو ان کو اعلیٰ حضرت کہ اس شعر پر اعتراض کیوں ہے۔

ذی تصرف بھی ماذون بھی مختار بھی ہے عبد القادر

کا ر عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

نیز خان صاحب ہی بتلا میں کہ اگر تصرف کا لفظ کسی نبی یا ولی کیلئے بولا جائے یا پرانے اکابر اس لفظ کو انبیاء اولیا کے لئے استعمال کریں۔ تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے جسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہے اور اصل طاقت اللہ تعالیٰ کی ہے تو پھر کیا وہابی حضرات انبیاء اولیا کے لئے یہی مفہوم لے کر لفظ تصرف بولیں گے۔

ثابت ہو گیا کہ جب لفظ تصرف بولا جائے تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ جس کے لئے لفظ بولا گیا اس کے ارادے اور اختیار سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب نے اپنی آخری کتاب البوار والنوادر میں تحریر کیا ہے کہ تصرف میں ظاہر یہی ہے کہ وہ اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ لہذا خان صاحب سے گزارش ہے کہ توبہ کریں اور تنقیص شان رسالت بآب علیہ السلام سے باز آجائیں تب ہی ان کو نبی پاک علیہ السلام کی شفاعت نصیب ہوگی اگر اسی راہ پر چلتے رہے جس پر اب گامزن ہیں تو ان کو ہرگز نبی کریم علیہ السلام کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ کیونکہ ارشاد باری ہے۔

مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ

نیز ارشاد باری ہے۔

مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعَ يَطَاعُ

نیز اس آیت کریمہ پر غور کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجُودَ يَوْمِنَا خَاشِعَةً عَامِلَةً لِنَاصِبَةٍ تَصْلِي نَارِ أَحَابِيهِ

نیز اس آیت کریمہ پر غور کریں۔

لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ

نیز خان صاحب نے یہ حدیث پاک پڑھائی بھی ہوگی دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ ۶۹ اہتر گن زیادہ گرم ہے اور اگر خان صاحب تائب ہو جائیں تو پھر اس آیت کریمہ کی رو سے ان کے بارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا انْ يَنْتَهُوا يَغْفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ

(پارہ ۹ سورۃ انفال)

نیز ارشاد رسول علیہ السلام ہے۔

الاسلام يهدم ما كان قبله

(بخاری شریف)

مراد ما نصیحت بود کردیم

حوالت با خدا کردیم و رقیم

آخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

لِلصَّغْمِ ارْنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اِتْبَاعَ

وَارْزُقْنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَ

الاستدراکات

مولوی سرفراز صاحب صفدر تقریباً اپنی ہر کتاب میں فقہاء کرام کا ایک حوالہ ضرور اس طرح کا دیتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کا علم غیب تسلیم کرنے والا کافر ہے۔ اپنی ایسی کتاب راہ ہدایت کے اندر بھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا حوالہ دیا ہے انہوں نے اپنی کتاب ارشاد الطالبین میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی پاک ﷺ کیلئے علم غیب تسلیم کرنے والے کافر ہیں۔ حالانکہ حضرت خالصہ ان کی مشہور عالم تفسیر مظہری کا مطالعہ فرماتے تو اس طرح کی رکیک بات نہ کرتے۔ حضرت اپنی تفسیر میں آیت کریمہ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء (سورۃ بقرہ پارہ ۳) کے تحت فرماتے ہیں کہ من علمہ سے مراد علم غیب ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے علم غیب کا مخلوق میں سے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا عطا فرمائے۔ (جلد اول) نہ جانے سرفراز صاحب کی عقاب نگاہوں سے تفسیر مظہری کی یہ عبارت کیوں مخفی رہی۔ ویسے حضرت کا یہ دعویٰ ہے کہ میں ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ لیکن پتہ نہیں کہ متداول کتابوں کی عبارات سے حضرت کو صرف نظر کیوں ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی سرفراز صاحب نے جو کتاب لکھی اس میں اصل موضوع تو سرکار ﷺ کے اختیارات کا نفی کرنا تھا تو علم غیب کی نفی کا حوالہ دینا اور قائلین علم غیب کی تکفیر کرنا ویسے بھی غلط بحث ہے اور ان کی کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے غلط بحث کر دیا تو ہم نے گذشتہ اوراق میں اس کا جواب مفصل انداز سے دیا کہ ارشاد الطالبین کی جو عبارت حضرت نے پیش کی ہے۔ وہ محض الحاقی ہے مزید حضرت کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ اگر آپ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کو پہلی وقت مانتے ہیں اور ان کی علمی عظمت کے قائل ہیں تو انہوں نے آیت کریمہ ان علینا جمعہ وقرآنہ ثم ان علینا بیانہ۔ (پارہ نمبر ۲۹ سورۃ

قیامت) کے ماتحت جو ارشاد فرمایا ہے کہ محکم اور متشابہ کا بیان اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ نبی پاک ﷺ متشابہات کو نہ جانتے ہوں۔ کیا اب خالصہ بھی نبی پاک ﷺ کیلئے متشابہات کا علم تسلیم کریں گے۔ نیز قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے آیت کریمہ یسئلونک عن الروح (پارہ نمبر ۱۵ سورہ بنی اسرائیل) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ نبی پاک ﷺ سے کس طرح روح کا علم مخفی رہ سکتا ہے جبکہ اکابر اولیاء بھی روح کو جانتے ہیں۔ کیونکہ ارشاد ہادی ہے۔ کنت سمعہ الذی یسمع بہ بصرہ الذی یتصر بہ تو اس حدیث قدسی کی رو سے اولیاء کو بھی روح کا علم حاصل ہے تو نبی پاک ﷺ کو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا۔ نیز سرفراز صاحب اور ان کے پرستار یہ ارشاد فرمائیں کہ اگر ارشاد الطالبین کی یہ عبارت واقعی قاضی صاحب رحمہ اللہ کی ہے تو پھر اس عبارت کی رو سے علامہ ابن ہمام کی بھی تکفیر ہو جائے گی کیونکہ وہ اپنی کتاب تحریر الاصول میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ (پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل) کا مطلب یہ ہے لا یعلم بدون تعلیم اللہ الا اللہ (جلد اول ص ۲۱۱ طبع بیروت) کی عبارت بعینہ تفسیر مظہری کے اندر موجود ہے اگر ارشاد الطالبین کی عبارت کا وہ مطلب لیا جائے جو خالصہ نے سمجھا ہے تو پھر علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ اور خود قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تکفیر ہو جائے گی۔ علامہ ابن ہمام اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ الا تری ان تلک الایۃ تو جب ہر علم الغیب علی اللہ تعالیٰ ثم لا یمنع ان یعلمہ غیر اللہ بتعلیمہ کما قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یتظہر علی غیبہ احدا الا من اراد تنضی من رسول اور یہی عبارت کشف الاسرار شرح اصول ج ۳ ص ۲۶۰ پر موجود ہے تو پھر کیا ارشاد الطالبین کی اس عبارت سے صرف بریلویوں کا کفر ثابت ہوگا یا پھر اساطین اسلام بھی کافر ٹھہریں گے۔

کتنے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
جنہیں آسمان نے ڈھونڈا تھا خاک چھان کر

تحریر کی اس مذکورہ بالا عبارت سے سرفراز صاحب کی اس بات کا جواب بھی ہو جائے گا جو علامہ ابن حمام کی کتاب مسایرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے تو مسایرہ کی اس عبارت سے مراد ذاتی علم غیب لینا پڑے گا کیونکہ علامہ ابن حمام خود تحریر کے اندر علم غیب ثابت کر رہے ہیں تو کیا معاذ اللہ وہ اپنے آپ کو کافر بنا رہے ہیں۔ لہذا بزرگان دین کی عبادات سوچ سمجھ کر نقل کرنی چاہئیں۔ تاکہ عند اللہ اور عند الناس رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اگر غلط استدلال کیا گیا۔ جب کوئی خادم جوابی کارروائی کرے گا تو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حرا عاقل کند کار کہ باز آید پشمانی

مولوی سرفراز صاحب کے شعبہ کا ازالہ

حضرت اپنی کتاب دل کا سرور میں ارشاد فرماتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے اوپر شہد کو حرام ٹھہرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لم نحصوم ما احل اللہ لک۔ (سورۃ تحریم پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۱) سرفراز صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ اپنے اور اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے۔ سرفراز صاحب کا اس طرح کا ترجمہ کرنا محض غلط ہے۔ کیونکہ تمام مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ”آپ اس چیز سے نفع اٹھانے سے کیوں رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کی ہے۔ اس آیت کا یہی مطلب علامہ آلوسی نے روح المعانی میں علامہ رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں بیان فرمایا ہے۔ بلکہ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ کے حلال کو حرام کرنا تو کفر ہے تو نبی

پاک ﷺ کی طرف اس امر کو کیسے منسوب کیا جاتا ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ کا یہی مطلب مراد لینا واجب ہے کہ آپ باوجود حلت کے اعتقاد کے شہد کے استعمال سے کیوں گریز فرماتے ہیں۔ اس آیت کا یہی مطلب روح البیان ابو سعود البحر المحیط اور احکام القرآن للخصاص تفسیر نیشاپوری تفسیر ابن جریر تفسیر مظہری تفسیر خازن تفسیر مدارک تفسیر صاوی تفسیر جمل تفسیر حاد تفسیر کشاف تفسیر قرطبی تفسیر معاتم تفسیر حسینی تفسیر بیضاوی شیخ زادہ عنایت القاضی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اب اس آیت کی تفسیر میں عقائد میں اہلسنت کے حضرت علامہ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ کا حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ حضرت اپنی کتاب تاویلات اہل السنۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ومن قال بانه حرم ما احل الله له فقد قال امراً منكراً ولو اعتقد ذلك كان كفراً منه اذ من حرم ما احل الله تعالى كان كافراً ومن كان اعتقاده في رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هذا فهو كافر۔

(مس ۱۳۱۱ سورۃ تحریم ج ۵)

”جو آدمی یہ کہے نبی پاک ﷺ نے اس چیز کو حرام کیا جو اللہ نے آپ کیلئے حلال کی تھی تو اس نے بہت بری حرکت کا ارتکاب کیا اگر اس نے اس طرح کا عقیدہ رکھا تو یہ اس کا کفر ہوگا۔ کیونکہ جو حرام ٹھہرا کے اس چیز کو جو اللہ نے حلال کی وہ کافر ہے تو جس کا عقیدہ نبی الانبیاء ﷺ کے بارے میں ایسا ہو تو وہ کافر ہے۔ مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

لكن الامر عندنا ليس على ما ظنه ابو بكر ولا على ما سبق اليه وهم بعض الجاهل ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حرم شيئاً۔
لیکن معاملہ ہمارے نزدیک ایسا نہیں ہے جیسے ابو بکر اہم نے بیان کیا ہے اور

نہ اس طرح کہ بعض جاہلوں نے گمان کیا۔ بلکہ جو نبی پاک ﷺ بابت اس طرح کا گمان کرے تو اس نے گویا نبی پاک ﷺ کی طرف کفر منسوب کیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ص ۱۷ الطبع پشاور)

تو سرفراز صاحب نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے تفاسیر کو بالکل ملحوظ میں رکھا اور تفسیر ہارائے کر کے واوی ضلالت میں بھٹکتے رہے اور مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب کے سامنے چونکہ تفاسیر کی یہ عبارات تھیں اس لئے آپ نے اس آیت کا مطلب صحیح بیان فرمایا اور سرفراز صاحب کے بیان کردہ مطلب کی تغلیط فرمائی۔ لیکن سرفراز صاحب بجائے اس کے غور کرتے انہوں نے شاہ صاحب کے بارے میں سو قیانا الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیئے اور ان کے بیان کردہ مطلب کو جو بالکل صحیح تھا۔ نا بھیجی کی وجہ سے اور عقل کی کمی کی وجہ سے غلط قرار دے دیا۔ سرفراز صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ بغیر سوچے سمجھے کسی بات کو غلط نہ کہا کریں۔

گر خن بشتوی ز اہل دل گو خطا است

خن شناس غنی دل برا خطا این جا است

کم من غائب قولا صحیا وعافۃ من اللہم السقیم

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے

اس سے بھلا کیا قصور ہے آفتاب کا

آیت کریمہ کا صحیح مطلب

اللہ رب العزت فرمانا یہ چاہتے ہیں۔ اے نبی مکرم ﷺ ہم نے شہد حلال کیا آپ کی خاطر اگر آپ استعمال نہ فرمائیں پھر ہمارے حلال کرنے کا کیا فائدہ۔ سرفراز صاحب اگر اس بات پر غور کر لیتے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک عذر کی وجہ سے فرمایا تھا میں اونٹ کا گوشت استعمال نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اپنے

آپ اس کے استعمال کیوں باز رکھ رہے ہو۔ لیکن خلاق عظیم ارشاد فرما رہا ہے آپ اپنی ازواج مطہرات کا لحاظ تو فرما رہے ہیں لیکن میری مرضی کا خیال تو نہیں فرمایا ہم نے حلال ہی آپ کی خاطر ٹھہرایا ہے۔ جس طرح فرمایا:

الہم نشرح لك صدورك۔ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کھول دیا۔

ورفعنا لك ذکوک۔ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

اصل وجہ یہ تھی کہ اللہ رب العزت نے نبی پاک ﷺ کی توجہ ہٹادی تاکہ امت کو مسئلے کا علم ہو جائے یعنی کسی حلال چیز کو حرام کہہ دیا جائے تو شرعاً وہ حرام نہیں ہو جاتی بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

قد فرض اللہ لم تحلة ایما لکم۔

مولوی سرفراز صاحب کے اور شبہ کا ازالہ

صحیح مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے کہ جب سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر حج فرض ہے ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر حال حج کرنا فرض ہے تو سرکار ﷺ خاموش رہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے تو سرکار ﷺ خاموش رہے۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے تو سرکار ﷺ خاموش رہے۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا لو قلت نعم لوجبت۔

اس آیت کا جواب دیتے خانصاحب رقمطراز ہیں کہ سرکار ﷺ کے ہاں فرمانے سے مراد یہ ہے کہ اگر میں خداوند قدوس کی وحی کے ذریعے ہاں کہہ دیتا تو پھر ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ آگے سرفراز صاحب نے آیت نقل کی ہے کہ وما یسطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ لیکن سمجھ نہیں آتی کہ خانصاحب کو یہ آیت کریمہ اس وقت یاد کیوں نہیں آتی جب وہ یہ استدلال کر رہے تھے کہ اگر نبی پاک

ﷺ مختار کل ہوتے تو اللہ رب العزت آپ ﷺ کو کیوں ارشاد فرماتا کہ آپ شہد کو کیوں حرام ٹھہراتے ہیں۔ اس وقت خان صاحب یہ تاویل کر دیتے کہ نبی پاک ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا یہ بھی اللہ کی وحی سے تھا۔ یہ آیت کریمہ اس وقت کیوں بھول گئی تھی یا جنگ تبوک کے قیدیوں سے فدیہ لینے والے معاملے پر جب آپ اعتراض کرتے ہیں یا جنگ تبوک کے موقع پر منافقوں کو اجازت دینے والے معاملہ پر اعتراض کرتے ہیں یا جب آپ سے تین واقعہ کے بارے میں سوال کیا۔ اصحاب کہف روح اور ذوالقرنین کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا لیکن چند روز وحی نہ آئی تو وہابی اس کو بھی اپنے دعویٰ علم غیب کی لٹی میں پیش کرتے ہیں اس وقت یہ آیت کیوں نہیں یاد آئی۔ وما یسطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔

سرفراز صاحب اور ان کے پیروکاروں کی مزید توجہ کیلئے ہم عرض کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے چوٹی کے فقیہ حضرت ابو بکر حصص اپنی تفسیر احکام القرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ولو قلت نعم لو جبت فایخبر انه لو قال نعم لو جبت بقولہ اور یہی بات ملا علی قاری رحمہ اللہ صاحب نے بھی ارشاد فرمائی جن کے بارے میں سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی مفصل عبارات حجت ہیں پتہ نہیں سرفراز صاحب میاں کرم کرتے ہیں یا نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سرکار ﷺ کا نعم فرماتا عام تھا۔ وحی سے ہو یا اجتہاد سے (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۳ مطبوعہ سبیل اکیڈمی سرقاہ)

مولوی سرفراز صاحب کی بہت بڑی خیانت مجرمانہ

مولوی سرفراز اپنی کتاب ”دل کا سرور“ میں صحاح ستہ کی حدیث پاک جو امام بخاری و مسلم کے علاوہ دیگر تمام ثقہ محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی جس نے دن اندر رمضان شریف میں بیوی کے ساتھ جماع کر کے روزہ فاسد کر دیا تھا تو سرکار

ﷺ نے پندرہ صاع کھجوریں اس کو عطا فرمائیں کہ جاؤ ان کے ذریعے کفارہ ادا کر دو اور مساکین کو کھلا دو۔

حالانکہ معمول کے مطابق کفارہ کی مقدار ساتھ صاع ہونی چاہیے تھی کیونکہ ساتھ مسکینوں کو دو پہر اور شام کو نصف نصف صاع دینا ہوتا ہے یا ان کو ایک ایک صاع کھجور عطا کر دے۔ اس میں بھی سرکار ﷺ کی خصوصیت تھی کہ آپ نے پندرہ صاع کا حکم فرمایا۔ دوسرا یہ کہ جب اس اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے زیادہ فقیر اس پورے شہر میں نہیں ہے تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا چلو تم خود کھاؤ۔

سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ نے کفارہ معاف نہیں فرمایا تھا نہ کہ آپ کی کوئی خصوصیت ہے بلکہ آپ نے اس کا کفارہ اس کی خوشحالی تک موخر کر دیا کیونکہ ابھی تک وہ غریب تھا۔ اس سلسلے میں سرفراز صاحب نے فتح القدیر ص ۲۶۵ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ فتح القدیر کے اندر زہری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہ صرف اس اعرابی کی رخصت تھی اگر آج کوئی اس طرح کرے گا تو اس کا کفارہ کے بغیر چارہ نہیں ہوگا اور صاحب فتح القدیر نے فرمایا و جمہور العلماء علی قول الزہری اور اس کے بعد صاحب فتح القدیر نے فرمایا والظاہر انہ خصوصاً لانیہ وقع عند الدار قطنی فی هذا الحدیث فقد کفر اللہ عنک۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۵) ویسے تو مولوی سرفراز صاحب صفور جمہور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ اعرابی سے کفارہ معاف نہیں ہوا تھا بلکہ موخر ہوا تھا۔ حضرت نے یہاں جمہور کی پیروی کیوں نہیں کی حالانکہ جمہور خصوصیت کے قائل ہیں اور رخصت کے قائل ہیں اور امام ابن شہاب تابعی کا بھی یہی قول ہے اور سرفراز صاحب نے احسن الکلام میں تحریر کیا ہے کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد بہتر جانتا ہے تو یہاں بھی ابن شہاب زہری حدیث کے راوی بھی تھے تو حضرت نے ان کی بات کو بھی نظر انداز کر دیا اور حضرت کا وہ کلیہ کدھر گیا کہ

زبان خلق کو فکارہ خدا سمجھو اور حضرت کا بار بار یہ ارشاد فرماتا اور لوگوں کو تلقین کرتا کہ حق جمہور کیساتھ ہیں اور پھر صاحب فتح القدر کی عبارت نقل کرنے میں بددیانتی کا مظاہرہ کرتا یہ حرکت ایک عام آدمی کو زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ آدمی اس حرکت کا ارتکاب کرے جو اپنے آپ کو شیخ الحدیث کہلاتا ہے اور اس کیساتھ ساتھ روحانی پیشوا ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا دعویٰ ہے اور پیری سریدی کا ڈھونگ بھی رچائے ہوئے ہے۔

مولوی سرفراز صاحب کی تضاد بیانی

ابوداؤد شریف ص ۱۶۱ اور مستدرک للحاکم میں حدیث پاک ہے جس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ سرکار غفرلہ نے فرمایا کہ پانچ نمازوں کی پابندی کیا کرو۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں تو بڑا مصروف آدمی ہوں ایسا حکم ارشاد فرمائیں کہ پانچ نمازیں بھی نہ پڑھنی پڑیں اور ان کے ترک کا گناہ بھی نہ ہو۔ سرکار غفرلہ نے ارشاد فرمایا کہ فجر اور عصر کی پڑھ لیا کرو۔ اب اس حدیث پاک سے سرکار غفرلہ کا اختیار و کمال ثابت ہو رہا تھا تو سرفراز صاحب اس روایت کو شہید کرنے پر مصر ہو گئے اس کے راوی داؤد بن ابی ہند پر جرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ راوی اگرچہ بعض محدثین کے نزدیک ثقہ ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ کثیر الاضطراب اور کثیر الخلاف ہے یعنی حضرت کہنا یہ چاہتے ہیں کہ توثیق کرنے والے صرف بعض محدثین ہیں جبکہ تصحیف کرنے والے زیادہ ہیں اور حوالہ صرف امام احمد کا پیش کیا گیا اکیلے امام احمد اس کے نزدیک جمہور ہیں اور حضرت اسی راوی کی توثیق کرتے ہوئے اپنی دوسری کتاب 'احسن الکلام' میں فرماتے ہیں۔ داؤد بن ابی ہند کو امام عجل جرح ہے امام احمد جرح ہے سفیان ثوری جرح ہے ابن معین ابوصالح اور نسائی ثقہ کہتے ہیں۔ یعقوب بن شیران کو ثقہ اور مثبت کہتے ہیں ابن حبان ان کو مصنفین میں شمار کرتے ہیں ابن خراش

ان کو ثقہ کہتے ہیں اور ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں۔ ابوحاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ ذہبی ان کو الامام اور مثبت لکھتے ہیں۔ (حاشیہ احسن الکلام ص ۹۵) نوٹ حضرت کی تضاد بیانی یہاں سے بھی ثابت ہے کہ امام احمد کو جارجین کے اندر بھی شمار کر دیا بلکہ صرف ان کی جرح نقل کی اور توثیق کرنے والوں کے اندر بھی ان کو شمار کر دیا۔

سرفراز صاحب نے اس امر پر بھی غور نہیں کیا کہ جب ابن حصین امام نسائی اور ابوحاتم جیسے قشد و محدثین جب اس راوی کی توثیق کرتے ہیں تو صرف امام احمد کی جرح مبہم کا کیا اعتبار ہے اور پھر سرفراز صاحب کے پیشوا ظفر احمد عثمانی قواعد علوم حدیث میں لکھتے ہیں کہ جب ایک ہی محدث سے کسی راوی کی توثیق بھی منقول ہو اور تضعیف بھی منقول ہو تو ترجیح توثیق کو ہوگی۔ پھر امام احمد کی جو جرح نقل کی گئی ہے وہ جرح مبہم ہے اور خود سرفراز صاحب نے الرفع والکمیل سے نقل کیا ہے کہ جرح مبہم قبول نہیں ہوتی۔ نیز اگر مان بھی لی جائے کہ جرح مفسر ہے تو پھر جب ان سے توثیق بھی ثابت ہے تو بموجب قاعدہ اذا التعارض تساقت دونوں اقوال ساقط ہو جائیں گے نیز سرفراز صاحب نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ جب امام حاکم جیسے ماہر محدث اور ذہبی جیسے ناقد جواہر بیانی قشد و آدمی تھے وہ اس روایت کو علی شرط مسلم صحیح قرار دیتے ہیں پھر ان کو اس پر جرح کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اپنے مطلب کی روایت میں خود اس راوی کو ثقہ قرار دے چکے ہیں تو سرفراز صاحب کو اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ

اَللّٰہی سمجھ خدا کسی کو نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بداد نہ دے

سرفراز صاحب کے پیشوا خلیل احمد انصاری اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ہم اختصار کی خاطر صرف ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث

سے بالکل یہ بات ظاہر ہے کہ نبی پاک ﷺ نے انہیں تین نمازیں معاف کر دی تھیں اور سرکار ﷺ کے خصائص میں سے یہ بات ہے کہ جس کو چاہیں جس حکم سے مستثنیٰ کر دیں اور جس سے چاہیں جو فرض معاف کر دیں۔ (بذل المجہود ج ۳ ص ۲۳۳)

امید ہے کہ اب سرفراز صاحب یہی کہتے نظر آئیں گے۔

من از رنگان گاہ ہرگز نہ تالم
بامن ہرچہ کرد آن آشنا کرد

مولوی سرفراز صاحب کا ایک اور مغالطہ

مسند احمد کے اندر حدیث پاک ہے حضرت اسماء بنت عمیس کے خاوند جب شہید ہوئے تو نبی پاک ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم تین دن سوگ کرو پھر جو مرضی چاہے کرو۔

مولوی سرفراز صاحب امام طحاوی کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ پہلے سوگ تین دن ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اس کے بارے میں سرفراز صاحب کی خدمت میں گزارش یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں متفق علیہ حدیث پاک ہے کہ ”سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی عورت کیلئے حلال ہے کہ کسی پر سوگ کرے جس کی مقدار تین دن سے زیادہ نہ ہو سوائے بیوی کے کہ وہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کر سکتی ہے“ اور سرفراز صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی تمام روایات صحیح ہیں بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ جو خان صاحب کے مدد و حرج ہیں۔ وہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم شریف کی متفق علیہ حدیث کا انکار کرنے والا زندیق ہے۔ سرفراز صاحب کا رسالہ ”ملا علی قاری اور علم غیب“ میں لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری کی مفصل عبارات حجت ہیں نیز سرفراز صاحب یہ ارشاد فرمائیں کہ جس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت مولانا علی کی نماز کی خاطر ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا تھا۔ اس روایت کو امام طحاوی نے نقل الامار میں صحیح قرار دیا ہے بلکہ ان

کے علاوہ درجنوں محدثین اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل راقم کی کتاب عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ میں منقول ہے۔ منجملہ کوششیں کرنے والوں میں قاضی عیاض، ابن حجر عسقلانی، ابن سید الناس، ابو ذرہ علامہ بدرالدین عینی وغیرہ ہیں لیکن اس کے باوجود سرفراز صاحب اپنی کتاب ”دل کا سرور“ میں اس کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ یہاں امام طحاوی کا فیصلہ کیوں منظور نہیں ہے حالانکہ ان کے ساتھ درجنوں محدثین اور بھی ہیں پھر خان صاحب اس بات سے بے خبر تو نہیں ہوں کہ پہلے قرآن مجید میں حکم یہی تھا کہ بیوہ عورت ساعدت سال ہوگی۔ اس کے بعد نیا حکم آیا کہ بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی تو ظاہر ہے بیوہ کی عدت ساری کی ساری سوگ پر ہی مشتمل ہے کیونکہ خوشبو نہیں لگا سکتی، مہندی و سرمہ وغیرہ نہیں لگا سکتی بلکہ سرکار ﷺ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ بیری کے پتے سر پر تھوپ لے“ جنہوں نے قول کے مطابق غزوہ موتہ ۸ھ میں پیش آیا۔ حضرت جعفر طیار اسی میں شہید ہوئے تو ظاہر امر تو یہی ہے کہ آیت کریمہ کی جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جائیں وہ چار ماہ دس دن عدت گزاریں غزوہ موتہ سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی یا سرفراز صاحب ثابت کریں کہ غزوہ موتہ پہلے پیش آیا ہو اور یہ آیت کریمہ بعد میں نازل ہوئی ہو۔ دو وزخراط القناد۔

خان صاحب اگر امام طحاوی کی بات مانتے ہیں۔ انہوں نے اسی کتاب میں حدیث پاک نقل کی ہے جو حضرت اشی مازنی سے مروی ہے ایک آدمی نے سرکار ﷺ سے عرض کیا یا مالک الناس مجمع الزوائد میں ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ کیا سرفراز صاحب اس روایت کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا اپنی عین اسلام کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ نیز اس حدیث سے استدلال کرنے میں اہلسنت و مغرور تو نہیں ہیں بلکہ امام زرقانی رحمہ اللہ اپنی مواہب کی شرح جلد ۵ ص ۳۲۵ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے

اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں اس امر کو سرکار علیہ السلام کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ علامہ خفاجی رحمہ اللہ نے نسیم الریاض ج ۳ میں اس حدیث میں بیان کی گئی رخصت کو سرکار علیہ السلام کی رخصت قرار دیا ہے۔ خانصاحب اپنے آپ کو شیخ القرآن کہلاتے ہیں کیا ان کو یہ آیت کریمہ یاد نہیں ہے۔ واتبع سبیل من المآب الی تو پھر حضرت بزرگان دین کی راہ پر کیوں نہیں چلتے اور بجائے ان کی راہ پر چلنے کے بزرگان دین کی پیروی کرنے والوں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں۔

ایک گزارش

صحاح ستہ کی حدیث پاک جس میں اعرابی کو خود اس کا کفارہ کھلا دیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا قول تھا کہ اس اعرابی کی خصوصیت تھی کہ اب اگر کوئی آدمی جان بوجہ کر رمضان شریف کے اندر جماع کرے گا تو اس کو کفارہ دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ مولوی سرفراز صاحب فرماتے ہیں کہ زہری کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ نبی پاک ﷺ نے یہ کفارہ مؤخر کیا تھا معاف تو نہیں کیا تھا تو اس کے بارے میں گزارش یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ اور سیر میں تصریح کی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کا شمار بہت بڑے فقہاء میں ہوتا ہے اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے تہذیب المعنی میں تحریر کیا ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ اجل فقہاء میں سے ہیں نیز یہ بھی فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ ان کے شاگرد ہیں نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ نبی پاک ﷺ کی وہ احادیث جو احکام کے بارے میں ہیں ان کے بارے میں امام زہری رحمہ اللہ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا امام بخاری رحمہ اللہ جن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اجتہاد کے اندر مسائل کے استنباط میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ مقدمۃ اشعۃ الممعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق

صاحب تیسیر القاری میں فرمایا ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ اپنے صحیح میں ان کے اقوال بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے الاکمال میں امام زہری رحمہ اللہ کو اجل فقہاء اور محدثین میں شمار کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ ۱۳۹ صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فقہاء حدیث کے معنی بہتر جانتے ہیں۔ سرفراز صاحب خود اس بات کے قائل ہیں کہ فقہاء حدیث کے معنی بہتر جانتے ہیں تو لہذا یہاں ان کی بات وہ کیوں نہیں مانتے؟ حدیث پاک کی بات یہ بہتر جانتے ہیں یا وہ

وما علینا الا البلاغ المبین

علامہ خفاجی کا ارشاد

اشرق علیہم نوره الروحانی الربانی وصارت فی ارواحہم
قوی مستعدہ لظہار المعجزات کمالات ولباء امة
ترجمہ: جب انبیاء علیہم السلام پر سرکار و الامانات کا نور چکا اور ان کی ارواح میں ایسی قدرتیں
پیدا ہوئی جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام انہما رجزہ پر قادر ہو گئے جس طرح نبی پاک ﷺ کی
امت کے اولیاء کا حال ہے۔ (نسیم الریاض جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۹۳)

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ پر ارشاد فرماتے ہیں اللہ نے نبی مکرم ﷺ کو معجزہ پر قدرت بخشی اصل
مہارت حاضر خدمت ہے۔

لان المعجزة مع التحدی من النبی قائم مقام قول الله الذی
اقدره علی ذلک

بظاہر امر یہ کہ علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف کے شارح ہیں اور انہوں نے شفاء شریف کی
ہزاروں صفحات میں شرح فرمائی ہے۔ اگر شفاء شریف کی یہ مہارت جو سر فرما صاحب نے نقل کی
ہے کہ معجزہ اللہ ہی کا فعل ہوتا ہے۔ اگر یہی مطلب ہوتا جو انہوں نے کشید کیا ہے کہ معجزہ نبی کے
ارادے کے بغیر صادر ہوتا ہے تو پھر شارح شفاء شریف کو اس بات کی سمجھ کیوں نہ آئی
خان صاحب نے معجزہ کو مقدور انبیاء ماننے والوں کو کافر قرار دیا ہے تو کیا معاذ اللہ علامہ خفاجی اس
مہارت سے کافر ہو گئے ہیں۔ علامہ صاحب (خفاجی رحمۃ اللہ علیہ) اسی کتاب کے صفحہ ۲۹۳ پر
یوں رقمطراز ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو تمام جہانوں میں تعریف حاصل ہے۔
الحقیقة المحمدية صورة الاسم الاعظم الجامع لاسماء فله
التصرف فی العوالم۔ (کذا فی زرقانی جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۸۱۷۱ حدیث صفحہ ۲۷۰)
علامہ صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۳۹۹ پر نبی مکرم ﷺ کی کثرت کی وجہ بیان فرماتے
ہوئے یوں گویا ہیں۔

انه کنی به لانه یقسم الجنة بین اهلها يوم القيامة

